نبیِ کریم ﷺ

بحیثیتِ

مُعلّم

پروفیسر ڈاکٹر فضل الٰہی

بسم الله الرحمن الرحيم

ح فضل إلهي شيخ ظهور إلهي ، ١٤٢٦هـ
فهرسة مكتبة الملك فهد الوطنية أثناء النشر
ظهور إلهي ، فضل إلهي شيخ
النبي الكريم ﷺ معلماً./ فضل إلهي شيخ ظهور إلهي.- الرياض، ١٤٢٦هـ.
٣٥٢ ص ، ١٧ × ٢٤ سم
ردمك : ٨ ـ ٠٣٧ ـ ٤٩ ـ ٩٩٦٠
(النص باللغة الأوردية)
١ ـ التربية الإسلامية ٢ ـ الشمائل المحمدية
٣ ـ السيرة النبوية أ ـ العنوان
ديوي ٣٧٧,١ ١٤٢٦ / ٣٥٤٢

رقم الإيداع: ١٤٢٦ / ٣٥٤٢
ردمك: ٨ ـ ٠٣٧ ـ ٤٩ ـ ٩٩٦٠

الطبعة الأولى
١٤٢٦هـ ـ ٢٠٠٥م

يطلب الكتاب داخل المملكة من:
مؤسسة الجريسي للتوزيع والإعلان ـ الرياض
ص ب : ١٤٠٥ الرياض ١١٤٣١
هاتف: ٤٠٢٢٥٦٤ ـ فاكس : ٤٠٢٣٠٧٦

الناشر:
إدارة ترجمان الإسلام ـ باكستان

فہرست

پیش لفظ

(1)

ہر مناسب وقت میں تعلیم دینا

(2)
ہر مناسب جگہ میں تعلیم

(3)

مختلف اقسام کے لوگوں کو تعلیم

(4)

میسر آنے والے مواقع سے تعلیم میں استفادہ

(5)
طالب علم کا خیر مقدم

(6)

مخاطب لوگوں کو قریب کرنا

(7)

نبی کریم ﷺ اور مخاطبین کا ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہونا

(8)

بات کرنے سے پہلے لوگوں کو چپ کرانا

(9)

شاگردوں کو نام، کنیت یا لقب سے پکارنا

(10)

شاگردوں کے بعض اعضائے جسم کو چھونا

(11)

تنبیہ اور اظہارِ تعلق کے لیے ضرب لگانا

(12)

شاگردوں کے لیے دعا

(13)

گفتگو میں وضاحت اور ٹھہراؤ

(14)

بات کا اعادہ کرنا

(15)
اشاروں کا استعمال

(16)
لکیروں اور شکلوں کا استعمال

(17)
مثالیں بیان کرنا

(18)

تعلیم بالعمل

(19)

اسلوبِ تقابل

(20)

پہلے اجمال پھر تفصیل

❀ اس اسلوب کی حکمت:

(21)

اسلوب استفہام

(22)

طلبہ سے استفسار

(23)

قابل شرم باتوں کا کنایۃً ذکر کرنا

(24)
ضروری باتوں کی تعلیم میں نہ شرمانا

(25)
سوال کرنے کی اجازت

(26)

عمدہ استفسار کی تعریف

(27)

جواب میں تشبیہ و قیاس کا استعمال

(28)

سوال سے زیادہ جواب

(29)

نا معلوم بات کے جواب میں خاموشی

(30)

بے کار اور باعث مشقت سوال پر ناراضی

(32)

طلبہ کو یاددہانی کرانے کی اجازت

(33)

اپنی موجودگی میں شاگرد کو تعلیم و تربیت کا موقع دینا

(34)

شاگرد کو سبق دہرانے کا موقع دینا

(35)

تواضع

(37)
کسی شخص سے غیر متوقع غلطی پر اظہارِ خفگی

(38)
ذہین وفطین شخص کی کوتاہ فہمی پر غصہ

۱: رتبہ کی بلندی کو کوتاہی اعمال کا سبب سمجھنے پر غصہ:

۲: اجازت طلب کرتے وقت جواب میں کوتاہی پر خفگی:

۳: اپنے اور آنحضرت ﷺ کے وصال کو ایک جیسا سمجھنے پر برہمی:

(39)
فقیر طلبہ کو اپنی ذات اطہر اور اہل پر ترجیح

۱: اہل صفہ کو اپنے اور اہل خانہ سے پہلے دودھ پلانا:

۲: فقیر طلبہ کو بیٹی اور داماد رضی اللہ عنہما پر ترجیح دینا:

(40)

طلبہ کی صلاحیتوں کا ادارک

(41)

طلبہ کے حالات کو پیش نظر رکھنا

(42)
لائق شاگردوں کی عزت افزائی

(43)

طلبہ پر اپنے اقوال وافعال کے اثرات کو پیش نظر رکھنا

(44)

طلبہ کی غیر حاضری کا نوٹس لینا

(45)

آسانی کرنے والے معلم

(47)
حسب استطاعت علم سیکھنے کی ترغیب

حرفِ آخر

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

پیش لفظ

إِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ نَحْمَدُهُ وَنَسْتَعِيْنُهُ، وَنَسْتَغْفِرُهُ، وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ أَعْمَالِنَا، مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ، وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ. صلی اللّٰہُ علیه وعلی آله و صحبه وسلم.

﴿ يٰاَ يُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقَاتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ إِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴾[1] ﴿ يٰاَ يُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّ نِسَآءً ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَ لُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ ۚ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا ﴾[2] ﴿ يٰاَ يُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوا قَوْلًا سَدِيْدًا ۝ يُصْلِحْ لَكُمْ أَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْلَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا ﴾[3]

ہمارے نبی کریم ﷺ کی سیرت طیبہ کے متعدد گوشے اور بہت سے پہلو ہیں، ان میں سے ہر گوشہ اور پہلو مخلوق کے اعتبار سے انتہائے کمال کو پہنچا ہے اور اس میں چنداں تعجب کی بات نہیں کہ ساری کائنات کے خالق اللہ علیم وحکیم نے خود آپ ﷺ کو اُمت کے لیے [بہترین نمونہ] قرار دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا ﴾[4]

''بلا شک وشبہ تمہارے لیے رسول اللہ ﷺ میں بہترین نمونہ ہے، اس کے لیے جو اللہ تعالیٰ اور روزِ قیامت کا یقین رکھتا ہو، اور اللہ تعالیٰ کو بہت یاد کرتا ہو۔''

آنحضرت ﷺ کی سیرتِ مطہرہ کے بہت سے زریں پہلو ہیں اور ان میں سے ایک انتہائی عظیم پہلو یہ ہے کہ اللہ کریم نے اپنے خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کو شرفِ قبولیت عطا فرماتے ہوئے آپ ﷺ کو معلّم بنا کر مبعوث فرمایا۔ قرآن کریم میں دعائے خلیل علیہ السلام بایں الفاظ ذکر کی گئی ہے:

---

[1] سورۃ آل عمران/الآیۃ ۱۰۲۔ [2] سورۃ النساء/الآیۃ ۱۔ [3] سورۃ الاحزاب/الآیتان ۷۰، ۷۱۔

[4] سورۃ الأحزاب/الآیۃ ۲۱۔ حافظ ابن کثیر نے اس آیت شریفہ کی تفسیر میں تحریر کیا ہے: ''رسول اللہ ﷺ اقوال، افعال اور احوال میں آپ کی پیروی کے بارے میں یہ آیت کریمہ عظیم اساس ہے۔'' (تفسیر ابن کثیر ۳/۵۲۲)۔

﴿ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ يُزَكِّيهِمْ ط إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴾[1]

''اے ہمارے رب! انہی میں سے ایک رسول ان کی طرف مبعوث فرمائیے، جو ان کے لیے آپ کی آیات تلاوت کریں، انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیں اور ان کا تزکیہ کریں۔ یقیناً آپ تو بڑے زبردست اور حکمت والے ہیں۔''

علاوہ ازیں نبی کریم ﷺ نے خود امت کو خبر دی ہے کہ وہ اپنے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعاؤں کا ثمرہ ہیں۔ امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے بیان کیا:

قُلْتُ: ''يَا نَبِيَّ اللّٰهِ ﷺ! مَا كَانَ أَوَّلُ بَدْءِ أَمْرِكَ؟''

قَالَ: ''دَعْوَةُ أَبِي إِبْرَاهِيمَ، وَبُشْرٰى عِيسٰى عَلَيْهِمَا السَّلَامُ'' الحديث.[2]

''میں نے عرض کیا: ''اے اللہ تعالیٰ کے نبی ﷺ! آپ کے معاملے کی ابتدا کیا تھی؟''

آپ ﷺ نے فرمایا: ''[میں] اپنے باپ ابراہیم علیہ السلام کی دعاء اور عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت [ہوں]۔''

نبی کریم ﷺ کے بحیثیت معلم مبعوث ہونے کے دلائل:

قرآن و سنت میں آپ ﷺ کے [بحیثیت معلم] مبعوث کیے جانے کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس سلسلے میں چار دلائل درج ذیل ہیں:

۱: ارشاد ربانی ہے:

﴿ كَمَآ أَرْسَلْنَا فِيكُمْ رَسُولًا مِّنْكُمْ يَتْلُوا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا وَ يُزَكِّيكُمْ وَ يُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ يُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ ﴾[3]

---

[1] سورة البقرہ/الآیة ۱۲۹. آیت کریمہ کی تفسیر میں قاضی بیضاوی نے تحریر کیا ہے: ''(وَابْعَثْ فِيهِمْ) [ان میں مبعوث فرمائیے] یعنی اُمت مسلمہ میں (رَسُولًا مِّنْهُمْ) ان کی۔ یعنی ابراہیم اور اسماعیل علیہما السلام۔ کی نسل میں سے محمد ﷺ کے علاوہ کوئی اور رسول بھیجا نہیں گیا۔ (تفسير البيضاوی ۱/۸۷؛ نیز ملاحظہ ہو: التفسير الكبير ٤/٦٦).

حافظ ابن جوزی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ [الکتاب] سے مراد قرآن کریم اور [الحکمۃ] سے مراد سنت ہے۔ (ملاحظہ ہو: زاد المسیر ۱/۱۴۶؛ نیز دیکھئے: تفسیر ابن کثیر ۱/۱۹۷).

[2] المسند ٥/٢٦٢. (ط: المكتب الاسلامي). حافظ ہیثمی نے اس حدیث کے بارے میں تحریر کیا ہے: ''احمد نے اس کو [اسناد حسن] کے ساتھ روایت کیا ہے، اس کو تقویت دینے والے شواہد [بھی] ہیں، اور اس کو طبرانی نے [بھی] روایت کیا ہے۔'' (مجمع الزوائد ٨/٢٢٢).

[3] سورة البقرہ/الآیة ۱۵۱.

''جیسا کہ ہم نے تم میں سے ایک رسول تمہاری طرف مبعوث کیا، وہ تمہارے لیے ہماری آیات تلاوت کرتے ہیں اور تمہارا تزکیہ کرتے ہیں اور تمہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتے ہیں اور تمہیں وہ کچھ سکھاتے ہیں جو تم نہیں جانتے تھے۔''

ب: فرمان رب العالمین ہے:

﴿ لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ إِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ أَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَ يُزَكِّيْهِمْ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ ۚ وَ إِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴾[1]

''اللہ تعالیٰ نے یقیناً اہل ایمان پر احسان فرمایا کہ ان کی طرف ایک رسول انہی میں سے مبعوث فرمایا، وہ ان پر اس کی آیات کی تلاوت کرتے ہیں، انہیں پاک کرتے ہیں اور انہیں کتاب و حکمت سکھاتے ہیں اور اس سے پہلے وہ لوگ کھلی گم راہی میں تھے۔''

ج: ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ هُوَ الَّذِىْ بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّيْنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيَاتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِيْنٍ ﴾[2]

''(اللہ تعالیٰ) وہ ذات کہ اس نے ان پڑھ لوگوں میں انہی میں سے ایک رسول بھیجا ہے، جو انہیں اس کی آیات پڑھ کر سناتے ہیں، انہیں پاک کرتے ہیں اور انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتے ہیں۔ بے شک وہ لوگ ان کی بعثت سے قبل صریح گم راہی میں مبتلا تھے۔''

د: ہمارے نبی کریم ﷺ نے خود بھی امت کو اس بارے میں خبر دی ہے۔ امام احمد اور امام نسائی رحمہما اللہ تعالیٰ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے نبی ﷺ سے روایت نقل کی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

''إِنَّ اللّٰهَ لَمْ يَبْعَثْنِي مُعَنِّتًا ، وَلٰكِنْ بَعَثَنِي مُعَلِّمًا مُيَسِّرًا.''[3]

''بلاشک وشبہ مجھے اللہ تعالیٰ نے [لوگوں کو] جھڑکنے والا بنا کر مبعوث نہیں فرمایا، بلکہ مجھے آسانی کرنے والا معلم بنا کر بھیجا ہے۔''

---

[1] سورة آل عمران/الآية ١٦٤. [2] سورة الجمعة/الآية ٢.

[3] المسند، جزء من رقم الحديث ١٤٥١٥، ٢٢/٣٩١؛ والسنن الكبرى، كتاب عشرة النسآء، إذا لم يجد الرجل ما ينفق على امرأته هل يخير امرأته؟، جزء من رقم الحديث ٩١٦٤، ٨/٢٨٠. الفاظ حدیث المسند کے ہیں۔ امام مسلم نے قریباً انہی الفاظ کے ساتھ اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: کتاب ہذا کا ص: ۳۲۶)

پس جو شخص بھی فن تدریس سیکھنا چاہے، اسالیب تدریس کے چناؤ، وسائل تعلیم کے انتخاب ، اور آداب تعلیم کے سلسلے میں مثالی نمونہ (Ideal) پانے کی خواہش رکھتا ہو وہ نبی کریم ﷺ ایسا عظیم نمونہ کہیں اور حاصل نہیں کر سکتا۔

کتاب کی غرض وغایت:

اپنی بے بضاعتی اور کمزوری کے باوجود نبی کریم ﷺ کی [بحیثیت معلم] سیرت مبارکہ کو جاننے، اس سے فیض یاب ہونے اور دوسروں کو اس سے آگاہ کرنے کے ارادے کے ساتھ میں نے توفیق الٰہی سے اس کتاب میں کچھ باتیں جمع کرنے کی کوشش کی ہے۔ مجھے اس بات کا بالکل دعویٰ نہیں اور نہ ہی دعویٰ کرنے کا حق ہے کہ میں نے اس موضوع کا احاطہ کیا ہے۔ ایسا کرنا مجھ ناکارے کی بساط سے باہر ہے، البتہ میں نے اس سلسلے میں حقیر سی عاجزانہ کوشش اللہ کریم کے فضل وکرم سے کی ہے۔ اگر کچھ خیر کی بات میرے قلم سے تحریر ہوئی ہے، تو محض اللہ تعالیٰ کی عنایت اور نوازش سے ہوئی ہے، اور جو کچھ تقصیر، خلل اور غلطی ہے وہ مجھ گناہ گار کی وجہ سے ہے۔ میں اپنے رب رحیم و ودود سے معافی کا طلب گار ہوں۔

کتاب کی تیاری میں پیش نظر باتیں:

توفیق الٰہی سے کتاب کی تیاری کے دوران درج ذیل باتوں کے اہتمام کی کوشش کی گئی ہے:

۱: کتاب کے لیے بنیادی معلومات کتاب وسنت سے حاصل کی گئی ہیں۔

۲: آیات شریفہ اور احادیث مبارکہ سے استدلال کرتے وقت کتبِ تفسیر اور شروح حدیث سے استفادے کی مقدور بھر کوشش کی گئی ہے۔

۳: احادیث شریفہ کو ان کے اصلی مآخذ ومراجع سے نقل کیا گیا ہے۔

۴: صحیحین کے علاوہ دیگر کتبِ حدیث سے نقل کردہ احادیث کے متعلق علمائے امت کے اقوال پیش کیے گئے ہیں۔ صحیحین کی احادیث کے صحیح ہونے پر اجماع امت کے پیشِ نظر ان کے بارے میں اہل علم کے اقوال کو ذکر نہیں کیا گیا۔[1]

۵: آنحضرت ﷺ کی [بحیثیت معلم] سیرت کے کسی بھی پہلو کے متعلق گفتگو کرتے وقت اس بارے میں تمام شواہد ذکر نہیں کیے گئے، بلکہ اختصار کے پیش نظر چند ایک شواہد ہی پر اکتفا کیا گیا ہے۔

۶: کسی بھی پہلو کے بارے میں شواہد تحریر کرتے وقت ان سے [بحیثیت معلم] معلوم ہونے والے دیگر

---

[1] ملاحظہ ہو: مقدمة النووي شرحه على صحيح مسلم ص ١٤، ونزهة النظر في توضيح نخبة الفكر للحافظ ابن حجر ص ٢٩.

گوشوں کے بارے میں بھی فوائد کا اختصار سے ذکر کیا گیا ہے۔

۷: تفصیلی معلومات جاننے کے خواہش مند حضرات کے لیے کتاب کے آخر میں مصادر و مراجع کے متعلق تفصیلی معلومات درج کردی گئی ہیں۔

کتاب کا خاکہ:

مولائے رحمٰن ورحیم کی توفیق سے خاکہ کتاب بصورت ذیل ترتیب دیا گیا ہے:

پیش لفظ:

اصل کتاب:

اس میں نبی کریم ﷺ کی بحیثیت معلم سیرتِ طیبہ کے بارے میں چھیالیس باتیں عرض کی گئی ہیں اور ہر بات کو ایک مستقل عنوان کے ضمن میں پیش کیا گیا ہے۔

خاتمہ:

اس میں خلاصہ اور اپیل درج کی گئی ہے۔

شکر و دعا:

دل کی اتھاہ گہرائیوں سے مولائے علیم وحکیم کا شکر گزار ہوں کہ انہوں نے مجھ ناکارے کو اس عظیم موضوع کے لیے کام کے آغاز کی توفیق نصیب فرمائی۔ فَلَهُ الْحَمْدُ عَدَدَ خَلْقِهٖ وَرِضَى نَفْسِهٖ وَزِنَةَ عَرْشِهٖ وَمِدَادَ كَلِمَاتِهٖ .

رب حي و قيوم سے عاجزانہ التماس ہے کہ وہ میرے والدین محترمین کی قبروں پر رحمت کی برکھا برسائے کہ انہوں نے اپنی اولاد کے دلوں میں نبی کریم ﷺ کی محبت کا بیج بونے کی مقدور بھر سعی فرمائی ﴿ رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِيْ صَغِيْرًا ﴾ اپنے عزیز بیٹوں حافظ حماد الٰہی، حافظ سجاد الٰہی، حافظ عباد الٰہی اور عزیزات القدر بیٹیوں کے لیے دعا گو ہوں کہ انہوں نے کتاب کی تیاری، مراجعت اور اُردو ترجمہ میں تعاون کیا۔ اپنی اہلیہ اور اولاد کے لیے دعا گو ہوں کہ انہوں نے میری مصروفیات کا خیال رکھا اور مقدور بھر میری خدمت کی۔

ترجمہ کتاب کے سلسلے میں فاضل بھائی اور دوست شیخ محمد خالد سیف کے قیمتی مشوروں کے لیے ان کا شکر گزار اور ان کے لیے دعا گو ہوں۔

اللہ تعالیٰ ان سب کو دنیا و آخرت میں بہترین جزا عطا فرمائے۔ اللہ کریم مجھے، تمام قارئین اور سب اہل

اسلام کو نبی کریم ﷺ کی سچی محبت نصیب فرمائے، دنیا میں ان کے نقش قدم پر چلائے اور آخرت میں نعمتوں والی جنتوں میں ان کا پڑوس نصیب فرما دے۔ إنه سميع مجيب. وَ صلى الله تعالىٰ علي نَبيّنا و على اٰله و اصحابه و أتباعه و بارك وسلم.

فضل الٰہی

اسلام آباد

يكم رمضان المبارك ١٤٢٥ھ

بمطابق ١٦/اکتوبر ٢٠٠٤م

(1)

ہر مناسب وقت میں تعلیم دینا

ہمارے نبی کریم ﷺ نے سلسلہ تعلیم کو کسی مخصوص وقت میں محدود نہ کیا تھا کہ اس کے علاوہ دیگر اوقات میں لوگوں کو اپنے فیض سے محروم رکھتے ہوں، بلکہ آپ ﷺ کو جب بھی مناسب موقع میسر آتا تعلیم دیتے حتیٰ کہ رات اور رات کی کوئی گھڑی یا ساعت بھی اس کی راہ میں رکاوٹ نہ تھی۔ سیرت طیبہ میں اس بارے متعدد شواہد موجود ہیں جن میں سے چند ایک توفیق الٰہی سے ذیل میں سے پیش کیے جا رہے ہیں:

۱۔ عشاء کے بعد تعلیم:

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے بیان کیا:

" صَلَّى بِنَا النَّبِيُّ ﷺ الْعِشَاءَ فِي آخِرِ حَيَاتِهِ فَلَمَّا سَلَّمَ قَامَ فَقَالَ : "أَرَأَيْتَكُمْ لَيْلَتَكُمْ هٰذِهِ، فَإِنَّ رَأْسَ مِائَةِ سَنَةٍ مِنْهَا لَا يَبْقَى مِمَّنْ هُوَ عَلَى ظَهْرِ الْأَرْضِ أَحَدٌ."[1]

''نبی کریم ﷺ نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں ہمیں نمازِ عشاء پڑھائی۔ جب آپ ﷺ نے سلام پھیرا تو کھڑے ہو گئے اور فرمایا: ''کیا تم اپنی یہ رات دیکھ رہے ہو؟ اس رات پر سو سال پورے ہونے پر روئے زمین پر موجود لوگوں میں سے کوئی باقی نہ رہے گا۔''

اس حدیث شریف میں یہ بات واضح ہے کہ آپ ﷺ نے مذکورہ بالا بات حضرات صحابہ کو نماز عشاء کے بعد بتلائی۔ امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس حدیث پر بایں الفاظ عنوان قائم کیا ہے:

[بَابُ السَّمَرِ فِي الْعِلْمِ]

[سونے سے پہلے رات کو علمی گفتگو کے بارے میں باب]

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ عنوان باب کی شرح میں تحریر کرتے ہیں: ''(اَلسَّمَرُ) سین اور میم کی زبر کے ساتھ ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ میم کے سکون کے ساتھ ہے کیونکہ وہ اسم فعل ہے اور اس سے مراد رات کو سونے سے قبل بات چیت کرنا ہے۔''[2]

علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے تحریر کیا ہے: امام بخاری نے حدیث روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ

---

[1] صحيح البخاري، كتاب العلم، رقم الحديث ١١٦، ١/٢١١.

[2] فتح الباري ١/٢١١.

عشاء سے پہلے سونے اور بعد میں گفتگو کو ناپسند فرماتے تھے۔ یہ حدیث عشاء کے بعد ہر قسم کی گفتگو کی ممانعت پر دلالت کناں ہے، جب کہ مذکورہ بالا حدیث علم وخیر کے بارے میں بات چیت کے جواز پر دلالت کرتی ہے۔ اسی لیے ہم ممانعت والی حدیث کو علم وخیر کے علاوہ دیگر گفتگو کے ساتھ مخصوص کریں گے۔[1]

حدیث شریف میں فائدہ دیگر:

آپ ﷺ نے تعلیم کی ابتدا اسلوب استفہام [اَرَأَيْتَكُمْ لَيْلَتَكُمْ هٰذِهٖ؟] [کیا تم اپنی یہ رات دیکھ رہے ہو؟] سے فرمائی۔

سامعین کی توجہ مبذول کروانے میں اس انداز بیان کی اہمیت، سلسلہ تعلیم سے منسلک، بلکہ عام لوگوں سے بھی، مخفی نہیں۔[2]

۲۔ نصف رات کے قریب تعلیم:

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے بیان کیا:

" نَظَرْنَا النَّبِيَّ ﷺ ذَاتَ لَيْلَةٍ حَتّٰى كَانَ شَطْرُ اللَّيْلِ يَبْلُغُه، فَجَاءَ فَصَلّٰى لَنَا ، ثُمَّ خَطَبَنَا ، فَقَالَ : " أَلَا إِنَّ النَّاسَ قَدْ صَلَّوْا ، ثُمَّ رَقَدُوْا ، وَإِنَّكُمْ لَمْ تَزَالُوْا فِيْ صَلَاةٍ مَا انْتَظَرْتُمُ الصَّلَاةَ ."[3]

''ایک رات ہم نبی کریم ﷺ کا انتظار کرتے رہے، یہاں تک کہ قریباً آدھی رات ہو گئی، تو آپ ﷺ تشریف لائے اور ہمیں نماز پڑھائی۔ پھر آپ ﷺ نے ہمیں خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: '' خبردار! (توجہ کرو) یقیناً لوگوں نے نماز ادا کی اور پھر سو گئے اور تم جب تک نماز کا انتظار کرتے رہے نماز ہی میں رہے۔''

اس حدیث میں یہ بات واضح ہے کہ آپ ﷺ نے نماز کے انتظار کی خاطر مسجد میں ٹھہرے رہنے کی فضیلت کے بارے میں صحابہ کو نصف رات کے قریب آگاہ فرمایا۔ امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے سابقہ اور اس حدیث کو ''كتاب مواقيت الصلاة ''[4] میں درج ذیل باب میں روایت کیا ہے:

[بَابُ السَّمَرِ فِي الْفِقْهِ وَالْخَيْرِ بَعْدَ الْعِشَاءِ]

---

[1] عمدة القاري ۱۷۷/۲ باختصار

[2] اس بارے میں قدرے تفصیلی گفتگو کتاب ہذا کے صفحات ۱۶۵۔۱۷۰ پر ملاحظہ فرمایئے۔

[3] صحيح البخاري، كتاب مواقيت الصلاة، رقم الحديث ۶۰۰، ۷۳/۲.

[4] اوقات نماز کے بارے میں کتاب۔ اور یہ صحیح بخاری میں شامل کتابوں میں سے ایک ہے۔

[عشاء کے بعد سونے سے پہلے فقہ اور خیر کے متعلق گفتگو کے بارے میں باب]

علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ مذکورہ بالا دونوں حدیثوں سے معلوم ہونے والی باتوں کو بیان کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں: "عشاء کے بعد ممنوع بے کار گفتگو ہے۔" ابن سیرین، قاسم اور ان کے ساتھی رحمہم اللہ تعالیٰ عشاء کے بعد دین کی بات چیت کیا کرتے تھے۔[1]

۳۔ رات کو نیند سے بیدار ہونے پر تعلیم:

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے بیان کیا:

"اِسْتَيْقَظَ النَّبِيُّ ﷺ ذَاتَ لَيْلَةٍ فَقَالَ: "سُبْحَانَ اللّٰهِ! مَا ذَا أُنْزِلَ اللَّيْلَةَ مِنَ الْفِتَنِ! وَمَا ذَا فُتِحَ مِنَ الْخَزَائِنِ! أَيْقِظُوْا صَوَاحِبَ الْحُجَرِ، فَرُبَّ كَاسِيَةٍ فِي الدُّنْيَا عَارِيَةٌ فِي الْآخِرَةِ."[2]

"ایک رات نبی کریم ﷺ نے بیدار ہوتے ہی فرمایا: "سبحان اللہ![3] اس شب میں کس قدر فتنے نازل کیے گئے ہیں! اور کتنے ہی خزانے کھولے گئے ہیں۔ ان حجرہ والیوں کو جگا دو، کیونکہ دنیا میں لباس پہننے والی کتنی عورتیں آخرت میں برہنہ ہوں گی۔"

اس حدیث شریف میں واضح ہے کہ آپ ﷺ نے رات کو نیند سے بیدار ہونے پر، نازل ہونے والے فتنوں اور خزانوں کی خبر دی۔ امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس حدیث پر درج ذیل عنوان قائم کیا ہے:

[بَابُ الْعِلْمِ وَالْعِظَةِ بِاللَّيْلِ][4]

[رات کو تعلیم و نصیحت کے بارے میں باب]

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کی شرح میں لکھا ہے:

"(بَابُ الْعِلْمِ) یعنی رات کو علم سکھلانا اور اس سے مصنف کا مقصود اس بات کی طرف توجہ مبذول کرانا ہے کہ عشاء کے بعد گفتگو کی ممانعت خالی از خیر بات چیت کے متعلق ہے۔"[5]

۴۔ دو تہائی شب گزرنے کے بعد تعلیم:

امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے بیان کیا:

---

[1] عمدۃ القاری ۵/۹۷۔

[2] صحیح البخاري، کتاب العلم، رقم الحدیث ۱۱۵، ۱/۲۱۰۔

[3] اللہ تعالیٰ (ہر عیب سے) پاک ہے۔ [4] صحیح البخاری ۱/۲۱۰۔

[5] فتح الباري ۱/۲۱۰۔

"كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا ذَهَبَ ثُلُثَا اللَّيْلِ قَامَ ، فَقَالَ : "يَا أَيُّهَا النَّاسُ! اذْكُرُوا اللّٰهَ ! اذْكُرُوا اللّٰهَ ! جَاءَتِ الرَّاجِفَةُ تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ ، جَاءَ الْمَوْتُ بِمَا فِيهِ ، جَاءَ الْمَوْتُ بِمَا فِيهِ"[1]

''جب دو تہائی رات بیت جاتی ہے تو رسول اللہ ﷺ اٹھتے ، اور فرماتے: ''اے لوگو! اللہ تعالیٰ کو یاد کرو! اللہ تعالیٰ کو یاد کرو! بھونچال آ چکا ، اس کے پیچھے اور بھونچال آ رہا ہے۔ موت اپنی سختیوں کے ہمراہ آ چکی ، موت اپنی سختیوں کے ہمراہ آ چکی۔''

یہ حدیث شریف اس بات پر دلالت کناں ہے کہ نبی کریم ﷺ دو تہائی رات گزر جانے کے بعد بھی تعلیم و تربیت فرماتے تھے۔ میری جان اور میرے والدین ان پر قربان ہو جائیں ، امت کی تعلیم و تربیت کے بارے میں آپ کس قدر متفکر اور اہتمام فرمانے والے تھے۔ جزاه اللّٰه تعالىٰ خير ما جزى نبياً عن امته. آمین اور رب رحیم و کریم ہم نا کاروں کو بھی یہ عظیم فکر نصیب فرما دے۔ اِنَّهٗ سَمِيْعٌ مُّجِيْبٌ.

حدیث شریف میں فائدہ دیگر:

اس حدیث شریف میں یہ بات واضح ہے کہ آپ ﷺ نے ''اللہ تعالیٰ کو یاد کرو'' اور ''موت اپنی سختیوں کے ساتھ آ چکی'' کو دو دو بار فرمایا۔ دوران تعلیم و تربیت ضروری بات کو دہرانے کا فائدہ اہل فہم و نظر سے مخفی نہیں۔[2]

---

[1] جامع الترمذي، أبواب صفة القيامة ، باب ، جزء من رقم الحديث ٢٤٥٧، ١٢٩/٧. امام ترمذی نے اس حدیث کو [حسن] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: المرجع السابق ١٣٠/٧). علامہ مبارکپوری نے تحریر کیا ہے کہ اس کو احمد اور حاکم نے روایت کیا ہے، اور حاکم نے اس کو [صحیح] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: تحفة الأحوذي ١٣٠/٧)؛ شیخ البانی نے اس حدیث کو [حسن] کہا ہے۔ (ملاحظہ ہو: صحيح سنن الترمذي ٢٩٩/٢).

[2] اس بارے میں قدرے تفصیلی گفتگو کتاب ہذا کے صفحات ۱۲۰۔۱۳۴ پر ملاحظہ فرمایئے۔

(2)

ہر مناسب جگہ میں تعلیم دینا

ہمارے نبی کریم ﷺ نے سلسلہ تعلیم کو کسی خاص مقام یا جگہ میں محصور نہ کر رکھا تھا کہ اس کے علاوہ کسی اور مقام پر تعلیم نہ دیں، بلکہ جہاں بھی موقع میسر آتا آپ ﷺ تعلیم دیتے۔ ذیل میں اس بارے میں چند ایک شواہد توفیق الٰہی سے پیش کیے جا رہے ہیں:

ا۔ مسجد میں تعلیم:

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے کہ:

"أَنَّ رَجُلًا قَامَ فِي الْمَسْجِدِ، فَقَالَ: "يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! مِنْ أَيْنَ تَأْمُرُنَا أَنْ نُهِلَّ؟"

فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "يُهِلُّ أَهْلُ الْمَدِيْنَةِ مِنْ ذِي الْحُلَيْفَةِ، وَيُهِلُّ أَهْلُ الشَّامِ مِنَ الْجُحْفَةِ، وَيُهِلُّ أَهْلُ نَجْدٍ مِنْ قَرْنٍ."[1]

"ایک آدمی نے مسجد میں کھڑے ہو کر عرض کیا: "یا رسول اللہ ﷺ! آپ ہمیں کس جگہ سے احرام باندھنے کا حکم دیتے ہیں؟"

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اہل مدینہ ذوالحلیفہ سے احرام باندھیں، شام والے جحفہ سے اور نجد کے لوگ قرن سے۔"

اس حدیث شریف سے یہ بات واضح ہے کہ آپ ﷺ نے مسجد میں تعلیم دی۔ امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس حدیث پر بایں الفاظ عنوان قائم کیا ہے:

[بَابُ ذِكْرِ الْعِلْمِ وَالْفُتْيَا فِي الْمَسْجِدِ][2]

[مسجد میں علم وفتویٰ کے متعلق باب]

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ عنوان باب کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"أَيْ إِلْقَاءُ الْعِلْمِ وَالْفُتْيَا فِي الْمَسْجِدِ، وَأَشَارَ بِهٰذِهِ التَّرْجَمَةِ الرَّدَّ عَلَى مَنْ تَوَقَّفَ فِيْهِ لِمَا يَقَعُ مِنَ الْمُبَاحَثَةِ مِنْ رَفْعِ الصَّوْتِ، فَنَبَّهَ عَلَى الْجَوَازِ."[3]

---

[1] صحيح البخاري، كتاب العلم، رقم الحديث ١٣٣، ١/ ٢٣٠. [2] المرجع السابق ١/ ٢٣٠

[3] فتح الباري ١/ ٢٣٠.

''یعنی مسجد میں تعلیم اور فتوی (دینا جائز ہے) انہوں نے اس عنوان کے ساتھ ان لوگوں کے رد کی طرف اشارہ کیا ہے جو بحث و تمحیص کے دوران آواز کے اونچا ہونے کے خدشہ کے پیش نظر اس کے جواز میں تردد کرتے ہیں اور اس بات کی طرف توجہ مبذول کرائی ہے کہ یہ جائز ہے۔''

۲۔ ایک خاتون کے گھر میں تعلیم:

امام بخاری اور امام مسلم رحمہما اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے بیان کیا:

"جَاءَ تْ امْرَأَةٌ إِلَىٰ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَتْ: "يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! ذَهَبَ الرِّجَالُ بِحَدِيْثِكَ، فَاجْعَلْ لَنَا مِنْ نَفْسِكَ يَوْمًا نَأْتِيْكَ فِيْهِ تُعَلِّمُنَا مِمَّا عَلَّمَكَ اللّٰهُ."

فَقَالَ: "اِجْتَمِعْنَ فِيْ يَوْمِ كَذَا وَكَذَا فِيْ مَكَانِ كَذَا وَكَذَا."

فَاجْتَمَعْنَ، فَأَتَاهُنَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ، فَعَلَّمَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَهُ اللّٰهُ."[1]

''ایک عورت رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا:

''یارسول اللہ ﷺ! مرد آپ کی حدیث لے گئے (یعنی آپ سے سب کچھ مردوں ہی نے سیکھ لیا۔) آپ اپنی طرف سے ہمارے لیے ایک دن مخصوص کر دیجیے کہ ہم اس میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوں اور جو کچھ آپ کو اللہ تعالیٰ نے سکھلایا ہے اس میں سے کچھ، ہمیں سکھلا دیجیے۔''

آپ ﷺ نے فرمایا: ''فلاں فلاں دن فلاں جگہ میں اکٹھی ہو جانا۔''

پس وہ عورتیں (اس مقام پر) جمع ہوئیں، رسول اللہ ﷺ ان کے پاس تشریف لائے اور جو کچھ آپ کو اللہ تعالیٰ نے سکھلایا تھا، اس میں سے انہیں سکھلایا۔''

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے:

" فَقَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "مَوْعِدُكُنَّ بَيْتُ فُلَانَةَ."

فَأَتَاهُنَّ، فَحَدَّثَهُنَّ."[2]

''تمہارے ساتھ مقام اجتماع فلاں عورت کا گھر ہے۔''

پس آپ ﷺ (وہاں) تشریف لائے، اور ان کے ساتھ گفتگو فرمائی۔ الحدیث

---

[1] صحيح البخاري، كتاب الاعتصام بالكتاب والسنة، باب تعليم النبي ﷺ أمته من الرجال والنساء مما علّمه الله ليس برأي ولا تمثيل، جزء من رقم الحديث ۷۳۱۰، ۱۳/۲۹۲.

[2] منقول از فتح الباري ۱/۱۹۶.

خلاصہ کلام یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے عورتوں کو ایک خاتون کے گھر میں تعلیم دی۔

۳۔ مقام منی میں تعلیم:

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے:

"أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ وَقَفَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ بِمِنًي لِلنَّاسِ يَسْأَلُوْنَهُ ، فَجَاءَهُ رَجُلٌ فَقَالَ : "لَمْ أَشْعُرْ، فَحَلَقْتُ قَبْلَ أَنْ أَذْبَحَ".

فَقَالَ : "اِذْبَحْ وَلَا حَرَجَ."

فَجَاءَ آخَرُ ، فقَالَ : "لَمْ أَشْعُرْ ، فَنَحَرْتُ قَبْلَ أَنْ أَرْمِيَ."

قَالَ : "اِرْمِ وَلَا حَرَجَ."

فَمَا سُئِلَ النَّبِيُّ ﷺ عَنْ شَيْءٍ قُدِّمَ وَلَا أُخِّرَ إِلَّا قَالَ : "اِفْعَلْ وَلَا حَرَجَ."[1]

''رسول اللہ ﷺ حجۃ الوداع کے موقع پر سوال کرنے والے لوگوں کے لیے منی میں رکے۔ پس ایک آدمی آیا اور اس نے عرض کیا: ''میں نے بے خبری میں ذبح کرنے سے پہلے سر منڈا لیا۔''

آپ ﷺ نے فرمایا: ''(اب) ذبح کر لو اور کچھ حرج نہیں۔''

ایک دوسرا شخص آیا اور کہنے لگا: ''میں نے بے سمجھے رمی سے پہلے ذبح کر لیا۔''

آپ ﷺ نے فرمایا: ''(اب) رمی کر لو اور کچھ حرج نہیں۔''

نبی ﷺ سے کسی بھی آگے پیچھے کیے ہوئے کام کے متعلق سوال نہ کیا گیا، مگر آپ نے فرمایا: ''(اب) کر لو، اور کچھ مضائقہ نہیں۔''

اس حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے منی میں سوال کرنے والے لوگوں کو جوابات دیے اور تب آپ ﷺ سوار تھے۔ امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس حدیث پر عنوان بایں الفاظ تحریر فرمایا ہے:

[بَابُ الْفُتْيَا وَهُوَ وَاقِفٌ عَلَى الدَّابَّةِ وَغَيْرِهَا][2]

[جانور وغیرہ پر حالت سواری میں فتوی دینے کے متعلق باب]

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کی شرح کرتے ہوئے تحریر کیا ہے:

"[وَهُوَ وَاقِفٌ] أَيِ الْمُفتِي وَمُرَادُهُ أَنَّ الْعَالِمَ يُجِيبُ سُؤَالَ الطَّالِبِ ،وَلَوْ كَانَ رَاكِبًا."[3]

---

[1] صحيح البخاري، كتاب العلم، رقم الحديث ۸۳، ۱/ ۱۸۰.

[2] المرجع السابق ۱/ ۱۸۰ [3] فتح الباري ۱/ ۱۸۰.

''یعنی مفتی سواری پر ہو، اس سے مراد یہ ہے کہ عالم خواہ سوار ہو، طالب علم کے سوال کا جواب دے''

۴۔ دورانِ سفر تعلیم:

ہمارے نبی کریم ﷺ سفر کے دوران بھی سلسلہ تعلیم کو ترک نہ کرتے۔ جہاں بھی ضرورت ہوتی، یا مناسب موقع میسر آتا آپ لوگوں کو اپنے فیضِ تعلیم سے بہرہ ور فرماتے۔ ذیل میں سیرت طیبہ سے چند مثالیں توفیق الٰہی سے پیش کی جارہی ہیں:

۱۔ حدیث عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ:

حضرات ائمہ احمد بن حنبل، ابوداود اور نسائی رحمہم اللہ تعالیٰ نے حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے بیان کیا:

"كُنْتُ أَقُوْدُ بِرَسُوْلِ [لِرَسُوْلِ] اللّٰهِ ﷺ رَاحِلَتَهُ فِي السَّفَرِ، فَقَالَ لِي: "يَا عُقْبَةُ! أَلَا أُعَلِّمُكَ خَيْرَ سُوْرَتَيْنِ قُرِئَتَا؟

قُلْتُ: "بَلَى."

قَالَ: "﴿ قُلْ أَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ﴾ و ﴿ قُلْ أَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ﴾."[۱]

''میں دورانِ سفر رسول اللہ ﷺ کی اونٹنی کو ہانک رہا تھا، تو آپ ﷺ نے مجھے فرمایا:'' اے عقبہ! کیا میں تمہیں ایسی دو سورتیں نہ سکھلاؤں جو پڑھی جانے والی سورتوں میں بہترین ہیں؟ میں نے عرض کیا: ''کیوں نہیں۔''

آپ ﷺ نے فرمایا: ﴿ قُلْ أَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ﴾ اور ﴿ قُلْ أَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ﴾''.

اس حدیث شریف سے یہ بات واضح ہے کہ نبی کریم ﷺ نے دورانِ سفر حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ کو معوذتین کی تعلیم دی اور ان کی شان و عظمت سے آگاہ فرمایا۔

حدیث شریف میں دیگر فوائد:

۱۔ نبی کریم ﷺ نے تعلیم دینے سے پیشتر اپنے شاگرد کو اس کے نام سے پکارا۔ سلسلہ تعلیم میں اس بات کی

---

[۱] المسند ٤/١٥٣ (ط: المكتب الإسلامي)؛ وسنن أبي داود، أبواب قيام الليل، تفريع أبواب الوتر، باب في المعوذتين، جزء من رقم الحديث ١٤٥٩، ٤/٢٣٦؛ وسنن النسائي، كتاب الاستعاذة، ٨/٢٥٢-٢٥٣. الفاظ حدیث المسند کے ہیں۔ شیخ البانی نے اس حدیث کو [صحیح] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: سنن أبي داود ١/ ٢٧٥؛ وصحيح سنن النسائي ٣/١١٠٦).

اہمیت ایک مسلمہ حقیقت ہے۔[1]

۲۔ آپ ﷺ نے معوّذتین کی تعلیم دینے سے پہلے ان کی شان وعظمت کا ذکر فرمایا اور اس سے بلاشک وشبہ سامع کے شوقِ تعلیم میں اضافے کی قوی امید ہوتی ہے۔

ب۔ حدیث عمران بن حصین رضی اللہ عنہ:

امام احمد اور امام ترمذی رحمہما اللہ تعالیٰ نے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے بیان کیا:

"كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِيْ سَفَرٍ، فَتَفَاوَتَ بَيْنَ أَصْحَابِهٖ فِي السَّيْرِ، فَرَفَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ صَوْتَهٗ بِهَاتَيْنِ الْآيَتَيْنِ: ﴿يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ إِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيْمٌ﴾ إلى قوله: ﴿وَلٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِيْدٌ﴾.[2]

فَلَمَّا سَمِعَ ذٰلِكَ أَصْحَابُهٗ حَثُّوا الْمَطِيَّ، وَعَرَفُوْا أَنَّهٗ عِنْدَ قَوْلٍ يَقُوْلُه.

فَقَالَ: "هَلْ تَدْرُوْنَ أَيُّ يَوْمٍ ذٰلِكَ؟".

قَالُوْا: "اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ أَعْلَمُ".

قَالَ: "ذٰلِكَ يَوْمٌ يُنَادِي اللّٰهُ فِيْهِ آدَمَ عليه السلام فَيُنَادِيْهِ رَبُّهٗ فَيَقُوْلُ: "يَا آدَمُ! ابْعَثْ بَعْثَ النَّارِ".

فَيَقُوْلُ: "أَيْ رَبِّ! وَمَا بَعْثُ النَّارِ؟".

فَيَقُوْلُ: "مِنْ كُلِّ أَلْفٍ تِسْعُمِائَةٍ وَتِسْعَةٌ وَّ تِسْعُوْنَ إِلَى النَّارِ، وَوَاحِدٌ إِلَى الْجَنَّةِ".

فَيَئِسَ الْقَوْمُ، حَتّٰى مَا أَبْدَوْا بِضَاحِكَةٍ. فَلَمَّا رَأٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ الَّذِي بِأَصْحَابِهٖ، قَالَ: "اِعْمَلُوْا، وَأَبْشِرُوْا، فَوَالَّذِيْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ ﷺ بِيَدِهٖ! إِنَّكُمْ لَمَعَ خَلِيْقَتَيْنِ، مَا كَانَتَا مَعَ شَيْءٍ إِلَّا كَثَّرَتَاهُ: يَأْجُوْجُ وَمَأْجُوْجُ، وَمَنْ مَّاتَ مِنْ بَنِيْ آدَمَ وَبَنِيْ إِبْلِيْسَ".

قَالَ: "فَسُرِّيَ عَنِ الْقَوْمِ بَعْضُ الَّذِيْ يَجِدُوْنَ".

فَقَالَ: "اِعْمَلُوْا، وَأَبْشِرُوْا، فَوَالَّذِيْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ ﷺ بِيَدِهٖ! مَا أَنْتُمْ فِي النَّاسِ

---

[1] اس کی تفصیل کتاب ہذا کے صفحات ۹۲۔۱۰۱ پر ملاحظہ فرمائیے۔

[2] سورة الحج/الآيتان ۱۔۲۔

إِلَّا کَالشَّامَةِ فِي جَنْبِ الْبَعِيرِ، أَوْ کَالرَّقْمَةِ فِي ذِرَاعِ الدَّابَّة." [1]

''ہم ایک سفر میں نبی کریم ﷺ کی معیت میں تھے۔ چلنے میں آپ ﷺ کے ساتھی آگے پیچھے ہو گئے، تو رسول اللہ ﷺ نے (سورۃ الحج کی) ان دو آیتوں کے ساتھ اپنی آواز کو بلند فرمایا (یَا أَیُّهَا النَّاسُ ......) سے اللہ تعالیٰ کے ارشاد (وَلٰکِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِیْدٌ) تک۔

جب آپ ﷺ کے صحابہ نے آپ کی آواز کو سنا تو انہوں نے اپنی سواریوں کو تیز کیا اور وہ سمجھ گئے کہ آپ ﷺ کچھ فرمانا چاہتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''کیا تمہیں معلوم ہے کہ وہ کون سا دن ہے؟''

انہوں نے عرض کیا: ''اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ زیادہ جانتے ہیں۔''

آپ ﷺ نے فرمایا: ''وہ دن وہ ہوگا کہ جس میں اللہ تعالیٰ آدم علیہ السلام کو آواز دیں گے اور وہ اپنے رب تعالیٰ کو جواب دیں گے۔ پس اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ''اے آدم! جہنم والوں کو نکالو۔''

وہ عرض کریں گے: ''اے میرے رب! جہنم والے کون ہیں۔''

اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ''ہر ہزار میں سے نوسو ننانوے جہنم کی طرف اور ایک جنت کی طرف۔''

[یہ سن کر] لوگ اس قدر مایوس ہوئے کہ مسکرائے تک نہیں۔

جب رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہ کی کیفیت کو دیکھا، تو فرمایا: ''عمل کرو اور خوش ہو جاؤ۔ اس ذات [پاک] کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے! یقیناً تم دو ایسی مخلوقوں کے ساتھ ہو کہ وہ دونوں جس کے ساتھ بھی ہوں اس کی تعداد کو بہت زیادہ کر دیتی ہیں اور وہ دو مخلوقیں یاجوج وماجوج اور آدم علیہ السلام اور ابلیس کی فوت شدہ اولاد ہے۔''

راوی نے بیان کیا کہ لوگوں کی مایوسی قدرے کم ہوئی، تو آپ نے فرمایا: ''عمل کرو اور خوش ہو جاؤ۔ اس ذات [پاک] کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے! تم (امت محمدیہ والو!) تمام لوگوں کی نسبت (تعداد میں) اتنے ہو کہ جتنا اونٹ کے پہلو میں دھبہ ہوتا ہے یا جیسے عام جانور کے بازو میں ایک داغ۔ (یعنی کفار کی نسبت تم بہت تھوڑے ہو۔)''

---

[1] المسند، رقم الحدیث ۱۹۹۰۱، ۳۳/۱۳۴۔۱۳۵ (ط: موسسة الرسالة)؛ وجامع الترمذي، أبواب تفسیر القرآن، ومن سورة الحج، رقم الحدیث ۳۱۶۹ (۹/۱۰۔۱۱). الفاظ حدیث جامع الترمذي کے ہیں۔ امام ترمذی نے اس حدیث کو [حسن صحیح] قرار دیا ہے۔ (المرجع السابق ۹/۱۱)؛ علامہ مبارکپوری نے تحریر کیا ہے کہ اس حدیث کو حضرات ائمہ احمد، نسائی اور حاکم نے روایت کیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: تحفة الأحوذي ۹/۱۱)؛ اور شیخ البانی، شیخ شعیب ارناؤوط اور ان کے رفقاء نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: صحیح سنن الترمذي ۳/۷۹، وهامش المسند ۳۳/۱۳۵۔۱۳۶).

اس حدیث شریف سے یہ بات واضح ہے کہ آپ ﷺ نے مذکورہ بالا دونوں آیتوں کے متعلق باتیں حضرات صحابہ کو سفر میں بتلائیں۔

حدیث شریف میں دیگر فوائد:

حدیث شریف سے معلوم ہونے والی دیگر باتوں میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

۱۔ بات شروع کرنے سے پیشتر صحابہ کی توجہ مبذول کروانا: بلند آواز سے دونوں آیتوں کی تلاوت اور پھر اسلوب استفہام اختیار فرمانا[۱] اسی بات پر دلالت کناں ہیں۔

۲۔ سلسلہ تعلیم کے دوران رونما ہونے والی کیفیت کا ادراک اور اس کے متعلق مناسب بات فرمانا: اس پر راوی کا یہ کہنا کہ: [جب رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہ کی کیفیت کو دیکھا تو فرمایا:......] دلالت کرتا ہے۔[۲]

۳۔ اپنے ارشاد: ''عمل کرو اور خوش ہو جاؤ'' کو دو بار فرمانا۔[۳]

۴۔ بات کی تاکید کی غرض سے دو مرتبہ قسم کھانا: اس میں بلا شک و شبہ آپ ﷺ کی امت کو سمجھانے کے لیے شدید رغبت جلوہ گر ہے۔

ج۔ حدیث ابی ایوب رضی اللہ عنہ:

امام مسلم رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ:

"أَنَّ أَعْرَابِيًّا عَرَضَ لِرَسُولِ اللّٰهِ ﷺ وَهُوَ فِي سَفَرٍ، فَأَخَذَ بِخِطَامِ نَاقَتِهِ أَوْ بِزِمَامِهَا، ثُمَّ قَالَ: "يَا رَسُولَ اللّٰهِ! أَوْ يَا مُحَمَّدُ ﷺ! أَخْبِرْنِي بِمَا يُقَرِّبُنِي مِنَ الْجَنَّةِ وَمَا يُبَاعِدُنِي مِنَ النَّارِ؟".

قَالَ: " فَكَفَّ النَّبِيُّ ﷺ، ثُمَّ نَظَرَ فِي أَصْحَابِهِ، ثُمَّ قَالَ: "لَقَدْ وُفِّقَ أَوْ لَقَدْ هُدِيَ." قَالَ: " كَيْفَ قُلْتَ؟".

قَالَ: "فَأَعَادَ. فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: " تَعْبُدُ اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا، وَتُقِيمُ الصَّلَاةَ، وَتُؤْتِي الزَّكَاةَ، وَتَصِلُ الرَّحِمَ. دَعِ النَّاقَةَ."[۴]

---

[۱] آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ وہ کون سا دن ہے؟ اسلوب استفہام استعمال کرنے کے متعلق تفصیل کتاب ھذا کے صفحات ۱۶۵۔۱۷۰ پر ملاحظہ فرمائیے۔

[۲] اس بارے میں تفصیل کتاب ھذا کے صفحات ۳۱۲۔۳۱۹ پر ملاحظہ فرمائیے۔

[۳] تعلیم میں تکرار کے متعلق تفصیل کتاب ھذا کے صفحات ۱۲۰۔۱۳۴ پر ملاحظہ فرمائیے۔

[۴] صحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب الإيمان الذي به يدخل الجنة، وأن من تمسّك ما أمر به دخل الجنة، رقم الحديث ۱۲ (۱۳)، ۱/ ۴۲۔۴۳.

دورانِ سفر رسول اللہ ﷺ کے سامنے ایک بدو آیا۔ اس نے آپ ﷺ کی اونٹنی کی لگام کو تھام لیا۔ پھر کہنے لگا: ''یا رسول اللہ! [1] یا اے محمد ﷺ! مجھے وہ بات بتلائیے جو مجھے جنت سے قریب کردے، اور [جہنم کی] آگ سے دور کردے؟''

روای نے بیان کیا: ''نبی ﷺ رک گئے۔ پھر آپ نے اپنے صحابہ کی طرف دیکھا، پھر فرمایا: ''اس کو توفیق عطا کی گئی، یا [یہ فرمایا کہ] اس کو ہدایت دی گئی۔''

آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم نے کیسے کہا؟''

راوی نے بیان کیا: اس [سائل] نے [اپنے سوال کو] دہرایا، تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور صلہ رحمی کرو۔ [اب] اونٹنی کو چھوڑ دو۔''

اس حدیث شریف سے یہ بات واضح ہے کہ آپ ﷺ سے دوران سفر جنت سے قریب کرنے والے، اور جہنم سے دور کرنے والے اعمال کے متعلق سوال کیا گیا، تو آپ نے سائل اور سامعین کو جواب سے نوازا۔

حدیث شریف میں دیگر فوائد:

حدیث شریف میں موجود دیگر فوائد میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

1. سوال کرنے والے کے ساتھ تواضع سے پیش آنا۔ سائل نے آپ ﷺ کی سواری کی لگام کو تھام کر روکا اور سوال کیا تو آپ ﷺ نے ڈانٹ ڈپٹ نہ کی، بلکہ اس کے سوال کا جواب دیا۔ [2]
2. عمدہ سوال کرنے پر سائل کی تعریف فرمائی۔ [3]
3. سوال کا جواب دینے سے بیشتر حاضرین کو اپنی طرف متوجہ کیا اور سائل کو دوبارہ سوال کرنے کا حکم دیا تاکہ دیگر لوگ سوال بھی سن لیں اور اس کے بعد جواب بھی سن لیں۔

---

[1] راوی کو شک ہے کہ اس نے یا تو [یا رسول اللہ ﷺ] یا [یا محمد ﷺ] کہہ کر آپ کو پکارا تھا۔

[2] اس بارے میں تفصیل کتاب ھذا کے صفحات ۲۵۰۔۲۵۶ پر ملاحظہ فرمائیے۔

[3] اس بارے میں تفصیل کتاب ھذا کے صفحات ۱۹۵۔۲۰۱ پر ملاحظہ فرمائیے۔

(3)

مختلف اقسام کے لوگوں کو تعلیم

ہمارے نبی کریم ﷺ نے اپنے فیض تعلیم کو کسی مخصوص گروہ یا جماعت میں محصور نہیں فرمایا تھا، بلکہ تا حد استطاعت زیادہ سے زیادہ اقسام کے لوگوں کو تعلیم دیتے تھے۔ اس بارے میں سیرتِ طیبہ سے چند ایک شواہد ذیل میں پیش کیے جا رہے ہیں:

ا۔ اہل خانہ کو تعلیم:

امام مسلم رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا سے روایت نقل کی ہے کہ:

"أَنَّ النَّبِيَّ خَرَجَ مِنْ عِنْدِهَا بُكْرَةً حِيْنَ صَلَّى الصُّبْحَ ، وَهِيَ فِيْ مَسْجِدِهَا ، ثُمَّ رَجَعَ بَعْدَ أَنْ أَضْحٰى ، وهِيَ جَالِسَةٌ ، فَقَالَ: "مَا زِلْتِ عَلَى الْحَالِ الَّتِيْ فَارَقْتُكِ عَلَيْهَا. ؟"

قَالَتْ: "نَعَمْ."

قَالَ: "لَقَدْ قُلْتُ بَعْدَكِ أَرْبَعَ كَلِمَاتٍ ، ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ، لَوْ وُزِنَتْ بِمَاقُلْتِ مُنْذُ الیوم لَوزَنَتْهُنَّ: سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهِ عَدَدَ خَلْقِهِ وَرِضَا نَفْسِهِ وَزِنَةَ عَرْشِهِ وَمِدَادَ كَلِمَاتِهِ." [1]

"بلاشبہ نبی ﷺ ان کے ہاں سے [نماز] صبح پڑھ کر تشریف لے گئے اور وہ اس وقت اپنی جائے نماز میں تھیں۔ پھر آپ ﷺ چاشت کے وقت تشریف لائے، تو وہ [وہیں] بیٹھی تھیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "میں نے جس حالت میں تمہیں چھوڑا تھا، تا حال اسی حالت میں ہو؟"

انہوں نے عرض کیا: "جی ہاں۔"

آپ ﷺ نے فرمایا: "میں نے تمہارے بعد [یعنی تجھ سے جدا ہونے کے بعد] چار جملے تین مرتبہ کہے ہیں، اگر انہیں تمہارے آج کے [سارے] اذکار کے ساتھ تولا جائے، تو ان کا وزن زیادہ ہوگا۔ [وہ جملے یہ ہیں] سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهِ عَدَدَ خَلْقِهِ وَرِضَا نَفْسِهِ وَزِنَةَ

---

[1] صحيح مسلم، كتاب الذكر والدعاء والتوبة والاستغفار، باب التسبيح أول النهار و عند النوم ، رقم الحديث ٧٩(٢٧٢٦)، ٤/ ٢٠٩٠.

عَرْشِهِ وَمِدَادَ كَلِمَاتِهِ."[1]

اس حدیث شریف میں ان نادان معلمین کے لیے شدید تنبیہ ہے جنہیں لوگوں کو تعلیم دینے کا غم کھائے جارہا ہے، لیکن اپنے گھر والوں کی تعلیم وتربیت سے یکسر غافل ہیں۔

۲۔ چچا کو تعلیم:

امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے بیان کیا:

قُلْتُ: "يَا رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ! عَلِّمْنِي شَيْئًا أَسْأَلُهُ اللّٰهَ".

قَالَ: "سَلِ اللّٰهَ الْعَافِيَةَ".

فَمَكَثْتُ أَيَّامًا، ثُمَّ جِئْتُ، فَقُلْتُ: "يَا رَسُولَ اللّٰهِ! عَلِّمْنِي شَيْئًا أَسْأَلُهُ اللّٰهَ".

فَقَالَ لِي: "يَاعَبَّاسُ! يَا عَمَّ رَسُولِ اللّٰهِ! سَلِ اللّٰهَ الْعَافِيَةَ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ".[2]

"میں نے کہا: "یا رسول اللہ ﷺ! مجھے وہ چیز بتلایئے کہ میں اس کو اللہ تعالیٰ سے طلب کروں"۔

آپ ﷺ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ سے عافیت طلب کرو"۔

میں کچھ دن کے بعد پھر (آپ ﷺ کے پاس) آیا اور کہا: "یارسول اللہ ﷺ! مجھے وہ چیز بتلایئے کہ میں وہ اللہ تعالیٰ سے مانگوں"۔

آپ ﷺ نے مجھے فرمایا: "اے عباس! اے رسول اللہ ﷺ کے چچا! اللہ تعالیٰ سے دنیا و آخرت کی عافیت طلب کرو"۔"[3]

اس حدیث شریف سے یہ بات واضح ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اپنے چچا محترم کو دنیا وآخرت کی عافیت طلب کرنے کی تعلیم دی۔

---

[1] یعنی اللہ تعالیٰ اپنی تعریف کے ساتھ ہر عیب سے پاک ہے اپنی مخلوق کی گنتی اپنے نفس کی رضا، اپنے عرش کے وزن اور اپنے کلمات کی سیاہی کے بقدر۔

[2] جامع الترمذي، أبواب الدعوات، باب، رقم الحديث ٣٥١٤، ٩/٣٤٨۔ شیخ البانی نے اس کو [صحیح] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: صحيح سنن الترمذي ٣/١٧٠)۔

[3] "نبی کریم ﷺ نے اپنے چچا محترم عباس رضی اللہ عنہ کو صلاۃ التسبیح بھی سکھلائی۔ حوالے کے لیے ملاحظہ ہو: راقم السطور کی کتاب "ركائز الدعوة الى الله تعالىٰ فى ضوء النصوص و سير الصالحين ص ١٤٥-١٤٧"۔

۳۔ چچازاد بھائی کو تعلیم:

امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ:

" أَنَّ مُكَاتَبًا جَاءَهُ ، فَقَالَ: " إِنِّيْ قَدْ عَجَزْتُ عَنْ كِتَابَتِيْ فَأَعِنِّيْ" قَالَ: " أَلَا أُعَلِّمُكَ كَلِمَاتٍ عَلَّمَنِيْهِنَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَوْ كَانَ عَلَيْكَ مِثْلُ جَبَلِ صِيرٍ دَيْنًا ، أَدَّاهُ اللّٰهُ عَنْكَ.؟

قَالَ: قُلْ: "اَللّٰهُمَّ اكْفِنِيْ بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ وَأَغْنِنِيْ بِفَضْلِكَ عَنْ سِوَاكَ". [1]

"ایک مکاتب [2] ان کے پاس آیا، اور اس نے عرض کیا کہ میں حصول آزادی کے لیے طے شدہ رقم کے ادا کرنے سے عاجز آ گیا ہوں، اس لیے آپ میرے ساتھ تعاون کیجیے۔"

انہوں نے فرمایا: "کیا میں تمہیں وہ کلمات نہ سکھلا دوں جو مجھے رسول اللہ ﷺ نے سکھلائے تھے؟ اگر تمہارے ذمہ جبل صبیر کے بقدر قرض ہو، تو اللہ تعالیٰ اس کو تمہاری طرف سے ادا کرے گا۔" (پھر) فرمایا: کہو: "اے میرے اللہ! اپنے حلال کے ذریعے اپنی حرام کردہ چیزوں سے میری کفایت فرما دیجیے، اور اپنے سوا مجھے ہر شخص سے بے نیاز کر دیجیے۔"

اس حدیث شریف میں یہ بات واضح ہے کہ آپ ﷺ نے اپنے چچازاد بھائی حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مذکورہ بالا دعا سکھلائی۔

۴۔ چچازاد بہن کو تعلیم:

امام ابوداود رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے کہ:

" أَنَّ ضُبَاعَةَ بِنْتَ الزُّبَيْرِ ابْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَتَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَتْ: "يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنِّيْ أُرِيْدُ الْحَجَّ أَشْتَرِطُ؟" قَالَ: " نَعَمْ."

قَالَتْ: " فَكَيْفَ أَقُوْلُ؟".

---

[1] جامع الترمذي، أحاديث شتى من أبواب الدعوات، باب، رقم الحديث ۳۷۹۸، ۱۰/۶-۷. امام ترمذی نے اس حدیث کو [حسن غریب] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: المرجع السابق ۱۰/۷)؛ علامہ مبارکپوری نے لکھا ہے کہ اس کو بیہقی نے الدعوات الکبیر اور حاکم نے روایت کیا ہے۔ اور حاکم نے اس کو [صحیح] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: تحفة الأحوذي ۱۰/۷)؛ شیخ البانی نے اس کو [حسن] کہا ہے۔ (ملاحظہ ہو: صحیح سنن الترمذي ۳/۱۸۰).

[2] کچھ مال یا خدمت طے کر کے اپنے مالک سے آزادی حاصل کرنے والا غلام۔

قَالَ : " قُوْلِيْ : "لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ وَمَحِلِّيْ مِنَ الْأَرْضِ حَيْثُ حَبَسْتَنِيْ." "[1]

''ضباعة بنت زبیر بن عبد المطلب رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں، اور عرض کیا: ''یا رسول اللہ ﷺ! میں ارادہ حج کر رہی ہوں، کیا میں شرط کرلوں؟[2]

آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں۔''

انہوں نے عرض کیا: ''تو میں کیسے کہوں؟''

آپ ﷺ نے فرمایا ''تم کہو: میں حاضر ہوں، میں حاضر ہوں، اے میرے اللہ! میں حاضر ہوں، میں حاضر ہوں اور جہاں آپ نے مجھے روکا وہ ہی میرے احرام کھولنے کی جگہ ہے۔''

اس حدیث شریف میں یہ بات واضح ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اپنے چچا زبیر کی صاحبزادی حضرت ضباعہ رضی اللہ عنہا کو حج کے احرام کو مشروط کرنے کی کیفیت سکھلائی۔

۵۔ ساتھی کو تعلیم:

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت نقل ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا:

" عَلِّمْنِيْ دُعَاءً أَدْعُوْا بِهٖ فِيْ صَلَاتِيْ."

''مجھے ایک ایسی دعا سکھلا دیں، جس کے ساتھ میں اپنی نماز میں دعا کیا کروں۔''

قَالَ : " قُلْ : "اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ ظُلْمًا كَثِيْرًا ، وَلَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ إِلَّا أَنْتَ ، فَاغْفِرْلِيْ مَغْفِرَةً مِّنْ عِنْدِكَ وَارْحَمْنِيْ ، إِنَّكَ أَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ". "[3]

''آپ ﷺ نے فرمایا: کہو: ''اے میرے اللہ! میں نے اپنی جان پر بہت زیادہ ظلم کیا اور گناہوں کو آپ کے سوا کوئی دوسرا معاف فرمانے والا نہیں۔ پس آپ مجھے اپنی طرف سے بھرپور مغفرت عطا فرمائیے اور مجھ پر رحم فرمائیے، بلاشک وشبہ آپ ہی مغفرت کرنے والے مہربان ہیں۔''

اس حدیث شریف سے یہ بات واضح ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اپنے ساتھی صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو نماز میں

---

[1] سنن أبي داود ، كتاب المناسك،باب الاشتراط في الحج، رقم الحديث(۱۷۷۳)، ۵/ ۱۳۳۔۱۳۴۔ شیخ البانی نے اس حدیث کو[حسن صحیح]قرار دیا ہے۔(ملاحظہ ہو: صحيح أبي داود ۱/۳۳۲)۔ اصل حدیث صحیح مسلم میں ہے۔(ملاحظہ ہو: صحیح مسلم،كتاب الحج،باب جواز اشتراط المحرم التحليل بعذر المرض ونحوه ، رقم الحديث۱۰۴(۱۲۰۷)، ۲/۸۶۷۔۸۶۸)۔

[2] یعنی مشروط احرام باندھ لوں کہ جہاں کہیں احرام باقی رکھنا مشکل ہو، وہاں حالت احرام کو ختم کردوں؟

[3] صحيح البخاري، كتاب الأذان ، باب الدعاء قبل السلام، رقم الحديث ۸۳۴، ۲/۳۱۷۔

کی جانے والی مذکورہ بالا دعا سکھائی۔

۶۔ جوانوں کو تعلیم:

ا: حدیث مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ:

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے بیان کیا:

" أَتَيْنَا النَّبِيَّ ﷺ وَنَحْنُ شَبَبَةٌ مُتَقَارِبُوْنَ فَأَقَمْنَا عِنْدَهُ عِشْرِيْنَ لَيْلَةً ، وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ رَقِيْقًا. فَلَمَّا ظَنَّ أَنَّا قَدِ اشْتَهَيْنَا أَهْلَنَا ـــ أَوْقَدِ اشْتَقْنَا ـــ سَأَلَنَا عَمَّنْ تَرَكْنَا بَعْدَنَا، فَأَخْبَرْنَاهُ". قَالَ:" ارْجِعُوْا إِلٰى أَهْلِيْكُمْ ، فَأَقِيْمُوْا فِيْهِمْ، وَعَلِّمُوْهُمْ وَمُرُوْهُمْ ـــ وَذَكَرَ أَشْيَاءَ أَحْفَظُهَا أَوْلَا أَحْفَظُهَا ـــ وَصَلُّوْا كَمَا رَأَيْتُمُوْنِيْ أُصَلِّيْ. فَإِذَا حَضَرَتِ الصَّلَاةُ فَلْيُؤَذِّنْ لَكُمْ أَحَدُكُمْ ، وَلْيَؤُمَّكُمْ أَكْبَرُكُمْ". [1]

''ہم نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ہم سب جوان اور ہم عمر تھے، ہم آپ کی خدمت میں بیس راتیں ٹھہرے رہے، آنحضرت ﷺ بہت مہربان تھے۔ جب آپ نے سمجھا کہ ہم اپنے گھر والوں کی طرف مشتاق ہیں، تو آپ نے ہم سے پوچھا کہ ہم اپنے پیچھے کن لوگوں کو چھوڑ کر آئے ہیں۔ ہم نے آپ کو بتایا تو آپ نے فرمایا: ''اپنے گھر والوں کی طرف پلٹ جاؤ، اور انہی میں رہو، انہیں علم سکھاؤ اور حکم دو۔ آپ نے بہت سی [دیگر] باتیں فرمائیں، جن میں سے بعض مجھے یاد ہیں اور بعض مجھے یاد نہیں ۔ نماز اسی طرح پڑھو، جس طرح نماز پڑھتے ہوئے تم نے مجھے دیکھا۔ اور جب نماز کا وقت ہو جائے، تو تم میں سے ایک تمہارے لیے اذان کہے اور جو تم میں سے عمر میں سب سے بڑا ہو وہ تمہاری امامت کروائے۔''

اس حدیث شریف سے یہ بات واضح ہے کہ ہم عمر جوانوں کا ایک گروہ بیس دن تک نبی کریم ﷺ سے فیض تعلیم پانے کی سعادت سے بہرہ ور ہوا۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُوالْفَضْلِ الْعَظِيْمِ.

---

[1] صحيح البخاري، كتاب خبر الآحاد، باب ما جاء في إجازة خبر الواحد الصدوق في الأذان والصلاة والصوم والفرائض والأحكام، رقم الحديث ٧٢٤٦، ١٣/٢٣١.

ب: حدیث جندب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ:

امام ابن ماجہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت جندب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے بیان کیا:

"كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ وَ نَحْنُ فِتْيَانٌ حَزَاوِرَةٌ، فَتَعَلَّمْنَا الْإِيْمَانَ قَبْلَ أَنْ نَتَعَلَّمَ الْقُرْآنَ، ثُمَّ تَعَلَّمْنَا الْقُرآنَ، فَازْدَدْنَابِهِ إِيْمَانًا۔"[1]

"ہم نبی کریم ﷺ کی معیت میں رہے اور ہم قوت والے جوانوں کی جماعت تھے، پس ہم نے قرآن سیکھنے سے پہلے ایمان سیکھا، پھر ہم نے قرآن سیکھا، تو اس کے ساتھ ہمارے ایمان میں اضافہ ہوا۔"

اس حدیث شریف سے واضح ہے کہ حضرت جندب بن عبداللہ سمیت طاقتور نوجوانوں کے ایک گروہ رضی اللہ عنہم نے نبی کریم ﷺ سے ایمان و قرآن سیکھا۔

۷۔ بچوں کو تعلیم:

امام احمد اور امام ترمذی رحمہما اللہ تعالیٰ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے بیان کیا:

"كُنْتُ خَلْفَ النَّبِيِّ ﷺ يَوْمًا، فَقَالَ: "يَا غُلَامُ! إِنِّيْ أُعَلِّمُكَ كَلِمَاتٍ: اِحْفَظِ اللّٰهَ يَحْفَظْكَ. اِحْفَظِ اللّٰهَ تَجِدْهُ تُجَاهَكَ، وَإِذَا سَأَلْتَ فَاسْأَلِ اللّٰهَ، وَإِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ. وَاعْلَمْ أَنَّ الْأُمَّةَ لَوِاجْتَمَعَتْ عَلَى أَنْ يَّنْفَعُوكَ بِشَيْءٍ لَمْ يَنْفَعُوكَ إِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللّٰهُ لَكَ. وَإِنِ اجْتَمَعُوْا عَلَى أَنْ يَّضُرُّوْكَ بِشَيْءٍ لَمْ يَضُرُّوْكَ إِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللّٰهُ عَلَيْكَ. رُفِعَتِ الْأَقْلَامُ وَجَفَّتِ الصُّحُفُ"۔[2]

---

[1] سنن ابن ماجه، المقدمة، باب في الإيمان، رقم الحديث ۶۱، ۱/۸۶ (المطبوع بتحقيق د/بشار)۔ حافظ بوصیری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کی [سند کو صحیح] قرار دیا ہے۔ (دیکھئے: مصباح الزجاجہ ۱/۵۰)، ڈاکٹر بشار عواد معروف نے بھی اس کی [سند کو صحیح] کہا ہے۔ (ملاحظہ ہو: ہامش سنن ابن ماجہ ۱/۸۶)۔

[2] [المسند، رقم الحديث ۲۶۶۹، ۴/۲۳۳؛ وجامع الترمذي، أبواب صفة القيامة، باب، رقم الحديث ۲۵۱۶-۷/۱۸۵-۱۸۶؛ الفاظ حدیث جامع ترمذی کے ہیں۔ امام ترمذی نے اس حدیث کو [حسن صحیح] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: المرجع السابق ۷/۱۸۶)؛ شیخ احمد شاکر نے اس کی [اسناد کو صحیح] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: ہامش المسند ۴/۲۳۳)؛ اور شیخ البانی نے اس کو [صحیح] کہا ہے۔ (ملاحظہ ہو: صحیح الترمذي ۲/۳۰۹)۔

''میں ایک دن (سواری پر) نبی کریم ﷺ کے پیچھے سوار تھا تو آپ نے فرمایا: ''اے چھوٹے لڑکے! میں تمہیں چند باتوں کی تعلیم دے رہا ہوں: احکام الٰہیہ کی پاس داری کرو وہ تمہاری حفاظت کرے گا، اوامر الٰہیہ کی حفاظت کرو تم اللہ کو [ہر مصیبت میں] اپنے سامنے پاؤ گے۔ جب تم سوال کرو، تو اللہ تعالیٰ سے سوال کرو اور جب مدد طلب کرو، تو اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرو۔ یہ بات اچھی طرح سمجھ لو کہ اگر ساری امت تمہیں کچھ نفع پہچانے کے لیے متفق ہو جائے، تو تمہیں اسی قدر نفع پہنچے گا، جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے لکھ دیا ہے اور اگر سب لوگ تمہیں کچھ ضرر پہنچانے کے لیے متحد ہو جائیں، تو اسی قدر تمہیں نقصان پہنچا سکیں گے جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے تحریر کر رکھا ہے۔ قلموں کو اٹھا لیا گیا اور صحیفے خشک ہو گئے۔''

اس حدیث شریف میں ہم دیکھتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو اس وقت تعلیم دی جب وہ سنِ بلوغت کو بھی نہیں پہنچے تھے۔ آپ ﷺ نے انہیں [يَا غُلَامُ] کہہ کر پکارا اور اس مقام پر غلام سے مراد ــــ جیسا کہ ملا علی القاری نے بیان کیا ہے ــــ چھوٹا لڑکا ہے، نہ کہ مملوک۔[1]

حدیث شریف میں دیگر فوائد:

۱۔ آنحضرت ﷺ نے راستے میں سلسلہ تعلیم کو جاری فرمایا۔

۲۔ تعلیم دینے سے پیشتر ابن عباس رضی اللہ عنہما کی توجہ مکمل طور پر اپنی طرف مبذول کروانے کے لیے آپ ﷺ نے انہیں [یا غلام] کے الفاظ سے پکارا اور پھر فرمایا: [یقیناً میں تجھے چند باتوں کی تعلیم دینے لگا ہوں]۔

۸۔ عورتوں کو تعلیم:

ہمارے نبی کریم ﷺ خواتین کی تعلیم کا خاص اہتمام فرمایا کرتے تھے۔ اس سلسلے میں تین مثالیں ذیل میں پیش کی جا رہی ہیں:

ا۔ حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما:

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے بیان کیا:

'' أَشْهَدُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ ــــ أَوْقَالَ عَطَاءٌ : أَشْهَدُ عَلَى ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ ــــ خَرَجَ وَمَعَهُ بِلَالٌ رضی اللہ عنہ فَظَنَّ أَنَّهُ لَمْ يُسْمِعِ النِّسَآءَ فَوَعَظَهُنَّ وَأَمَرَهُنَّ بِالصَّدَقَةِ .

[1] ملاحظہ ہو: مرقاۃ المفاتیح ۹/۱۶۲۔ بچوں کو تعلیم دینے کے متعلق مزید مثالوں کے لیے راقم السطور کی کتاب [الاحتساب علی الأطفال] دیکھیے۔

فَجَعَلَتِ الْمَرْأَةُ تُلْقِي الْقُرْطَ وَالخَاتَمَ ، وَبِلَالٌ يَأْخُذُ فِي طَرَفِ ثَوْبِهِ ."[1]

''میں نبی کریم ﷺ کے بارے میں گواہی دیتا ہوں...... یا عطاء نے کہا: میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کے متعلق گواہی دیتا ہوں...... کہ یقیناً نبی کریم ﷺ (ایک مرتبہ مردوں کی صفوں سے عید کے موقع پر) نکلے اور آپ کے ساتھ بلال رضی اللہ عنہ تھے، آپ کو خیال ہوا کہ عورتوں کو (خطبہ عید) نہیں سنا سکے، تو آپ نے انہیں (علیحدہ) نصیحت فرمائی اور صدقے کا حکم دیا۔

(یہ وعظ سن کر) کوئی عورت بالی اور کوئی انگوٹھی ڈالنے لگی اور بلال رضی اللہ عنہ اپنے کپڑے کے دامن میں (یہ چیزیں) لینے لگے۔''

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس حدیث پر عنوان بایں الفاظ قائم کیا ہے:

[بَابُ عِظَةِ الْإِمَامِ النِّسَآءَ وَتَعْلِيمِهِنَّ]

[امام کا عورتوں کو نصیحت کرنے اور تعلیم دینے کے متعلق باب]

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ شرح حدیث میں رقم طراز ہیں:

" وَاسْتُفِيدَ الْوَعْظُ بِالتَّصْرِيحِ مِنْ قَوْلِهِ فِي الْحَدِيثِ : " فَوَعَظَهُنَّ" ، وَكَانَتِ الْمَوْعِظَةُ بِقَوْلِهِ : "إِنِّي رَأَيْتُكُنَّ أَكْثَرَ أَهْلِ النَّارِ ، لِأَنَّكُنَّ تُكْثِرْنَ اللَّعْنَ، وَتَكْفُرْنَ الْعَشِيرَ". وَاسْتُفِيدَ التَّعْلِيمُ مِنْ قَوْلِهِ : "وَأَمَرَهُنَّ بِالصَّدَقَةِ " كَأَنَّهُ أَعْلَمَهُنَّ أَنَّ فِي الصَّدَقَةِ تَكْفِيرًا لِخَطَايَاهُنَّ ."[2]

''وعظ کرنا حدیث کے الفاظ: (فَوَعَظَهُنَّ) سے صراحۃً معلوم ہو رہا ہے اور آپ ﷺ کا وعظ بایں الفاظ تھا [میں نے دیکھا ہے کہ تم اہل جہنم میں سے اکثریت میں ہو، کیونکہ تم زیادہ لعنت کرتی ہو اور خاوند کی ناشکری کرتی ہو] اور تعلیم کا دینا حدیث کے الفاظ [اور انہیں صدقے کا حکم دیا] سے معلوم ہو رہا ہے گویا کہ آپ ﷺ نے انہیں اس بات سے آگاہ فرمایا کہ صدقے میں ان کے گناہوں کا کفارہ ہے۔''

ب: حدیث یُسَیرہ رضی اللہ عنہا:

حضرات ائمہ ابوداود اور ترمذی رحمہما اللہ تعالیٰ نے حضرت یسیرہ رضی اللہ عنہا سے روایت نقل کی ہے اور وہ مہاجرات میں سے تھیں، انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں فرمایا:

" عَلَيْكُنَّ بِالتَّسْبِيحِ وَالتَّهْلِيلِ وَالتَّقْدِيسِ. وَاعْقِدْنَ بِالْأَنَامِلِ ، فَإِنَّهُنَّ مَسْؤُولَاتٌ

[1] صحيح البخاري، كتاب العلم ، رقم الحديث ۹۸، ۱/۱۹۲۔ [2] فتح الباري ۱/۱۹۲-۱۹۳۔

مُسْتَنْطَقَاتٌ ، وَلَا تَغْفُلْنَ فَتَنْسَيْنَ الرَّحْمَةَ." [1]

"تسبیح [2]، تہلیل [3] اور تقدیس [4] کو لازم کرو اور پوروں کے ساتھ ذکر کرو، کیونکہ ان سے پوچھا جائے گا اور انہیں قوت گویائی عطا کی جائے گی۔ اور غفلت نہ کرنا کہ رحمت کو بھول جاؤ۔ [5]

اس حدیث شریف سے یہ واضح ہے کہ آنحضرت ﷺ نے خواتین کو مذکورہ بالا بات کی تعلیم دی۔

ج: حدیث اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا:

امام ابوداود رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے بیان کیا:

"رسول اللہ ﷺ نے مجھے فرمایا:

" أَ لَا أُعَلِّمُكِ كَلِمَاتٍ تَقُولِينَهُنَّ عِنْدَ الْكَرْبِ أَوْ فِي الْكَرْبِ : اَللّٰهُ اَللّٰهُ رَبِّيْ لَا أُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا." [6]

"کیا میں تمہیں ایسے کلمات نہ سکھادوں، جو تو مصیبت کے وقت یا مصیبت [7] میں کہا کرے:

"اَللّٰهُ اَللّٰهُ رَبِّيْ لَا أُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا." [8]

علاوہ ازیں گزشتہ صفحات میں یہ حدیث گزر چکی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے تعلیم نسواں کی خاطر ایک عورت کے ہاں تشریف لے جانے کا وعدہ فرمایا، پھر آپ وہاں تشریف لے گئے اور انہیں تعلیم دی۔ [9] امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس حدیث پر عنوان بایں الفاظ قائم کیا:

[بَابٌ هَلْ يُجْعَلُ لِلنِّسَآءِ يَوْمًا عَلَى حِدَةٍ فِي الْعِلْمِ؟] [10]

[اس بارے میں باب کہ کیا تعلیم کی خاطر خواتین کے لیے مستقل دن متعین کیا جائے؟]

---

[1] سنن أبي داود، تفريع أبواب الوتر ، باب التسبيح بالحصى ، رقم الحديث١٤٩٨، ٤/ ٢٥٨؛ وجامع الترمذي، أبواب الدعوات، باب في فضل لا حول ولا قوة إلا بالله ، رقم الحديث٣٨١٧، ١٠/ ٣٠-٣١، الفاظ حدیث جامع الترمذی کے ہیں۔ شیخ البانی نے اس حدیث کو [حسن] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: صحيح سنن أبي داود ١/ ٢٨٠؛ وصحيح سنن الترمذي ٣/ ١٨٣).

[2] (تسبیح): سبحان اللہ کہنا۔ [3] (تہلیل): لا الہ الا اللہ کہنا۔

[4] (تقدیس): اللہ تعالیٰ کے ہر عیب و نقص سے پاک ہونے کا ذکر کرنا۔

[5] یعنی تسبیح و تہلیل و تقدیس میں غفلت کر کے رحمت الٰہی سے محروم نہ ہو جانا۔

[6] سنن أبي داود، تفريع أبواب الوتر، باب في الاستغفار ، رقم الحديث١٥٢٢، ٤/ ٢٧٠. شیخ البانی نے اس حدیث کو [صحیح] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: صحيح سنن أبي داود ١/ ٢٨٤).

[7] راوی کو تردد ہے کہ آنحضرت ﷺ نے [مصیبت کے وقت] فرمایا یا [مصیبت میں] کے الفاظ ذکر فرمائے۔

[8] "اللہ اللہ ہی میرا رب ہے، میں ان کے ساتھ کسی چیز کو بھی شریک نہیں ٹھہراتا۔"

[9] تفصیل کے لیے کتاب ہذا کا صفحہ ۴۸ ملاحظہ کیجیے۔

[10] صحيح البخاري، كتاب العلم، ١/ ١٩٥.

۹۔ بدو کو تعلیم:

امام مسلم رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے بیان کیا:

"جَاءَ أَعْرَابِيٌّ إِلَىٰ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ، فَقَالَ: "عَلِّمْنِيْ كَلَامًا أَقُوْلُهُ."

قَالَ: "قُلْ: "لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ، اَللّٰهُ أَكْبَرُ كَبِيْرًا، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ كَثِيْرًا، سُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ، لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ."

قَالَ: "فَهٰؤُلَاءِ لِرَبِّيْ فَمَا لِيْ؟"

قَالَ: "قُلْ: "اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ وَارْحَمْنِيْ وَاهْدِنِيْ وَارْزُقْنِيْ."[۱]

"ایک بدو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آیا اور کہنے لگا: "مجھے ایک ایسی بات سکھائیے کہ میں اس کو کہتا رہوں۔"

آپ ﷺ نے فرمایا: کہو: "لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ، اَللّٰهُ أَكْبَرُ كَبِيْرًا، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ كَثِيْرًا، سُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ، لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ."[۲]

اس نے عرض کیا: "یہ کلمات تو میرے رب کے لیے ہیں، میرے لیے کیا ہے؟"

آنحضرت ﷺ نے فرمایا: "کہو: "اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ وَارْحَمْنِيْ وَاهْدِنِيْ وَارْزُقْنِيْ."[۳]

حدیث شریف میں فائدہ دیگر:

اس قصے میں نبی کریم ﷺ کی شفقت و عنایت واضح ہے کہ آپ نے بدو کی بات کہ [یہ تو میرے رب کے لیے ہے، میرے لیے کیا ہے؟] پر خفگی کا اظہار نہ فرمایا، بلکہ اس کی فرمائش کو پورا فرماتے ہوئے اس کو مطلوبہ بات سے آگاہ فرمایا۔[۴]

---

[۱] صحيح مسلم، كتاب الذكر والدعاء والتوبة والاستغفار، باب فضل التهليل والتسبيح والدعاء، رقم الحديث ۲۳(۲۶۹۶)، ۴/۲۰۷۲.

[۲] ترجمہ: "کوئی معبود نہیں مگر تنہا اللہ تعالیٰ، اس کا کوئی شریک نہیں۔ اللہ تعالیٰ سب سے بڑا، عظیم ہے۔ اللہ تعالیٰ کے لیے زیادہ تعریف ہے، جہانوں کا رب اللہ تعالیٰ ہر نقص سے پاک ہے۔ نہ نیکی کرنے کی سکت ہے، نہ برائی سے بچنے کی قوت ہے، مگر غالب حکمت والے اللہ تعالیٰ کے ساتھ۔"

[۳] ترجمہ: "اے میرے اللہ! مجھے معاف فرما دیجیے اور مجھ پر رحم فرمائیے اور مجھے ہدایت دیجیے اور مجھے رزق عطا فرمائیے۔"

[۴] اس بارے میں تفصیل کتاب ھذا کے صفحات ۲۵۷۔۲۶۵ پر ملاحظہ فرمائیے۔

۱۰۔ نومسلموں کو تعلیم:

امام مسلم رحمہ اللہ تعالیٰ نے ابو مالک اشجعی سے روایت نقل کی ہے اور انہوں نے اپنے باپ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے بیان کیا:

" كَانَ الرَّجُلُ إِذَا أَسْلَمَ ، عَلَّمَهُ النَّبِيُّ ﷺ الصَّلَاةَ ، ثُمَّ أَمَرَهُ أَنْ يَّدْعُوَ بِهٰؤُلَاءِ الْكَلِمَاتِ : اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ وَارْحَمْنِيْ وَاهْدِنِيْ وَعَافِنِيْ وَارْزُقْنِيْ."[1]

''جب کوئی شخص دائرہ اسلام میں داخل ہوتا، تو نبی کریم ﷺ اس کو نماز سکھاتے، پھر اس کو ان الفاظ کے ساتھ دعا کرنے کا حکم دیتے:''اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ وَارْحَمْنِيْ وَاهْدِنِيْ وَعَافِنِيْ وَارْزُقْنِيْ.''[2]

اس حدیث شریف سے واضح ہے کہ آنحضرت ﷺ نومسلموں کو تعلیم دیا کرتے تھے۔

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الذکر والدعاء والتوبة والاستغفار، باب فضل التهليل والتسبيح والدعاء، رقم الحديث ۳۳(۲۶۹۶)، ۴/۲۰۷۲.

[2] ''اے میرے اللہ! مجھے معاف فرما دیجیے اور مجھ پر رحم فرما دیجیے اور مجھے ہدایت دیجیے اور مجھے عافیت دیجیے اور مجھے رزق دیجیے۔''

(4)

میسر آنے والے مواقع سے تعلیم میں استفادہ

ہمارے نبی کریم ﷺ کی سیرت طیبہ میں یہ بات نمایاں ہے کہ آپ میسر آنے والے مواقع کو تعلیمی مقاصد کے لیے انتہائی عمدگی سے استعمال فرمایا کرتے تھے۔ توفیق الٰہی سے اس بارے میں چند ایک شواہد ذیل میں پیش کیے جا رہے ہیں:

ا۔ چودھویں کا چاند دیکھنے پر دیدارِ الٰہی کا بیان:

امام بخاری اور امام مسلم رحمہما اللہ تعالیٰ نے حضرت جریر رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے بیان کیا:

" كُنَّا جُلُوْسًا عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَنظَرَ إِلَى الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ فَقَالَ: "أَمَا إِنَّكُمْ سَتَرَوْنَ رَبَّكُمْ كَمَا تَرَوْنَ هٰذا الْقَمَرَ ، لَا تُضَامُّوْنَ فِيْ رُؤْيَتِهِ ، فَإِنِ اسْتَطَعْتُمْ أَنْ لَّا تُغْلَبُوْا عَلَى صَلَاةٍ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا فَافْعَلُوْا يَعْنِي الْعَصْرَ وَالْفَجْرَ." ثُمَّ قَرَأَ جَرِيْرٌ رضی اللہ عنہ: ﴿ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا[1] ﴾."[2]

''ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ نے چودھویں رات کے چاند کو دیکھا، تو فرمایا: ''یقیناً تم اپنے رب کو [آخرت میں] اسی طرح دیکھو گے جس طرح تم اس چاند کو دیکھ رہے ہو۔ اس کے دیکھنے میں تمہیں کوئی زحمت نہ ہوگی۔ پس اگر ممکن ہو تو ایسی روش اختیار کرو کہ طلوع شمس سے پہلے اور غروب آفتاب سے قبل کی نماز سے تمہیں کوئی چیز روک نہ سکے۔ یعنی عصر اور فجر کی نمازوں سے۔'' پھر جریر رضی اللہ عنہ نے یہ آیت کریمہ پڑھی [جس کا ترجمہ ہے: ''طلوع شمس سے پہلے اور غروب آفتاب سے قبل اپنے رب کی تعریف کے ساتھ تسبیح بیان کیجیے'']

اس حدیث شریف میں یہ بات واضح ہے کہ آنحضرت ﷺ نے چودھویں رات کے چاند کے مشاہدہ

[1] سورة طٰهٰ / جزء من الآية ۱۳۰.

[2] متفق عليه: صحيح البخاري ، كتاب مواقيت الصلاة ، باب فضل صلاة العصر ، رقم الحديث ۵۵۴، ۲/۳۳؛ وصحيح مسلم ، كتاب المساجد ومواضع الصلاة ، باب صلاتي الصبح والعصر والمحافظة عليهما ، رقم الحديث ۲۱۱ (۶۳۳)، ۱/۴۳۹.

کے موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے حضرات صحابہ کو اس بات سے آگاہ فرمایا کہ اس طرح آخرت میں بغیر کسی زحمت اور دھکم پیل کے دیدارِ الٰہی کی سعادت سے وہ بہرہ ور ہوں گے۔

اے اللہ کریم! ہم ناکاروں، ہمارے والدین، بہن بھائیوں، ان کے اور ہمارے اہل و عیال اور سب اہل اسلام کو اس سعادت سے اپنے فضل و کرم سے محروم نہ رکھنا۔ آمین یا حيُّ یا قیوم.

۲۔ چاند دیکھنے پر اس کے گرہن کی شر سے پناہ مانگنے کا حکم:

حضرات ائمہ کرام احمد، عبد بن حمید، ترمذی اور نسائی رحمہم اللہ تعالیٰ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت نقل کی ہے کہ:

"أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَظَرَ إِلَى الْقَمَرِ ، فَقَالَ: " يَا عَائِشَةُ! اِسْتَعِيذِي بِاللّٰهِ مِنْ شَرِّ هٰذَا ، فَإِنَّ هٰذَا هُوَ الْغَاسِقُ إِذَا وَقَبَ". [1]

"نبی کریم ﷺ نے چاند کی طرف دیکھا، تو فرمایا: اے عائشہ رضی اللہ عنہا! اس کے شر سے پناہ الٰہی طلب کرو کیونکہ یہ ہی وہ [الغاسق] ہے کہ جب وہ پھیل جائے۔"

اس حدیث شریف میں آنحضرت ﷺ نے رؤیت قمر کے موقع پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو چاند گرہن کے شر سے پناہ الٰہی طلب کرنے کا حکم دیا۔ امام الطیبی نے شرح حدیث میں تحریر کیا ہے:

"آپ ﷺ کے فرمان ﴿ اَلْغَاسِقُ إِذَا وَقَبَ ﴾ میں (اَلْغَاسِقُ) سے مراد رات ہے، جب کہ سرخی غائب ہو جائے اور اندھیرا چھا جائے اور یہ [غَسَقَ يَغْسِقُ] سے ہے جس کے معنی اندھیرا چھا جانے کے ہیں۔ اس مقام پر چاند کے لیے یہ لفظ استعمال کیا گیا ہے کیونکہ وہ گرہن کے وقت تاریک ہو جاتا ہے اور [وُقُوب] سے مراد اس کا حالت گرہن میں داخل ہونا اور سیاہ ہونا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے چاند گرہن سے اس لیے پناہ طلب کی کیونکہ یہ ان آیات الٰہیہ میں سے ہے، جو کہ آفت اور مصیبت کی آمد پر دلالت کرتی ہیں۔" [2]

---

[1] المسند، رقم الحديث٢٥٨٠٢، ٨/٤٣ (ط: مؤسسة الرسالة)؛ والمنتخب من مسند عبد بن حميد ، رقم الحديث١٥١٠، ٢/٣٧٦؛ وجامع الترمذي، أبواب تفسير القرآن، ومن سورتي المعوذتين ،رقم الحديث ٣٥٨٩، ٩/٢١٣؛ والسنن الكبرىٰ للنسائي، كتاب عمل اليوم والليلة ، ما يقول إذا رفع رأسه إلى السماء ، رقم الحديث ١٠٠٦٤، ٩/١٢٢. الفاظ حدیث جامع الترمذی کے ہیں، امام ترمذی نے اس حدیث کو [حسن صحیح] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: جامع الترمذي ٩/٢١٣)؛ شیخ البانی نے اس کو [صحیح] کہا ہے۔ (ملاحظہ ہو: سلسلة الأحاديث الصحيحة ،المجلد الأول ، رقم الحديث ٣٧٢؛ وصحيح الجامع الصغير وزيادته، رقم الحديث٧٩١٦، ٢/١٣١١)؛ شیخ ارناؤوط اور ان کے رفقاء نے مسند الامام احمد کی اسناد کو [حسن] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: هامش المسند ٨/٤٣). [2] شرح الطيبي ٦/١٩٢.

حدیث شریف میں دیگر فوائد:

۱۔ آنحضرت ﷺ نے تعلیم دیتے وقت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو ان کے نام سے پکارا۔ سلسلۂ تعلیم میں اس کی اہمیت اہل فہم ونظر سے مخفی نہیں۔[1]

۲۔ آپ ﷺ نے اپنی زوجہ محترمہ کو تعلیم دینے کا اہتمام فرمایا۔[2]

۳۔ شفقتِ مادری کے مشاہدہ پر رحمت الٰہیہ کا بیان:

امام بخاری اور امام مسلم رحمہما اللہ تعالیٰ نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے بیان کیا:

" قَدِمَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ سَبْيٌ ، فَإِذَا امْرَأَةٌ مِنَ السَّبْيِ تَحَلَّبَ ثَدْيُهَا تَسْقِي ، إِذَا وَجَدَتْ صَبِيًّا فِي السَّبْيِ أَخَذَتْهُ ، فَأَلْصَقَتْهُ بِبَطْنِهَا ، وَأَرْضَعَتْهُ. فَقَالَ لَنَا النَّبِيُّ ﷺ : " أَتَرَوْنَ هٰذِهِ طَارِحَةً وَلَدَهَا فِي النَّارِ؟".

قُلْنَا: " لَا ، وَهِيَ تَقْدِرُ عَلَى أَنْ لَا تَطْرَحَهُ".

فَقَالَ : " لَلّٰهُ أَرْحَمُ بِعِبَادِهِ مِنْ هٰذِهِ بِوَلَدِهَا".[3]

''نبی کریم ﷺ کے پاس کچھ قیدی آئے، قیدیوں میں ایک عورت تھی جس کا پستان دودھ سے بھرا ہوا تھا اور وہ دودھ پلاتی تھی۔[4] اتنے میں اس کو قیدیوں میں [اپنا] بچہ ملا تو اس نے [جھٹ] اپنے پیٹ سے لگایا اور اس کو دودھ پلانے لگی، تو [اس موقع پر] نبی کریم ﷺ نے ہمیں فرمایا: ''کیا تم خیال کر سکتے ہو کہ یہ عورت اپنے بچے کو آگ میں ڈال سکتی ہے؟''

ہم نے عرض کیا: ''نہیں، جب تک کہ اس کو یہ قدرت حاصل ہو کہ یہ اپنے بچے کو آگ میں نہ پھینکے۔''

---

[1] اس بارے میں کتاب ھذا کے صفحات ۹۲۔۱۰۱ پر تفصیل ملاحظہ کیجیے۔

[2] اس بارے میں کتاب ھذا کے ص: ۵۵ بھی دیکھئے۔

[3] متفق علیہ: صحیح البخاري، کتاب الأدب ، باب رحمة الولد وتقبیله ومعانقته ، رقم الحدیث ۵۹۹۹، ۴۲۶/۱۰۔۴۲۷ الفاظ حدیث صحیح البخاری کے ہیں۔ وصحیح مسلم ، کتاب التوبة ، باب ، رقم الحدیث ۲۲(۲۷۵۴)، ۲۱۰۹/۴.

[4] یعنی جو بچہ بھی اس کو مل جاتا، جیسا کہ ایک دوسری روایت میں ہے: "إِذَا وَجَدَتْ صَبِيًّا أَخَذَتْهُ فَأَرْضَعَتْهُ ، فَوَجَدَتْ صَبِيًّا فَأَخَذَتْهُ ، فَأَلْزَمَتْهُ بَطْنَهَا. "(ملاحظہ ہو: فتح الباري ۱ / ۴۳۰) ترجمہ: ''وہ جس بچے کو بھی قیدیوں میں دیکھتی پکڑ لیتی اور اس کو دودھ پلانا شروع کر دیتی، (یہاں تک کہ) اس کو [اپنا] بچہ مل گیا، تو اس نے اس کو تھام لیا اور اپنے پیٹ کے ساتھ چمٹا لیا۔''

اس پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''جس قدر یہ عورت اپنے بچے پر مہربان ہے یقیناً اللہ تعالیٰ اس سے بھی زیادہ اپنے بندوں پر رحم کرنے والا ہے۔''

اس حدیث شریف سے یہ بات واضح ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ماں کی اپنے بچے سے شدید شفقت اور تعلق کے مشاہدہ کے موقع پر حضرات صحابہ کے لیے رحمت الٰہیہ کو بیان فرمایا۔

حدیث شریف میں دیگر فوائد:

① آنحضرت ﷺ نے کی بیان کی جانے والی بات کی طرف صحابہ کی مکمل توجہ مبذول کروانے کی خاطر اسلوب استفہام استعمال فرمایا۔[1]

② آپ ﷺ نے رحمت الٰہیہ کو مثال سے بیان فرمایا۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ نے شرح حدیث میں تحریر کیا ہے:

" وَفِيهِ ضَرْبُ الْمَثَلِ بِمَا يُدْرَكُ بِالْحَوَاسِ لِمَا لَا يُدْرِكُ بِهَا لِتَحْصِيلِ مَعْرِفَةِ الشَّيْءِ عَلَى وَجْهِهِ ، وَإِنْ كَانَ الَّذِي ضُرِبَ بِهِ الْمَثَلُ لَا يُحَاذُ بِحَقِيقَتِهِ لِأَنَّ رَحْمَةَ اللّٰهِ لَا تُدْرَكُ بِالْعَقْلِ ، وَمَعَ ذٰلِكَ فَقَرَّبَهَا النَّبِيُّ ﷺ بِحَالِ الْمَرْأَةِ الْمَذْكُورَةِ."[2]

''اس میں غیر محسوس حقیقت کو اچھی طرح سمجھانے کی غرض سے محسوس چیز کی مثال بیان کی گئی ہے، اگرچہ اس غیر محسوس حقیقت کا احاطہ ممکن نہیں۔ کیونکہ رحمت الٰہیہ کی حقیقت کا مکمل ادراک انسانی عقل سے ماوراء ہے، لیکن اس کے باوجود نبی ﷺ نے اس کو مذکورہ بالا عورت کی کیفیت کے حوالے سے (ذہنوں کے) قریب کیا۔''

۴۔ سعد رضی اللہ عنہ کے اظہار غیرت پر غیرت الٰہیہ کا بیان:

امام بخاری اور امام مسلم رحمہما اللہ تعالیٰ نے حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے کہا:

" لَوْ رَأَيْتُ رَجُلًا مَعَ امْرَأَتِي لَضَرَبْتُهُ بِالسَّيْفِ غَيْرَ مُصْفِحٍ عَنْهُ."

فَبَلَغَ ذٰلِكَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ: " أَتَعْجَبُوْنَ مِنْ غَيْرَةِ سَعْدٍ رضي الله عنه ، فَوَ اللّٰهِ!

[1] اس بارے میں کتاب ھذا کے صفحات ۱۶۵۔۱۷۰ پر تفصیل ملاحظہ کیجیے۔
[2] فتح الباري ، ۱۰/۴۳۱؛ نیز دیکھئے: بهجة النفوس ۴/۱۵۲.

لَأَنَا أَغْيَرُ مِنْهُ ، وَاللّٰهُ أَغْيَرُ مِنِّي ، مِنْ أَجْلِ غَيْرَةِ اللّٰهِ حَرَّمَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ ، وَلَا شَخْصَ أَغْيَرُ مِنَ اللّٰهِ ، وَلَا شَخْصَ أَحَبُّ إِلَيْهِ الْعُذْرُ مِنَ اللّٰهِ ، مِنْ أَجْلِ ذٰلِكَ بَعَثَ اللّٰهُ الْمُرْسَلِينَ مُبَشِّرِينَ وَمُنْذِرِينَ ، وَلَا شَخْصَ أَحَبُّ إِلَيْهِ الْمِدْحَةُ مِنَ اللّٰهِ ، مِنْ أَجْلِ ذٰلِكَ وَعَدَ اللّٰهُ الْجَنَّةَ."[1]

''اگر میں اپنی بیوی کے ساتھ کسی (غیر) مرد کو دیکھوں، تو اسے تلوار کے ساتھ ماروں گا اور اسے معاف نہیں کروں گا۔''

یہ بات رسول اللہ ﷺ کو پہنچی، تو آپ نے فرمایا: ''کیا تم غیرتِ سعد پر تعجب کرتے ہو؟ پس اللہ تعالیٰ کی قسم! میں یقیناً اس سے زیادہ غیرت مند ہوں اور اللہ تعالیٰ مجھ سے زیادہ باغیرت ہیں اور غیرت الٰہیہ ہی کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے ظاہری اور باطنی [یعنی تمام قسم کے] فواحش کو حرام قرار دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے زیادہ معذرت کسی کو پسند نہیں۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے بشارت دینے والے اور ڈرانے والے رسولوں کو بھیجا۔ اللہ تعالیٰ سے زیادہ کسی کو تعریف پسند نہیں، اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے جنت کا وعدہ فرمایا ہے۔''

اس حدیث شریف سے یہ بات واضح ہے کہ جب آنحضرت ﷺ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی شدید غیرت پر دلالت کرنے والی گفتگو سنی، تو آپ نے اپنی اور اللہ تعالیٰ کی اس سے بھی زیادہ شدید غیرت سے حضرات صحابہ کو آگاہ فرمایا۔

حدیث شریف میں فائدہ دیگر:

آنحضرت ﷺ نے حضرات صحابہ سے گفتگو کی ابتدا سوالیہ انداز میں کرتے ہوئے فرمایا: ''کیا تم غیرتِ سعد رضی اللہ عنہ، پر تعجب کرتے ہو؟''

اور بلاشک وشبہ سامعین کی توجہ مبذول کروانے کا یہ ایک بہترین طریقہ ہے۔[2]

---

[1] متفق علیه: صحیح البخاري ، کتاب التوحید، باب قول النبي ﷺ: " لَا شخص أغیر من اللّٰه " ، رقم الحدیث ۷٤۱٦، ۱۳/۳۹۹؛ وصحیح مسلم ، کتاب اللعان ، رقم الحدیث ۱۷(۱٤۹۹)، ۲/۱۱۳٦؛ الفاظ حدیث صحیح مسلم کے ہیں۔

[2] اس بارے میں تفصیل کتاب ھذا کے صفحات ۱٦۵۔۱۷۰ پر ملاحظہ فرمایئے۔

(5)

طالب علم کا خیر مقدم

ہمارے نبی کریم ﷺ کی سیرت طیبہ سے یہ بات ثابت ہے کہ آپ نے طلب علم کی غرض سے آنے والوں کا حسنِ استقبال کرتے ہوئے انہیں خوش آمدید کہا۔ توفیقِ الٰہی سے اس سلسلے میں تین مثالیں پیش کی جا رہی ہیں:

ا۔ صفوان مرادی رضی اللہ عنہ کا خیر مقدم:

امام طبرانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت صفوان بن عسال مرادی رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے بیان کیا:

" أَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ وَهُوَ فِي الْمَسْجِدِ مُتَّكِئٌ عَلَى بُرْدٍ لَهُ أَحْمَرَ، فَقُلْتُ لَهُ: " يَا رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ! إِنِّي جِئْتُ أَطْلُبُ الْعِلْمَ". فَقَالَ: " مَرْحَبًا بِطَالِبِ الْعِلْمِ! إِنَّ طَالِبَ الْعِلْمِ لَتَحُفُّهُ الْمَلَائِكَةُ بِأَجْنِحَتِهَا، ثُمَّ يَرْكَبُ بَعْضُهُمْ بَعْضًا، حَتّٰى يَبْلُغُوا السَّمَآءَ الدُّنْيَا مِنْ مُحَبَّتِهِمْ لِمَا يَطْلُبُ". [1]

''میں نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس وقت آپ اپنی سرخ چادر پر ٹیک لگائے مسجد میں تشریف فرما تھے، تو میں نے عرض کیا: ''میں طلب علم کے لیے حاضر خدمت ہوا ہوں۔'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''طالب علم کو خوش آمدید! یقیناً طالب علم کو فرشتے اپنے پروں سے گھیر لیتے ہیں، پھر وہ ایک دوسرے کے اوپر سوار ہوتے ہوئے آسمانِ دنیا تک پہنچ جاتے ہیں۔ وہ یہ [سب کچھ] اس کے مطلوب [یعنی علم] سے محبت کی بنا پر کرتے ہیں۔''

اس حدیث شریف سے یہ بات واضح ہے کہ آنحضرت ﷺ نے طلبِ علم کے لیے حاضرِ خدمت ہونے

---

[1] نقلا عن مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، كتاب العلم، باب في طلب العلم وإظهار البشر له، ۱/۱۳۱. حافظ ہیثمی نے تحریر کیا ہے: ''اس کو الطبرانی نے [المعجم] الکبیر میں روایت کیا ہے اور [اس کے روایت کرنے والے صحیح کے راوی ہیں۔] (المرجع السابق ۱/۱۳۱)۔ حافظ منذری نے لکھا ہے کہ اس کو احمد اور الطبرانی نے [عمدہ اسناد] کے ساتھ روایت کیا ہے۔ ابن حبان اور حاکم نے بھی اس کو روایت کیا ہے، اور حاکم نے اس کو [صحیح] قرار دیا ہے۔ ابن ماجہ نے قدرے اختصار سے اسی مفہوم کی حدیث روایت کی ہے۔ (ملاحظہ ہو: الترغيب والترهيب ۱/۹۵-۹۶)؛ شیخ البانی نے اس کو [حسن] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: صحيح الترغيب والترهيب ۱/۱۰۶)۔

والے شاگرد صفوان رضی اللہ عنہ کا خیر مقدم فرمایا اور ساتھ ہی انہیں اس بات کی بشارت دی کہ فرشتے بھی طالب علم کی تکریم کرتے ہیں۔

امام حاکم رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس قصے کو روایت کرتے ہوئے نقل کیا ہے کہ صفوان بن عسال المرادی رضی اللہ عنہ آنحضرت ﷺ سے کسی مسئلے کے متعلق دریافت کرنے کے لیے حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا: " مَا أَعْمَلَكَ إِلَيَّ إِلاَّ ذٰلِكَ؟ "

''تم میرے پاس صرف اسی غرض سے آئے ہو؟''

انہوں نے عرض کیا: "مَا أَعْمَلْتُ إِلَيْكَ إِلاَّ لِذٰلِكَ."

''میں آپ کی خدمت میں صرف اسی مقصد کے لیے حاضر ہوا ہوں۔''

آپ ﷺ نے فرمایا:

" فَأَبْشِرْ فَإِنَّهُ مَا مِنْ رَجُلٍ يَخْرُجُ فِيْ طَلَبِ الْعِلْمِ إِلاَّ بَسَطَتْ لَهُ الْمَلَائِكَةُ بِأَجْنِحَتِهَا رِضىً بِمَا يَفْعَلُ ، حَتّٰى يَرْجِعَ." [1]

''تمہارے لیے نوید بشارت ہے کیونکہ کوئی شخص طلب علم کے لیے نہیں نکلتا مگر فرشتے اس کے نکلنے پر خوش ہو کر اس کی خاطر اپنے پروں کو بچھا دیتے ہیں، یہاں تک کہ وہ واپس لوٹ جائے۔''

۲۔ وفد عبدالقیس کا خیر مقدم:

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے بیان کیا:

" لَمَّا قَدِمَ وَفْدُ عَبْدِ الْقَيْسِ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: " مَرْحَبًا بِالْوَفْدِ الَّذِيْنَ جَاءُوْا غَيْرَ خَزَايَا وَلَا نَدَامٰى."

فَقَالُوْا: "يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنَّا حَيٌّ مِنْ رَبِيْعَةَ ، وَبَيْنَنَا وَبَيْنَكَ مُضَرُ ، وَإِنَّا لَا نَصِلُ إِلَيْكَ إِلاَّ فِي الشَّهْرِ الْحَرَامِ ، فَمُرْنَا بِأَمْرٍ فَصْلٍ ، نَدْخُلُ بِهِ الْجَنَّةَ ، وَنَدْعُوْ بِهِ مَنْ وَرَاءَ نَا".

فَقَالَ: "أَرْبَعٌ وَأَرْبَعٌ: أَقِيْمُوا الصَّلَاةَ ، وَآتُوا الزَّكَاةَ وَصُوْمُوْا رَمَضَانَ ، وَأَعْطُوْا خُمُسَ مَا غَنِمْتُمْ. وَلَا تَشْرَبُوْا فِي الدُّبَّاءِ وَالْحَنْتَمِ وَالنَّقِيْرِ وَالْمُزَفَّتِ". [2]

---

[1] المستدرك على الصحيحين ، كتاب العلم، ١/ ١٠٠. امام حاکم نے اس کی [اسناد کو صحیح] قرار دیا ہے، اور حافظ ذہبی نے ان سے موافقت فرمائی ہے۔ (ملاحظہ ہو: المرجع السابق ١/ ١٠٠؛ والتلخيص ١/ ١٠٠).

[2] صحيح البخاري، كتاب الأدب ، باب قول الرجل : "مرحبا" ، رقم الحديث ٦١٧٦، ١٠/ ٥٦٢.

''جب قبیلہ عبدالقیس کا وفد نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، تو آپ نے فرمایا: ''ذلت اُٹھائے بغیر اور شرمندہ ہوئے بغیر[1] آنے والے وفد کو مرحبا!''
انہوں نے عرض کیا: ''یا رسول اللہ ﷺ! ہم قبیلہ ربیعہ کی ایک شاخ ہیں، اور ہمارے اور آپ کے درمیان قبیلہ مضر کے لوگ ہیں اور ہم آپ کی خدمت میں صرف حرمت والے مہینوں میں پہنچ سکتے ہیں۔ آپ ہمیں دوٹوک بات بتلائیے کہ ہم اس کے ساتھ [یعنی اس پر عمل کر کے] جنت میں داخل ہو جائیں اور جو ہمارے پیچھے ہیں انہیں اس کی دعوت دیں۔''
آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''چار چار [چیزیں] ہیں: نماز قائم کرو، زکوٰۃ ادا کرو، رمضان کے روزے رکھو اور غنیمت کا پانچواں حصہ [بیت المال کو] ادا کرو۔ دباء، حنتم، نقیر اور مزفت میں نہ پیو۔''[2]

اس حدیث شریف سے یہ بات واضح ہے کہ جب قبیلہ عبدالقیس کا وفد دین کی باتیں سمجھنے کی غرض سے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے انہیں خوش آمدید کہا۔

امام ابن ابی جمرہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے شرح حدیث میں تحریر کیا ہے:
" [مَرْحَبًا] أَيْ صَادَفْتُمْ رَحْبًا وَسَعَةً. وَفِيْهِ دَلِيْلٌ عَلَى التَّأْنِيْسِ لِلْوَارِدِ، وَذٰلِكَ بِشَرطِ أَنْ يَكُوْنَ مَا يَأْنِسُوْا بِهِ مُطَابِقًا لِحَالِ الْمُتَكَلِّمِ لِئَلَّا يُدْرِكَ الْوَارِدُ طَمْعًا فِي الْمَوْرَدِ عَلَيْهِ فِيْمَا لَا يَقْدِرُ عَلَيْهِ، لِأَنَّ الرَّحْبَ وَالسَّعَةَ الَّتِي أَخْبَرَ بِهَا عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ كَانَتْ عِنْدَهُ حَقِيْقَةً حِسًّا وَمَعْنًى."[3]
''(مرحبا) یعنی تم کشادہ اور وسیع جگہ آئے ہو۔ اس میں آنے والے کے لیے اظہار اُنس کی دلیل ہے، لیکن یہ ضروری ہے کہ اظہار متکلم کی حالت کے مطابق ہو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ آنے والا میزبان سے اس چیز کے حصول کا طمع شروع کر دے، جو کہ اس کے بس ہی میں نہ ہو۔ آنحضرت ﷺ نے جس وسعت اور کشادگی کی خبر دی تھی وہ آپ کے ہاں حسی اور معنوی دونوں اعتبار سے موجود تھی۔''

---

[1] یعنی وہ اپنی رغبت اور خوشی سے مسلمان ہوئے اور حاضر خدمت ہوئے۔
[2] [دباء] کدو کی تونبی، [حنتم] سبز لاکھی مرتبان، [نقیر] لکڑی کے کریدے ہوئے برتن، [مزفت] رال لگے ہوئے برتنوں کو کہا گیا ہے۔ یہ برتن عموماً شراب تیار کرنے کے لیے استعمال کیے جاتے تھے اور ان میں نشہ اور بڑھ جاتا تھا۔ حرمت شراب کے ساتھ ان برتنوں کے استعمال سے بھی روک دیا گیا۔ (ملاحظہ ہو: شرح صحیح البخاری از مولانا داؤد راز ۷/۵۳۳)۔
[3] بهجة النفوس ۱/۹۴؛ نیز ملاحظہ ہو: شرح النووي ۱/۱۹۵۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ رقم طراز ہیں:

" فِيهِ دَلِيلٌ عَلَى اسْتِحْبَابِ تَأْنِيسِ الْقَادِمِ ، وَقَدْ تَكَرَّرَ ذٰلِكَ مِنَ النَّبِيِّ ﷺ فَفِي حَدِيثِ أُمِّ هَانِئٍ رضي الله عنها : " مَرْحَبًا بِأُمِّ هَانِىءٍ " ؛ وَفِي قِصَّةِ عِكْرِمَةَ رضي الله عنه بْنِ أَبِي جَهْلٍ : " مَرْحَبًا بِالرَّاكِبِ الْمُهَاجِرِ "؛ وَفِي قِصَّةِ فَاطِمَةَ رضي الله عنها : "مَرْحَبًا بِابْنَتِي" وَكُلُّهَا صَحِيحَةٌ. وَأَخْرَجَ النِّسَائِيُّ مِنْ حَدِيثِ عَاصِمِ بْنِ بَشِيرٍ الْحَارِثِيِّ عَنْ أَبِيهِ رضي الله عنه أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ لَهُ لَمَّا دَخَلَ فَسَلَّمَ عَلَيْهِ : " مَرْحَبًا وَعَلَيْكَ السَّلَامُ ".[1]

''اس میں آنے والے کے لیے اظہارِ مودت کی دلیل ہے اور ایسا کرنا نبی ﷺ سے کئی موقعوں پر ثابت ہے۔ حدیث اُمّ ہانی ء رضی اللہ عنہا میں ہے: ''ام ہانی ء کو خوش آمدید''، عکرمہ رضی اللہ عنہ بن اُبی جہل کے قصے میں ہے: ''ہجرت کرنے والے سوار کو مرحبا'' اور فاطمہ رضی اللہ عنہا کے قصے میں ہے: ''میری بیٹی کو خوش آمدید'' اور یہ سب احادیث صحیح ہیں۔ [امام] نسائی رحمہ اللہ تعالیٰ نے عاصم بن بشیر الحارثی سے اور انہوں نے اپنے باپ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ جب وہ نبی ﷺ کے پاس پہنچے اور آپ کو سلام عرض کیا، تو آپ نے فرمایا: ''خوش آمدید اور تم پر سلام''

حدیث شریف میں دیگر فوائد:

۱۔ آنحضرت ﷺ نے جواب کے ابتدا میں اجمالی اسلوب اختیار فرمایا اور بعد میں تفصیل بیان فرمائی۔

اس بارے میں امام ابن ابی جمرہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے تحریر کیا ہے:

" فِيهِ دَلِيلٌ عَلَى أَنَّ الْفَصِيحَ مِنَ الْكَلَامِ الإِجْمَالُ أَوَّلًا، ثُمَّ التَّفْسِيرُ لِلإِجْمَالِ بَعْدَهُ ، لِأَنَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَجْمَلَ لَهُمْ أَوَّلًا، ثُمَّ بَعْدَ ذٰلِكَ فَسَّرَ مَا أَجْمَلَ. وَالْحِكْمَةُ فِي ذٰلِكَ أَنَّهُ عِنْدَ الإِخْبَارِ بِالإِجْمَالِ يَحْصُلُ لِلنَّفْسِ الْمَعْرِفَةُ بِغَايَةِ الْمَذْكُورِ، ثُمَّ تَبْقَى مُتَشَوِّقَةً إِلَى مَعْرِفَةِ مَعْنَاهُ، فَيَكُونُ ذٰلِكَ أَوْقَعَ فِي النَّفْسِ، وَأَعْظَمَ فِي الْفَائِدَةِ."[2]

---

[1] فتح الباري ۱/ ۱۳۱؛ نیز ملاحظہ ہو: عمدة القاري ۱/ ۳۱۰؛ وشرح النووي على صحيح مسلم ۱/ ۱۹۵؛ اور اس میں ہے: اس سے آدمی کا اپنے زائرین اور آنے والوں کو انس اور تعلق کے اظہار کی [غرض سے] [مرحبا] وغیرہ کے الفاظ اور تعریفی کلمات کہنا ثابت ہوتا ہے۔ (ملاحظہ ہو: المرجع السابق ۱/ ۱۹۵).

[2] بهجة النفوس ۱/ ۹۷.

''اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ پہلے اجمال اور پھر اجمال کی تفصیل بیان کرنا فصیح گفتگو میں سے ہے، کیونکہ آنحضرت ﷺ نے پہلے بات کا اجمالاً ذکر فرمایا، پھر اس کے بعد اجمال کی تفصیل بیان فرمائی اور اس میں حکمت یہ ہے کہ اجمالی طور پر خبر دینے کی صورت میں بات کے اجمالی خاکے سے آگاہی ہو جاتی ہے، پھر دل اس کی تفصیل جاننے کے لیے مشتاق رہتا ہے، پھر وہ (تفصیلی بات) دل میں زیادہ پیوست ہو جاتی ہے اور اس کا فائدہ بہت زیادہ ہوتا ہے۔''

۲ یہ حدیث جیسا کہ امام ابن ابی جمرہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے بیان کیا ہے:

" فيه دَلِيلٌ عَلَى فَصَاحَتِهِ عَلَيْهِ السَّلاَمُ وَإِبْلاَغِهِ فِيْ إِيْجَازِ الْكَلاَمِ مَعَ إِيْصَالِ الْفَائِدَةِ بِالْبَيَانِ، لِأَنَّهُمْ سَأَلُوا عَنِ الْأَشْرِبَةِ، وَهِيَ كَثِيْرَةٌ، فَلَوْ ذَكَرَهَا لَاحْتَاجَ إِلٰى تَعْدَادِهَا كُلِّهَا، وَوَصْفِهَا، وَلٰكِنَّهُ عَلَيْهِ السَّلاَمُ أَضْرَبَ عَنْ ذٰلِكَ، وَأَجَابَ عَنِ الْأَوَانِي الْمَذْكُوْرَةِ، لَا غَيْرَ، فَكَأَنَّهُ عَلَيْهِ السَّلاَمُ يَقُوْلُ: "أَلْأَشْرِبَةُ كُلُّهَا حَلاَلٌ إِلَّا مَا نُبِذَ فِيْ هٰذِهِ الْأَوَانِيِّ، فَكَانَ هٰذَا تَصْدِيْقًا لِقَوْلِه عَلَيْهِ السَّلاَمُ: " أُوْتِيْتُ جَوَامِعَ الْكَلاَمِ ".[1]

''یہ حدیث آنحضرت ﷺ کی فصاحت و بلاغت اور اختصارِ کلام کے باوجود بات کو سمجھانے کے اوصاف پر دلالت کناں ہے۔ انہوں نے آنحضرت ﷺ سے مشروبات کے بارے میں استفسار کیا اور وہ بہت زیادہ ہیں۔ اگر آپ ﷺ ان کا ذکر کرتے تو انہیں شمار کرنا پڑتا اور ان کے اوصاف بیان کرنے پڑتے۔ آپ نے اس سے اعراض فرمایا اور مذکورہ بالا برتنوں کے علاوہ کسی اور چیز کے بارے میں جواب میں کچھ نہ فرمایا۔ تو اس طرح گویا آپ ﷺ نے یہ فرمایا کہ: ''تمام مشروبات حلال ہیں سوائے ان کے، جن سے ان برتنوں میں نبیذ تیار کی جائے'' اور آپ ﷺ کی یہ گفتگو آپ کے ارشادِ گرامی: [مجھے جوامع الکلم دیے گئے ہیں] کی عملی تصدیق تھی۔''

۳۔ قبیلہ بنو عامر کے اشخاص کو خوش آمدید:

امام ابن ابی شیبہ اور امام ابن حبان رحمہما اللہ تعالیٰ نے حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے بیان کیا:

---

[1] بهجة النفوس ١٠١/١.

"دَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ أَنَا، وَرَجُلَانِ مِنْ بَنِي عَامِرٍ، فَقَالَ: "مَنْ أَنْتُمْ؟".

فَقُلْنَا: "مِنْ بَنِي عَامِرٍ".

فَقَالَ ﷺ: "مَرْحَبًا بِكُمْ! أَنْتُمْ مِنِّي".[1]

''میں اور قبیلہ بنو عامر کے دو اشخاص نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، تو آپ نے فرمایا: ''تم کون ہو؟''

ہم نے عرض کیا: ''بنو عامر سے۔''

تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''تمہیں خوش آمدید! تم مجھ سے ہو۔''

اس حدیث شریف سے واضح ہے کہ آپ ﷺ نے ان تینوں کو خوش آمدید کہا۔ کس قدر بخت والے تھے وہ خوش نصیب! ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُوالْفَضْلِ الْعَظِيْمِ. اَللّٰهُمَّ لَا تَحْرِمْنَا مِنْ مُرَافَقَةِ نَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ ﷺ فِي جَنَّاتِ الْخُلْدِ. إِنَّكَ سَمِيْعٌ مُجِيْبٌ.[2]

علاوہ ازیں امام ابن حبان رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس حدیث پر عنوان بایں الفاظ تحریر کیا ہے:

[ذِكْرُ مَدْحِ الْمُصْطَفٰى ﷺ بَنِي عَامِرٍ][3]

[مصطفیٰ ﷺ کے بنو عامر کی تعریف کرنے کا ذکر]

حدیث شریف میں فائدہ دیگر:

آنحضرت ﷺ نے آنے والوں سے سب سے پہلے یہ دریافت فرمایا کہ وہ کون ہیں؟ تاکہ ان کی کیفیت وحیثیت کے مطابق ان سے گفتگو اور معاملہ کیا جا سکے۔[4]

صحابہ کو طلبہ کا خیر مقدم کرنے کا حکم:

نبی کریم ﷺ نہ صرف طلبہ کا خود خیر مقدم کرتے، بلکہ آپ نے اسی بات کا حکم اپنے صحابہ کو بھی دیا۔

امام ابن ماجہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے کہ یقیناً آپ نے فرمایا:

---

[1] المصنف، کتاب الفضائل، ماجاء في بني عامر، رقم الحديث ۱۰۵۳۵، ۱۲/۱۹۹؛ والإحسان في تقريب صحيح ابن حبان، کتاب إخباره عن مناقب الصحابة والتابعين، رقم الحديث ۷۲۹۳، ۱۶/۲۸۲. الفاظ حدیث صحیح ابن حبان کے ہیں۔ شیخ البانی نے اس حدیث کو [صحیح] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: صحيح موارد الظمآن ۲/۴۰۷).

[2] اے میرے اللہ! ہمیں دائمی جنتوں میں اپنے نبی کریم محمد ﷺ کی صحبت سے محروم نہ رکھنا۔ یقیناً آپ سننے والے قبول فرمانے والے ہیں۔

[3] الإحسان إلى تقريب صحيح ابن حبان ۱۶/۲۸۲.

[4] اس بارے میں مزید تفصیل کے لیے کتاب ھذا کے صفحات ۲۸۸۔۲۸۹ دیکھیے۔

" سَيَأْتِيكُمْ أَقْوَامٌ يَطْلُبُونَ الْعِلْمَ. فَإِذَا رَأَيْتُمُوهُمْ فَقُولُوا لَهُمْ: " مَرْحَبًا! مَرْحَبًا بِوَصِيَّةِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ، وَاقْنُوهُمْ ".[1]

''عنقریب تمہارے پاس قومیں علم طلب کرنے کے لیے آئیں گی، پس تم جب انہیں دیکھو، تو ان سے کہو: '' رسول اللہ ﷺ کی وصیت کے مطابق خوش آمدید! خوش آمدید! اور انہیں تعلیم دو۔''[2]

---

[1] سنن ابن ماجة، المقدمة، الوصاة بطلبة العلم، جزء من رقم الحديث ٢٢١، ١/٤٥. شیخ البانی نے اس کو [حسن] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: صحيح سنن ابن ماجة ١/٤٧؛ وسلسلة الأحاديث الصحيحة، المجلد الأول/ رقم الحديث، ٢٨).

[2] یعنی ہم رسول اللہ ﷺ کی وصیت پر عمل کرتے ہوئے تمہارا خیر مقدم کرتے ہوئے تمہیں خوش آمدید کہتے ہیں۔

(6)

مخاطب لوگوں کو قریب کرنا

علم کے سیکھنے اور سمجھنے میں طلبہ کے استاذ کے قریب ہونے کی اہمیت چنداں محتاج بیان نہیں۔ ہمارے رسول کریم ﷺ اس بات کا خصوصی اہتمام فرماتے۔ دورانِ خطبہ حضرات صحابہ کو قریب ہونے کی ترغیب دینا آپ کی سیرت طیبہ سے ثابت ہے۔ توفیقِ الٰہی سے ذیل میں اس بارے میں دو دلیلیں پیش کی جا رہی ہیں:

ا۔ حدیث سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ:

امام ابوداود رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ "نبی اللہ ﷺ نے فرمایا:

" أُحْضُرُوا الذِّكْرَ، وَادْنُوا مِنَ الْإِمَامِ، فَإِنَّ الرَّجُلَ لَا يَزَالُ يَتَبَاعَدُ حَتَّى يُؤَخَّرَ فِي الْجَنَّةِ، وَإِنْ دَخَلَهَا."[1]

"[مجلس] نصیحت میں حاضر ہو جاؤ اور امام سے قریب ہو جاؤ، کیونکہ یقیناً آدمی [امام سے] دور ہوتا رہتا ہے، حتیٰ کہ اگر وہ جنت میں داخل بھی ہو گیا، تو اس کو مؤخر کیا جائے گا [یعنی اس کا داخلہ دوسرے لوگوں کے بعد ہوگا۔]

اس حدیث شریف میں آنحضرت ﷺ نے امام سے دوری کے خسارے کو بیان فرما کر دورانِ نصیحت قربِ امام کی ترغیب دی ہے۔ امام ابوداود رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس حدیث پر عنوان بایں الفاظ ذکر کیا ہے:

[بَابُ الدُّنُوِّ مِنَ الْإِمَامِ عِنْدَ الْمَوْعِظَةِ][2]

[بوقت نصیحت امام سے قریب ہونے کے متعلق باب]

علامہ طیبی رحمہ اللہ تعالیٰ نے شرح حدیث میں تحریر کیا ہے:

" أَيْ لَا يَزَالُ الرَّجُلُ يَتَبَاعَدُ عَنِ اسْتِمَاعِ الْخُطْبَةِ، وَعَنِ الصَّفِّ الْأَوَّلِ الَّذِي هُوَ مَقَامُ الْمُقَرَّبِينَ حَتَّى يُؤَخَّرَ إِلَى آخِرِ صَفِّ الْمُتَسَفِّلِينَ، وَفِيهِ تَوْهِينُ أَمْرِ

[1] سنن أبي داود، تفريع أبواب الجمعة، رقم الحديث ۱۱۰۸، ۳/۳۲۱۔ شیخ البانی نے اس حدیث کو [حسن] کہا ہے۔ (ملاحظہ ہو: صحيح سنن أبي داود ۱/۲۰۶)۔

[2] سنن أبي داود ۳/۳۲۱۔

الْمُتَأَخِّرِيْنَ، وَتَسْفِيْهُ رَأْيِهِمْ حَيْثُ وَضَعُوْا أَنْفُسَهُمْ مِنْ أَعَالِي الْأُمُوْرِ إِلَى أَسَافِلِهَا."[1]

"یعنی آدمی خطبہ سننے میں پیچھے ہٹتا رہتا ہے اور صف اوّل سے بھی، جو کہ مقربین کی جگہ ہے، یہاں تک کہ نچلے درجے کے لوگوں کی صف میں مؤخر کیا جاتا ہے۔ اس [حدیث میں] پیچھے رہنے والوں کی کوتاہی اور کم عقلی کو آشکارا کیا گیا ہے کہ انہوں نے اپنے آپ کو بلندیوں کی بجائے پستیوں میں رکھا۔"

۲۔ حدیث اوس بن اوس رضی اللہ عنہ:

امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اوس بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے۔ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

" مَنِ اغْتَسَلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَغَسَّلَ، وَبَكَّرَ وَابْتَكَرَ، وَدَنَا، وَاسْتَمَعَ، وَأَنْصَتَ كَانَ لَهُ بِكُلِّ خُطْوَةٍ يَخْطُوهَا أَجْرُ سَنَةٍ، صِيَامِهَا وَقِيَامِهَا."[2]

"جس نے جمعہ کے دن خوب اچھی طرح غسل کیا[3]، صبح سویرے مسجد کی طرف نکلا، [خطیب کے] قریب ہوا اور خوب توجہ اور دھیان سے سنا، اس کے لیے اٹھائے جانے والے ہر قدم کے بدلے میں ایک سال کے روزوں اور قیام کا ثواب ہے۔"

آنحضرت ﷺ نے اس حدیث شریف میں چار اعمال کرنے والوں کے لیے عظیم بشارت دی کہ ان کے ہر قدم کے عوض میں ایک سال کے روزوں اور قیام کا ثواب ہے اور انہی چار اعمال میں سے ایک عمل دورانِ خطبہ خطیب کے قریب ہو کر بیٹھنا ہے۔

انتہائی افسوس اور دکھ کی بات یہ ہے کہ جامعات اور دیگر تعلیمی اداروں میں طلبہ کی ایک بڑی تعداد اساتذہ کی قریبی نشستوں کو خالی چھوڑ کر دور بیٹھنا پسند کرتی ہے اور اس سے زیادہ دکھ کی بات یہ ہے کہ مدرسین کی ایک بڑی تعداد کو اس بات سے کچھ غرض نہیں کہ طلبہ نزدیک ہیں یا دور۔ ان کا مطمع نظر لیکچر کے لیے مقررہ وقت گزارنے کے لیے کچھ کہنا ہے۔ اپنی بات طلبہ کو سنانے اور ان کے دلوں میں اُتارنے کے لیے مختلف اسالیب و وسائل اختیار کرنے کی کوشش کرنا ان کی کتابِ زندگی میں شامل ہی نہیں۔ فَإِلَى اللّٰهِ الْمُشْتَكَى وَهُوَ الْمُسْتَعَانُ عَلَىٰ مَا يَفْعَلُوْنَ.

---

[1] شرح الطيبي ٤/١٢٧٧-١٢٧٨.

[2] صحيح سنن الترمذي، أبواب الجمعة، باب في فضل الغسل يوم الجمعة، رقم الحديث ٤١٠- ٥٠٠، ١/١٥٣- ١٥٤. شیخ البانی نے اس حدیث کو [حسن] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: المرجع السابق ١/١٥٤).

[3] حدیث شریف کے اس حصے کا محدثین نے ایک دوسرا معنی یہ بیان کیا ہے کہ: "جس نے خود غسل کیا اور اپنی اہلیہ کو غسل کروایا۔"

(7)

نبی کریم ﷺ اور مخاطبین کا ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہونا

سلسلۂ تعلیم میں قوت اور تاثیر پیدا کرنے والی باتوں میں سے ایک یہ ہے کہ معلّم اپنا رخ اور توجہ شاگردوں کی طرف کرے اور وہ اپنی نگاہیں معلّم پر مرکوز کریں۔ سیرتِ طیبہ میں یہ بات دونوں جانب سے بدرجہ اتم موجود تھی۔ توفیق الٰہی سے ذیل میں اس بارے میں قدرِ تفصیل سے گفتگو کی جارہی ہے:

ا۔ آنحضرت ﷺ کا حاضرین کی طرف متوجہ ہونا:

ا: حدیث أبي موسی رضی اللہ عنہ:

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے بیان کیا:

" جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ، فَقَالَ: "يَا رَسُولَ اللّٰهِ! مَا الْقِتَالُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ؟ فَإِنَّ أَحَدَنَا يُقَاتِلُ غَضَبًا، وَيُقَاتِلُ حَمِيَّةً".

فَرَفَعَ إِلَيْهِ رَأْسَهُ قَالَ: وَمَا رَفَعَ إِلَيْهِ رَأْسَهُ إِلَّا أَنَّهُ كَانَ قَائِمًا فَقَالَ: "مَنْ قَاتَلَ لِتَكُوْنَ كَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا فَهُوَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ".[1]

''ایک شخص نے نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: ''یارسول اللہ ﷺ! اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑائی کیا ہے؟ کیونکہ ہم میں سے کوئی غصہ کی وجہ سے لڑتا ہے اور کوئی غیرت کی وجہ سے جنگ کرتا ہے۔''

تو آپ ﷺ نے اس کی طرف اپنے سر کو اٹھایا۔

راوی نے بیان کیا: '' آپ نے اس کی طرف سر اس لیے اٹھایا کہ وہ [سائل] کھڑا تھا۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: '' جو اس لیے لڑائی کرے تا کہ اللہ کے کلمہ کو سربلندی نصیب ہو، وہ اللہ عزوجل کے راستے میں (لڑائی کرتا) ہے۔''

اس حدیث شریف سے یہ بات واضح ہے کہ آنحضرت ﷺ نے سائل کے سوال کا جواب دیتے وقت اپنے سر مبارک کو اس کی طرف متوجہ ہونے کے لیے بلند فرمایا۔ امام ابن ابی جمرہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے تحریر کیا ہے:

---

[1] صحیح البخاري، کتاب العلم، باب من سأل وهو قائم عالماً جالساً، رقم الحدیث ۱۲۳، ۱/۲۲۲۔

" فِيهِ دَلِيلٌ عَلىٰ أَنَّ السُّنَّةَ أَنْ يُوَاجِهَ الْمَسْؤُلُ السَّائِلَ بِوَجْهِهِ عِنْدَ الْجَوَابِ. يُؤْخَذُ ذٰلِكَ مِنْ قَوْلِهِ: " فَرَفَعَ إِلَيْهِ رَأْسَهُ." ثُمَّ اسْتَعْذَرَ مِنْ رَفْعِ رَأْسِهِ ﷺ بِأَنْ قَالَ: "إِنَّمَا رَفَعَ إِلَيْهِ رَأْسَهُ لِأَنَّهُ كَانَ قَائِمًا".[1]

''اس [حدیث] میں اس بات کی دلیل ہے کہ مجیب کا جواب دیتے وقت سائل کی طرف رخ کرنا مسنون ہے۔ یہ بات راوی کے بیان [آنحضرت ﷺ نے اس کی جانب اپنے سر کو اٹھایا] سے معلوم ہوتی ہے۔ خود راوی نے آپ کے سر اُٹھانے کا سبب بیان کرتے ہوئے کہا کہ: [آپ نے اس کی جانب اس لیے اپنے سر کو اٹھایا، کیونکہ وہ کھڑا تھا۔]''

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ رقم طراز ہیں: "فِيهِ إِقْبَالُ الْمَسْؤُوْلِ عَلَى السَّائِلِ."[2]

''اس [حدیث] سے جواب دینے والے کا سائل کی طرف توجہ کرنا ثابت ہوتا ہے۔''

اور علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے تحریر کیا ہے:

"فِيهِ إِقْبَالُ الْمُتَكَلِّمِ عَلَى الْمُخَاطَبِ."[3]

''اس سے متکلم کا مخاطب کی طرف توجہ کرنا ثابت ہوتا ہے۔''

۲: حدیث البراء رضی اللہ عنہ:

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت البراء رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے بیان کیا:

" خَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ يَوْمَ أَضْحَى فَصَلَّى الْعِيدَ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهِ وَقَالَ: "إِنَّ أَوَّلَ نُسُكِنَا فِي يَوْمِنَا هٰذَا أَنْ نَبْدَأَ بِالصَّلَاةِ، ثُمَّ نَرْجِعَ فَنَنْحَرَ ...... الحديث".[4]

'' نبی ﷺ عید الاضحیٰ کے دن بقیع کی طرف تشریف لے گئے اور [نمازِ عید کی] دو رکعت پڑھائیں، پھر ہماری طرف چہرہ [مبارک] کر کے فرمایا: ''یقیناً آج کے ہمارے دن کی پہلی عبادت یہ ہے کہ ہم نماز کے ساتھ ابتدا کریں، پھر واپس آ کر قربانی کریں...... الحدیث۔''

اس حدیث شریف میں حضرت البراء رضی اللہ عنہ نے دورانِ خطبہ آنحضرت ﷺ کی کیفیت بیان کرتے ہوئے کہا کہ [آپ نے چہرہ [مبارک] ہماری طرف کیا] امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس حدیث پر عنوان بایں الفاظ تحریر کیا ہے:

---

[1] بهجة النفوس ١/ ١٥٠۔ [2] فتح الباري ١/ ٢٢٢

[3] عمدة القاري ٦/ ١٩٧

[4] صحيح البخاري، كتاب العيدين، جزء من رقم الحديث ٩٧٦، ٢/ ٤٦٥.

[بَابُ اِسْتِقْبَالِ الْإِمَامِ النَّاسَ فِيْ خُطْبَةِ الْعِيْدِ][1]

[خطبہ عید میں امام کا لوگوں کی طرف رخ کرنے کے متعلق باب]

۳: حدیث ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ:

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ ہی نے حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے بیان کیا:

" كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَخْرُجُ يَوْمَ الْفِطْرِ وَالْأَضْحَى إِلَى الْمُصَلَّى، فَأَوَّلُ شَيْءٍ يَبْدَأُ بِهِ الصَّلَاةُ ، ثُمَّ يَنْصَرِفُ فَيَقُوْمُ مُقَابِلَ النَّاسِ، ـوَالنَّاسُ جُلُوْسٌ عَلَى صُفُوْفِهِمْ ـ فَيَعِظُهُمْ، وَيُوْصِيْهِمْ، وَيَأْمُرُهُمْ ...... الحديث."[2]

''نبی ﷺ عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن عیدگاہ کی طرف تشریف لے جاتے، تو سب سے پہلے آپ نماز پڑھاتے، [نماز سے] فارغ ہو کر آپ لوگوں کے سامنے کھڑے ہو جاتے اور لوگ اپنی صفوں میں بیٹھے رہتے۔ آپ انہیں وعظ و نصیحت فرماتے، اور [اچھی باتوں کا] حکم دیتے...... الحدیث۔''

اس حدیث شریف میں حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ نے دورانِ خطبہ آپ ﷺ کی کیفیت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ [آپ فارغ ہو کر لوگوں کے سامنے کھڑے ہو جاتے]

اس کی شرح میں علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے تحریر کیا ہے کہ: " أَيْ مُوَاجِهًا لَهُمْ "[3] یعنی ان کے روبرو۔ آپ ﷺ کا چہرہ مبارک لوگوں کی طرف اور ان کے چہرے آپ کی جانب ہوتے تھے۔

علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ ہی نے حدیث سے مستفاد باتیں بیان کرتے ہوئے تحریر کیا ہے:

" وَفِيْهِ مُوَاجَهَةُ الْخَطِيْبِ لِلنَّاسِ ، وَأَنَّهُمْ بَيْنَ يَدَيْهِ ."[4]

''اس [حدیث] سے ثابت ہوتا ہے کہ خطیب اپنا رخ لوگوں کی طرف کرے اور لوگ اس کے روبرو ہوں۔''

---

[1] صحيح البخاري ٢/٤٦٥.

[2] المرجع السابق ، كتاب العيدين، باب الخروج إلى المصلّى بغير منبر، جزء من رقم الحديث ٩٥٦، ٢/٤٤٨ـ ٤٤٩.

[3] عمدة القاري، ٦/٢٧٩.

[4] المرجع السابق ٦/٢٨٠.

۴: حدیث العرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ:

امام ابن ماجہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت العرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے بیان کیا:

"صَلّٰی بِنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ صَلَاةَ الصُّبْحِ، ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهِ، فَوَعَظَنَا مَوْعِظَةً بَلِيْغَةً." فَذَكَرَ نَحْوَهُ."[1]

"رسول اللہ ﷺ نے ہمیں نمازِ صبح پڑھائی، پھر اپنے چہرے کے ساتھ ہماری طرف متوجہ ہوئے اور ہمیں انتہائی مؤثر وعظ فرمایا" پھر انہوں [راوی] نے اس طرح حدیث روایت کی۔"

اس حدیث شریف سے واضح ہے کہ آنحضرت ﷺ حضرات صحابہ کو وعظ کرنے کے لیے اپنے چہرہ مبارک کے ساتھ ان کی طرف متوجہ ہوئے۔

ب۔ صحابہ کا نبی ﷺ کی طرف متوجہ ہونا:

توفیق الٰہی سے ذیل میں اس بارے میں تین مثالیں پیش کی جارہی ہیں:

ا: حدیث ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ:

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ:

" إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ جَلَسَ ذَاتَ يَوْمٍ عَلَى الْمِنْبَرِ، وَجَلَسْنَا حَوْلَهُ."[2]

"ایک دن نبی ﷺ منبر پر تشریف فرما ہوئے اور ہم آپ کے اردگرد بیٹھ گئے۔" اس حدیث پر امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے عنوان بایں الفاظ تحریر کیا ہے:

[بَابٌ يَسْتَقْبِلُ الْإِمَامُ الْقَوْمَ، وَاسْتِقْبَالُ النَّاسِ الْإِمَامَ إِذَا خَطَبَ][3]

[بوقت خطبہ امام اپنا رخ لوگوں کی طرف اور لوگ اس کی جانب کریں]

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ تحریر کرتے ہیں:

---

[1] سنن ابن ماجه، المقدمة، باب اتباع سنة الخلفاء الراشدين المهديين، رقم الحديث ٤٤، ١/٧٣. (المطبوع بتحقيق د. بشار). شیخ البانی نے اس حدیث کو [صحیح] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: صحيح سنن ابن ماجه ١/١٤)؛ نیز ملاحظہ ہو: تحقيق سنن ابن ماجه للدكتور بشار ١/٧٢؛ و إنجاز الحاجة للشيخ محمد علي جانباز ١/٢٥٧-٢٥٨.

[2] صحيح البخاري، كتاب الجمعة، رقم الحديث ٩٢١، ٢/٤٠٢.

[3] المرجع السابق ٢/٤٠٢.

" وَقَدِ اسْتَنْبَطَ الْمُصَنِّفُ مِنْ حَدِيْثِ أَبِي سَعِيْدٍ رضي الله عنه [أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ جَلَسَ ذَاتَ يَوْمٍ عَلَى الْمِنْبَرِ، وَجَلَسْنَا حَوْلَهُ] مَقْصُوْدَ التَّرْجَمَةِ."[1]

"مصنف [امام بخاری] نے حدیث ابی سعید رضی اللہ عنہ [ایک دن……] سے باب کے عنوان کا استنباط کیا ہے۔"

پھر حافظ رحمہ اللہ تعالیٰ تحریر کرتے ہیں:

وَوَجْهُ الدَّلَالَةِ مِنْهُ أَنَّ جُلُوْسَهُمْ حَوْلَهُ لِسَمَاعِ كَلَامِهِ يَقْتَضِي نَظَرَهُمْ إِلَيْهِ غَالِبًا ، وَإِذَا كَانَ ذٰلِكَ فِي غَيْرِ حَالِ الْخُطْبَةِ ، كَانَ حَالُ الْخُطْبَةِ أَوْلٰى لِوُرُوْدِ الْأَمْرِ بِالْاِسْتِمَاعِ لَهَا وَالْإِنْصَاتِ عِنْدَهَا. وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

"حدیث کی عنوان باب پر دلالت اس طرح ہے کہ صحابہ کا آنحضرت ﷺ کی گفتگو سننے کے لیے آپ کے گرد بیٹھنا اس بات کا متقاضی ہے کہ وہ غالباً آپ کی طرف دیکھ رہے تھے اور جب یہ کیفیت غیر خطبہ میں تھی، تو خطبہ میں تو بطریق اولی ہوگی، کیونکہ اس میں توجہ اور دھیان سے سننے کا حکم ہے۔ واللہ اعلم۔"

پھر حافظ رحمہ اللہ تعالیٰ صحابہ کے رسول اللہ ﷺ کی طرف رخ کرنے کی حکمت بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

" وَمِنْ حِكْمَةِ اِسْتِقْبَالِهِم الْإِمَامَ التَّهَيُّؤُ لِسَمَاعِ كَلَامِهِ، وَسُلُوْكُ الْأَدَبِ مَعَهُ فِي اسْتِمَاعِ كَلَامِهِ، فَإِذَا اسْتَقْبَلَهُ بِوَجْهِهِ، وَأَقْبَلَ عَلَيْهِ بِجَسَدِهِ وَبِقَلْبِهِ وَحُضُوْرِ ذِهْنِهِ كَانَ أَدْعَى لِتَفَهُّمِ مَوْعِظَتِهِ، وَمُوَافَقَتِهِ فِيْمَا شُرِعَ لَهُ الْقِيَامُ لِأَجْلِهِ."[3]

"ان کے امام کی طرف رخ کرنے میں حکمت یہ ہے کہ اس میں اس کی گفتگو سننے کے لیے تیار ہونا ہے اور توجہ کے ساتھ اس کی بات سننے کے آداب کی پاسداری ہے، جب وہ [سامع] اس کی طرف اپنا منہ کرے اور جسم، دل اور دماغ کے ساتھ اس کی طرف متوجہ ہو، تو اس کے لیے نصیحت کے سمجھنے کے دواعی زیادہ ہوں گے اور مقصودِ خطبہ کی تکمیل کے امکانات زیادہ روشن ہوں گے۔"

علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ اس بارے میں رقم طراز ہیں:

---

[1] فتح الباري ۲/۴۰۲۔
[2] المرجع السابق ۲/۴۰۲ باختصار
[3] المرجع السابق ۲/۴۰۲.

" اَلْحِكْمَةُ فِيْ اِسْتِقْبَالِهِمْ لِلْخَطِيْبِ أَنْ يَتَفَرَّغُوا لِسَمَاعِ مَوْعِظَتِهِ، وَتَدَبُّرِ كَلَامِهِ، وَلَا يَشْتَغِلُوا بِغَيْرِهِ." [1]

"خطیب کی طرف رخ کرنے میں حکمت یہ ہے کہ وہ دل جمعی سے اس کے وعظ کو سنیں، اس کی بات پر غور وفکر کریں اور کسی دوسری چیز میں مشغول نہ ہوں۔"

۲: حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ:

امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے بیان کیا:

" كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا اسْتَوٰى عَلَى الْمِنبَرِ، اِسْتَقْبَلْنَاهُ بِوُجُوهِنَا." [2]

"جب رسول اللہ ﷺ منبر پر تشریف فرما ہوتے تو ہم اپنے چہروں کے ساتھ آپ کی طرف متوجہ ہوتے۔"

علامہ ابن الملک رحمہ اللہ تعالیٰ نے شرح حدیث میں بیان کیا: "یعنی ہم آپ ﷺ کی طرف اپنے رخوں کو پھیر لیتے، مسنون طریقہ یہ ہے کہ لوگ اپنا رخ خطیب کی طرف اور خطیب ان کی طرف کرے۔" [3]

۳: حدیث ثابت رضی اللہ عنہ:

امام ابن ماجہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے عدی بن ثابت سے اور انہوں نے اپنے باپ ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے بیان کیا:

" كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا قَامَ عَلَى الْمِنبَرِ، اِسْتَقْبَلَهُ أَصْحَابُهُ بِوُجُوهِهِمْ." [4]

"جب نبی ﷺ منبر پر کھڑے ہوتے تو آپ کے صحابہ اپنے چہروں کے ساتھ آپ کی طرف متوجہ ہوتے۔"

---

[1] عمدة القاري ٦/٢٢٠.

[2] صحيح سنن الترمذى، أبواب الجمعة، باب في استقبال الإمام إذا خطب، رقم الحديث ٤٢٠ ـ ٥١٣، ١/١٥٧.
امام ترمذی نے لکھا ہے کہ اس پر نبی ﷺ کے صحابہ اور ان کے علاوہ دیگر اہل علم کا عمل ہے کہ وہ دورانِ خطبہ امام کی طرف رُخ کو مستحب قرار دیتے ہیں اور یہی سفیان ثوری، شافعی، احمد اور اسحاق کا قول ہے۔ (ملاحظہ ہو: المرجع السابق ١/١٥٧). شیخ البانی نے اس حدیث کو [صحیح] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: صحيح سنن الترمذي ١/١٥٧؛ وسلسلة الأحاديث الصحيحة ٥/١١٠ - ١١٧).

[3] منقول از: مرقاة المفاتيح ٣/٥٧.

[4] سنن ابن ماجة، أبواب إقامة الصلاة، باب ماجاء في استقبال الإمام وهو يخطب، رقم الحديث ١١٢٣، ١/٢٠٤. شیخ البانی نے اس حدیث کو [صحیح] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: صحيح سنن ابن ماجة ١/١٨٧؛ نیز تفصیل کے لیے دیکھئے: سلسلة الأحاديث الصحيحة، رقم الحديث ٢٠٨٠، ٥/١١٠-١١٧).

مقامِ افسوس ہے کہ تعلیمی اداروں میں یہ بات دیکھنے میں آتی ہے کہ دورانِ سبق بعض طلبہ مدرس کی طرف توجہ کرنے کی بجائے دائیں بائیں جھانکتے رہتے ہیں۔ تدریس کے کمروں کے پاس سے کسی کا ان کے دیکھے بغیر گزر جانا ایسی محرومی ہے، جس کا برداشت کرنا ان کے بس سے باہر ہوتا ہے۔ بگاڑ صرف یہی نہیں، بلکہ بعض مدرسین بھی اس بات کی طرف دھیان نہیں دیتے۔ انہیں تو اپنے لیکچر کو کلاس روم میں پھینکنا ہے۔ کوئی ان کی طرف متوجہ ہو یا نہ ہو، اس سے انہیں کچھ غرض نہیں۔ إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ. اے اللہ کریم! ہمیں تعلیم میں نبی کریم ﷺ کے نقشِ قدم پر چلانا اور ایسے غافل لوگوں میں شامل نہ فرمانا۔ آمین یا حیُّ یا قیُّوم

(8)

بات کرنے سے پہلے لوگوں کو چپ کرانا

سلسلۂ تعلیم کی کامیابی کی ایک اساسی اور بنیادی ضرورت طلبہ کا معلم کی گفتگو کو خاموشی سے سننا ہے۔ طلبہ کے سکوت اور خاموشی کے بغیر مدرس اپنی بات کیسے سمجھا سکتا ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب [الجامع الصحیح] میں ایک باب کا عنوان بایں الفاظ تحریر کیا ہے:

[بَابُ الْإِنْصَاتِ لِلْعُلَمَاءِ][1]

[علماء کی بات خاموشی سے سننے کے متعلق باب]

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کی شرح کرتے ہوئے تحریر کیا ہے: " أي السُّكُوتُ وَالِاسْتِمَاعُ لِمَا يَقُولُونَهُ." [2]

"یعنی ان کی بات کو خاموشی اور دھیان سے سننا۔"

امام ابن بطال رحمہ اللہ تعالیٰ نے تحریر کیا ہے: " إِنَّ الْإِنْصَاتَ لِلْعُلَمَاءِ لَازِمٌ لِلْمُتَعَلِّمِينَ." [3]

"علماء کی بات توجہ سے سننا طلبہ پر لازم ہے۔"

ہمارے رسول کریم ﷺ اس بات کا شدت سے اہتمام فرماتے کہ سامعین آپ کی گفتگو خاموشی سے سنیں۔ توفیق الٰہی سے ذیل میں قدرے تفصیل سے اس بارے میں گفتگو کی جائے گی۔

ا۔ خطبہ جمعہ میں گفتگو کی ممانعت:

ا: حدیث ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ:

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ:

" أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: " إِذَا قُلْتَ لِصَاحِبِكَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ: أَنْصِتْ، وَالْإِمَامُ يَخْطُبُ، فَقَدْ لَغَوْتَ." [4]

"رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جب تو نے جمعہ کے دن امام کے خطبہ کے دوران اپنے ساتھی

[1] صحيح البخاري، كتاب العلم، ۲۱۷/۱. [2] فتح الباري ۲۱۷/۱. [3] ملاحظہ ہو: المرجع السابق ۲۱۷/۱.
[4] صحيح البخاري، كتاب الجمعة، باب الإنصات يوم الجمعة والإمام يخطب، رقم الحديث ۹۳٤، ٤١٤/٢.

سے کہا: ''چپ ہو جاؤ'' تو تُو نے لغو بات کہی۔''

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس حدیث پر عنوان بایں الفاظ تحریر کیا:

[بَابُ الْإِنْصَاتِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَالْإِمَامُ يَخْطُبُ][1]

[جمعہ کے دن خطبہ امام کے وقت چپ رہنے کے متعلق باب]

علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے تحریر کیا ہے:

" وَمِمَّا يُسْتَفَادُ مِنْهُ أَنَّ فِيهِ النَّهْيَ عَنْ جَمِيعِ الْكَلَامِ حَالَ الْخُطْبَةِ، وَنَبَّهَ بِهٰذَا عَلَى مَا سِوَاهُ، لِأَنَّهُ إِذَا قَالَ: " أَنْصِتْ "، وَهُوَ فِي الْأَصْلِ أَمْرٌ بِالْمَعْرُوفِ، وَسَمَّاهُ لَغْوًا، فَغَيْرُهُ أَوْلَى. "[2]

''اس [حدیث] سے مستفاد باتوں میں سے ایک یہ ہے کہ دوران خطبہ ہر قسم کی گفتگو ممنوع ہے۔ آنحضرت ﷺ نے اس کے ساتھ ہر قسم کی گفتگو کے بارے میں تنبیہ فرمادی، کیونکہ جب [چپ رہو] کہنے کو آپ نے لغو قرار دے دیا جو کہ درحقیقت [امر بالمعروف] ہے، تو اس کے سوا دیگر گفتگو تو بطریق اولی [ممنوع] ہوگی۔''

۲۔ حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما:

امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے بیان کیا:

" قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: " مَنْ تَكَلَّمَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، وَالْإِمَامُ يَخْطُبُ، فَهُوَ كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ أَسْفَارًا، وَالَّذِي يَقُولُ لَهُ: "أَنْصِتْ" لَيْسَ لَهُ جُمُعَةٌ ".[3]

''رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جس نے جمعہ کے دن خطبہ امام کے دوران گفتگو کی وہ گدھے کی مانند ہے، جس نے بڑی بڑی کتابیں اٹھا رکھی ہوں اور جس نے اس کو کہا: ''چپ ہو جاؤ'' اس کا جمعہ ہی نہیں۔''

خطبہ جمعہ کے دوران خاموش نہ رہنے کی وعید کس قدر سنگین اور خوف ناک ہے!

علاوہ ازیں بولنے والے کو چپ کروانے کی غرض سے بھی خاموش نہ رہنا انتہائی خسارے کا سودا ہے۔

---

[1] صحيح البخاري ٢/ ٤١٤.   [2] عمدة القاري ٦/ ٢٤٠.

[3] المسند، رقم الحديث ٢٠٣٣، ٣/ ٣٢٦. شیخ احمد شاکر نے اس کی [اسناد کو حسن] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: هامش المسند ٣/ ٣٢٦)؛ حافظ ہیثمی نے اس حدیث کے بارے میں تحریر کیا ہے ''اس کو احمد، البزار اور الطبرانی نے [المعجم] الکبیر میں روایت کیا ہے۔ اس میں مجالد بن سعید ہے اور اس کو لوگوں نے ضعیف قرار دیا ہے۔ النسائی نے ایک روایت میں ان کی توثیق کی ہے۔ (مجمع الزوائد ٢/ ١٨٤).

۳۔ابوھریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک اور حدیث:

امام مسلم اور امام ابن خزیمہ رحمہما اللہ تعالیٰ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے بیان کیا:

"قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "وَمَنْ مَسَّ الْحَصٰى فَقَدْ لَغَا".[1]

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اور جس نے کنکریوں کو چھوا، تو اس نے یقیناً لغو [حرکت] کی۔''

امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس حدیث پر عنوان بایں الفاظ تحریر کیا ہے:

[بَابُ الزَّجْرِ عَنْ مَسِّ الْحَصٰى، وَالإِمَامُ يَخْطُبُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، وَالْإِعْلَامِ بِأَنَّ مَسَّ الْحَصٰى فِيْ ذٰلِكَ الْوَقْتِ لَغْوٌ.][2]

[جمعہ کے دن خطبہ امام کے دوران کنکریوں کو چھونے پر ڈانٹ اور اس بات سے آگاہ کرنے کے متعلق باب کہ اس وقت کنکریوں کا چھونا لغو ہے۔]

شرح حدیث میں امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ رقم طراز ہیں:

"فِيْهِ النَّهْيُ عَنْ مَسِّ الْحَصٰى وَغَيْرِهٖ مِنْ أَنْوَاعِ الْعَبَثِ فِيْ حَالَةِ الْخُطْبَةِ، وَفِيْهِ إِشَارَةٌ إِلٰى إِقْبَالِ الْقَلْبِ وَالْجَوَارِحِ عَلَى الْخُطْبَةِ، وَالْمُرَادُ بِاللَّغْوِ اَلْبَاطِلُ الْمَذْمُوْمُ الْمَرْدُوْدُ."[3]

''اس [حدیث] میں دوران خطبہ کنکریوں کو چھونے اور دیگر بے کار حرکات کی ممانعت ہے اور اس بات کی جانب اشارہ ہے کہ خطبہ کی طرف قلب وقالب سے متوجہ ہونا چاہیے اور لغو سے مراد باطل، مذموم اور مردود ہے۔''

ب۔قبل از خطبہ لوگوں کو چپ کروانے کا حکم:

اس بارے میں توفیق الٰہی سے ذیل میں دو مثالیں پیش کی جارہی ہیں۔

ا: جریر رضی اللہ عنہ کو لوگوں کو چپ کروانے کا حکم:

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت جریر رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے بیان کیا:

---

[1] صحيح مسلم، كتاب الجمعة، باب فضل من استمع وأنصت للخطبة، جزء من رقم الحديث ٢٧(٨٥٧)، ٢/٥٨٨؛ وصحيح ابن خزيمة، كتاب الجمعة، جماع أبواب الأذان والخطبة في الجمعة، جزء من رقم الحديث ٨١٨، ٣/١٥٩.

[2] المرجع السابق ٣/١٥٩.

[3] شرح النووي ٦/١٤٧.

" أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ لَهُ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ: " اسْتَنْصِتِ النَّاسَ ".

ثُمَّ قَالَ: " لَا تَرْجِعُوا بَعْدِي كُفَّارًا يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ ".[1]

"رسول اللہ ﷺ نے انہیں حجۃ الوداع میں فرمایا: "لوگوں سے کہو کہ خاموش ہو جائیں۔"

پھر آپ نے فرمایا: میرے بعد کافر نہ ہو جانا، کہ تم ایک دوسرے کی گردنیں مارنے لگ جاؤ۔"

۲: بلال رضی اللہ عنہ کو لوگوں کو خاموش کروانے کا حکم:

امام ابن المبارک رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے بیان کیا:

" وَقَفَ النَّبِيُّ ﷺ بِعَرَفَاتٍ، وَقَدْ كَادَتِ الشَّمْسُ أَنْ تَؤُوبَ، فَقَالَ: " يَا بِلَالُ أَنْصِتْ لِيَ النَّاسَ ".

فَقَامَ بِلَالٌ رضي الله عنه، فَقَالَ: " أَنْصِتُوا لِرَسُولِ اللّٰهِ ﷺ ".

فَأَنْصَتَ النَّاسُ، فَقَالَ: " مَعْشَرَ النَّاسِ! أَتَانِي جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ آنِفًا فَأَقْرَأَنِي مِنْ رَبِّي السَّلَامَ. " ......الحديث."[2]

"نبی ﷺ عرفات میں کھڑے ہوئے اور اس وقت سورج غروب ہونے کے قریب تھا۔ پس آپ نے فرمایا: "اے بلال! لوگوں کو میرے لیے خاموش کرواؤ۔" پس بلال رضی اللہ عنہ اٹھے اور کہا: "رسول اللہ ﷺ کے لیے چپ ہو جاؤ۔"

لوگ خاموش ہو گئے، تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا: "ابھی جبرئیل علیہ السلام میرے پاس آئے اور میرے رب کا مجھے سلام پہنچایا ہے......الحدیث"

پہلی حدیث میں آنحضرت ﷺ نے خطبہ ارشاد فرمانے سے پہلے حضرت جریر رضی اللہ عنہ کو لوگوں کو خاموش کروانے کا حکم دیا اور دوسری حدیث میں یہی حکم حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اپنی گفتگو شروع کرنے سے پہلے دیا۔

ج۔ آنحضرت ﷺ کا گفتگو سے پہلے توجہ سے سننے کا حکم:

امام ابن حبان رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت خباب رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے بیان کیا:

---

[1] صحيح البخاري كتاب العلم، باب الإنصات للعلماء، رقم الحديث ۱۲۱، ۱/۲۱۷.

[2] نقلاً عن الترغيب والترهيب، كتاب الحج، الترغيب في الوقوف بعرفة، والمزدلفة، وفضل يوم عرفة، جزء من رقم الحديث ۷، ۲/۲۰۳. شیخ البانی نے اس کو [صحیح لغیرہ] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: صحيح الترغيب والترهيب ۲/۳۳). نیز ملاحظہ ہو: سلسلة الأحاديث الصحيحة، ۴/۱۶۳۔۱۶۴).

"كُنَّا قُعُودًا عَلَى بَابِ النَّبِيِّ ﷺ، فَخَرَجَ عَلَيْنَا، فَقَالَ: "اِسْمَعُوا".

قُلْنَا: "قَدْ سَمِعْنَا".

قَالَ: "اِسْمَعُوا".

قُلْنَا: "قَدْ سَمِعْنَا".

قَالَ: "اسْمَعُوا".

قُلْنَا: "قَدْ سَمِعْنَا".

قَالَ: "إِنَّهُ سَيَكُونُ بَعْدِي أُمَرَاءُ فَلَا تُصَدِّقُوهُمْ بِكِذْبِهِمْ، وَلَا تُعِينُوهُمْ عَلَى ظُلْمِهِمْ، فَإِنَّهُ مَنْ صَدَّقَهُمْ بِكِذْبِهِمْ، وَأَعَانَهُمْ عَلَى ظُلْمِهِمْ لَمْ يَرِدْ عَلَى الْحَوْضِ".[1]

"ہم نبی ﷺ کے دروازے پر بیٹھے تھے کہ آپ ہمارے پاس تشریف لائے تو فرمایا: "سنو" ہم نے عرض کیا: "یقیناً ہم نے سنا [یعنی ہم سننے کے لیے مستعد ہیں]" آپ ﷺ نے فرمایا: "سنو"

ہم نے عرض کیا: "یقیناً ہم نے سنا۔"

آپ ﷺ نے فرمایا: "سنو۔"

ہم نے عرض کیا: "یقیناً ہم نے سنا۔"

"آنحضرت ﷺ نے فرمایا: "بلاشک وشبہ میرے بعد امراء ہوں گے، تم ان کے جھوٹ کی تصدیق نہ کرنا اور نہ ہی ان کے ظلم پر ان کی اعانت کرنا، کیونکہ جس نے ان کے جھوٹ کو سچ قرار دیا اور ان کے ظلم پر ان کی مدد کی وہ میرے پاس حوض [کوثر] پر نہیں آئے گا۔"

آنحضرت ﷺ نے اس حدیث شریف کے مطابق آغاز گفتگو سے قبل اپنے شاگردوں کو تین دفعہ فرمایا کہ: "سنو" اور اس سے مقصود یہ تھا کہ وہ آپ کی بات سننے کی خاطر ہمہ تن گوش ہو جائیں۔ وَ اللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ بِالصَّوَاب۔

---

[1] الإحسان في تقريب صحيح ابن حبان، كتاب البر والإحسان، باب الصدق والأمر بالمعروف والنهي عن المنكر، ذكر الزجر عن تصديق الأمراء بكذبهم...... رقم الحديث ٢٨٤ ، ١/٥١٨ ـ ٥١٩. شیخ شعیب ارناؤوط نے اس کی [اسناد کو حسن] کہا ہے۔ (ملاحظہ ہو: هامش الإحسان ١/٥١٩).

(9)

شاگردوں کو نام، کنیت یا لقب سے پکارنا

سیرتِ طیبہ سے یہ بات ثابت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اپنے شاگردوں کو ان کے ناموں، کنیتوں اور القاب کے ساتھ پکارا۔ سلسلہ تعلیم میں اس اندازِ تخاطب کا اثر ایک مسلمہ حقیقت ہے۔ طلبہ کی توجہ مبذول کرانے کا یہ بہترین ذریعہ ہے۔ علاوہ ازیں اس سے طلبہ کے دل میں مسرت پیدا ہوتی ہے، کیونکہ بڑے کی طرف سے اس طرح چھوٹے کے تخاطب میں ایک گونہ اظہارِ تعلق ہوتا ہے۔ امام ابن ابی جمرہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایک حدیث میں نبی ﷺ کے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو ان کے نام سے پکارنے کی حکمت بیان کرتے ہوئے تحریر کیا ہے:

" وَالحِكْمَةُ فِي ذَلِكَ تَظْهَرُ مِنْ وَجْهَيْنِ:

اَلأَوَّلُ: أَنَّ نِدَاءَهُ بِاسْمِهِ أَجْمَعُ لِخَاطِرِهِ، فَيَكُونُ ذَلِكَ سَبَبًا لِتَحْصِيلِ جَمِيعِ مَا يُلقى إِلَيْهِ ،وَمَثَلُ ذٰلِكَ نِدَاؤُهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ لِمُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ رضي الله عنه ثَلَاثَ مَرَّاتٍ وَهُوَ مَعَهُ عَلَى الرَّاحِلَةِ ، ثُمَّ بَعْدَ الثَّلَاثِ أَلْقَى إِلَيْهِ مَا أَرَادَ، كُلُّ ذَلِكَ لِيَأْخُذَ الأُهْبَةَ لِلإِلْقَاءِ وَيَصْغِي لِسَمْعِ الخِطَابِ.

اَلثَّانِي: إِنَّ فِي نِدَائِهِ بِاسْمِهِ إِدْخَالَ سُرُورٍ عَلَيْهِ لِأَنَّ النِّدَاءَ أبدا إِذَا وَقَعَ مِنَ الفَاضِلِ إِلَى المَفْضُولِ يَحْصُلُ لَهُ بِهِ ابْتِهَاجٌ وَّ سُرُورٌ، فَكَيْفَ بِهِ وَهُوَ نِدَاءُ سَيِّدِ الأَوَّلِينَ وَالآخِرِينَ ﷺ لِتِلْكَ السَّادَةِ المُبَارَكِينَ الَّذِينَ قَدْ ثَبَتَ حُبُّهُمْ لَهُ بِالتَّوَاتُرِ."[1]

"اس کی حکمت دو پہلوؤں سے ظاہر ہوتی ہے:

اوّل: ان کے نام کے ساتھ ندا ان کی یک سوئی کا موجب بنتی ہے جو کہ بتلائی جانے والی معلومات کے حصول کا سبب بنتی ہے اور اسی طرح آنحضرت ﷺ نے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو تین دفعہ ان کے نام کے ساتھ پکارا اور وہ اس وقت آپ ﷺ کے ہمراہ سواری پر تھے۔[2] تین دفعہ [پکارنے] کے بعد آپ نے اپنا مقصود بیان فرمایا۔ آپ ﷺ نے یہ سب کچھ اس غرض سے کیا

---

[1] بهجة النفوس ۱/ ۱۳۴. [2] یہ حدیث اور اس کی تخریج کتاب ھذا کے صفحات ۹۷-۹۸ پر ملاحظہ فرمایئے۔

تاکہ وہ کہی جانے والی بات اپنی گرفت میں لے لیں اور بات سننے کے لیے مستعد ہو جائیں۔
دوم: ان کے نام کے ساتھ ندا میں ان کے دل میں مسرت کا داخل کرنا ہے کیونکہ فاضل کی مفضول کو ندا میں مفضول کے لیے سرور وفرحت ہوتی ہے۔ اور وہ خوشی کس قدر زیادہ ہوگی جب کہ وہ ندا سید الاولین والاخرین ﷺ کی جانب سے ان بابرکت معزز لوگوں کے لیے ہو، جن کی آپ ﷺ سے محبت تواتر کے ساتھ ثابت ہے۔''

تعلیم وتربیت کے دوران آنحضرت ﷺ کا اپنے شاگردوں کو ایک ہی نشست میں ایک، دو اور تین تین مرتبہ اس طرح پکارنا ثابت ہے۔ توفیق رَبِّ قُدُّوس سے ذیل میں اس بارے میں قدرے تفصیل سے گفتگو پیش کی جارہی ہے:

ا: مخاطب کو ایک دفعہ پکارنا:

ا: عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ کو ندا:

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے بیان کیا:

" قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ : " يَا عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ سَمُرَةَ! لَا تَسْأَلِ الإِمَارَةَ، فَإِنَّكَ إِنْ أُوتِيتَهَا عَنْ مَسْأَلَةٍ وُكِلْتَ إِلَيْهَا، وَإِنْ أُوتِيتَهَا مِنْ غَيْرِ مَسْأَلَةٍ أُعِنْتَ عَلَيْهَا، وَإِذَا حَلَفْتَ عَلَى يَمِينٍ فَرَأَيْتَ غَيْرَهَا خَيْرًا مِنْهَا فَكَفِّرْ عَنْ يَمِينِكَ، وَائْتِ الَّذِي هُوَ خَيْرٌ ". [1]

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اے عبدالرحمٰن بن سمرہ! امارت طلب نہ کرنا، کیونکہ اگر وہ تمہیں طلب کرنے پر دی گئی، تو تمہیں اس کی طرف سونپا جائے گا[2] اور اگر تمہیں بلا طلب دی گئی، تو تمہاری اعانت کی جائے گی۔ اور جب تم کوئی قسم کھاؤ اور اس کے سوا کسی اور چیز میں بھلائی دیکھو، تو تم اپنی قسم کا کفارہ دے دو اور کام وہ کرو جو بھلائی کا ہو۔''

---

[1] صحيح البخاري، كتاب الأيمان والنذور، باب قول الله تعالى: ﴿ لا يؤاخذكم الله باللغو في أيمانكم ﴾ الآية، رقم الحديث ٦٦٢٢، ١١/ ٥١٦-٥١٧.

[2] یعنی اللہ تعالیٰ کی نصرت واعانت سے محروم رہے گا۔ (ملاحظہ ہو: فتح الباري ١٣ / ١٢٤).

۲۔ابوذر رضی اللہ عنہ کو ندا:

امام مسلم رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے بیان کیا:

" قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ : " يَا أَبَا ذَرٍّ! إِذَا طَبَخْتَ مَرَقَةً فَأَكْثِرْ مَاءَهَا. وَتَعَاهَدْ جِيْرَانَكَ ".[1]

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اے ابوذر! جب شوربا پکاؤ، تو اس کے پانی کو زیادہ کر لیا کرو اور اپنے پڑوسیوں کی خبر گیری کیا کرو۔''

۳۔عائشہ رضی اللہ عنہا کو ندا:

امام مسلم رحمہ اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کی زوجہ [محترمہ] عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت نقل کی ہے کہ:

"أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: " يَا عَائِشَةُ! إِنَّ اللّٰهَ رَفِيْقٌ يُحِبُّ الرِّفْقَ، وَيُعْطِي عَلَى الرِّفْقِ مَا لَا يُعْطِي عَلَى الْعُنْفِ، وَمَا لَا يُعْطِي عَلَى مَا سِوَاهُ ".[2]

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اے عائشہ! بلا شک وشبہ اللہ تعالیٰ نرمی کرنے والا ہے اور نرمی کو پسند فرماتا ہے اور نرمی کی وجہ سے وہ کچھ عطا فرماتا ہے جو کہ سختی پر نہیں عطا کرتا اور نہ ہی اس کے سوا کسی اور چیز کی بنا پر دیتا ہے۔''

مذکورہ بالا تینوں احادیث میں سے ہر حدیث میں آنحضرت ﷺ نے تعلیم و تربیت کا آغاز مخاطب کو اس کے نام کے ساتھ پکارنے سے کیا اور بلا شک وشبہ اس سے خاطب کو متوجہ کرنے اور استاد اور شاگرد کے درمیان اخلاص و دعوت کی فضا پیدا کرنے میں بہت مدد ملتی ہے۔

ب۔مخاطب کو دو دفعہ پکارنا:

ا۔عباس رضی اللہ عنہ کو ندا:

امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت العباس رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے بیان کیا:

" أَتَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ، فَقُلْتُ: " يَا رَسُولَ اللّٰهِ! عَلِّمْنِي شَيْئًا أَدْعُوْ بِهِ ".

فَقَالَ: " سَلِ[اللّٰهَ] الْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ ".

قَالَ: " ثُمَّ أَتَيْتُهُ مَرَّةً أُخْرٰى، فَقُلْتُ: " يَا رَسُولَ اللّٰهِ! عَلِّمْنِي شَيْئًا أَدْعُوْ بِهِ ".

---

[1] صحیح مسلم، کتاب البرّ والصلة والآداب، باب الوصية بالجار والإحسان إليه، رقم الحديث ١٤٢ (٢٦٢٥)، ٤/٢٠٢٥.

[2] المرجع السابق، کتاب البر والصلة والآداب، باب فضل الرفق، رقم الحديث ٧٧ (٢٥٩٣)، ٤/٢٠٠٣-٢٠٠٤.

قَالَ: فَقَالَ: " يَا عَبَّاسُ! يَا عَمَّ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ! سَلِ اللّٰهَ الْعَافِيَةَ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ".[1]

''میں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: ''یا رسول اللہ ﷺ! مجھے کوئی چیز بتلائیے کہ میں اس کے ساتھ دعا کروں (یعنی اللہ تعالیٰ سے طلب کروں)''

آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ سے معافی اور عافیت کا سوال کرو۔''

''انہوں نے بیان کیا: ''پھر میں نے دوبارہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: ''مجھے کوئی چیز بتلائیے کہ اس کے ساتھ دعا کروں۔''

انہوں نے بیان کیا کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''اے عباس! اے رسول اللہ ﷺ کے چچا! اللہ تعالیٰ سے دنیا و آخرت میں عافیت کا سوال کرو۔''

اس حدیث شریف میں آنحضرت ﷺ نے اپنے محترم چچا کو دوران تعلیم دو دفعہ ندا دی۔ ایک دفعہ: ''یا عباس'' اور دوسری دفعہ: ''یا عم رسول ﷺ!'' کے الفاظ مبارکہ سے۔

۲۔ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو ندا:

امام مسلم رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے بیان کیا:

" قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: " يَا أَبَا الْمُنْذِرِ! أَتَدْرِي أَيُّ آيَةٍ مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ مَعَكَ أَعْظَمُ؟ ".

قَالَ: قُلْتُ: " اَللّٰهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ ".

قَالَ: " يَا أَبَا الْمُنْذِرِ! أَتَدْرِي أَيُّ آيَةٍ مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ مَعَكَ أَعْظَمُ؟ ".

قَالَ: قُلْتُ: " اَللّٰهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ. "

قَالَ: فَضَرَبَ فِي صَدْرِي، وَقَالَ: " وَاللّٰهِ! لِيَهْنِكَ الْعِلْمُ أَبَاالْمُنْذِرِ! ".[2]

''رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اے ابا المنذر! کیا تجھے خبر ہے کہ تیرے پاس کتاب اللہ

---

[1] المسند، رقم الحدیث ۱۷۸۳، ۲۱٤/۳۔ شیخ احمد شاکر نے اس کی [اسناد کو صحیح] قرار دیا۔ (ملاحظہ ہو: ہامش المسند ۲۱٤/۳) ؛ شیخ البانی نے بھی اس حدیث کو [صحیح] کہا ہے۔ (ملاحظہ ہو: صحیح الجامع الصغیر وزیادته، رقم الحدیث ۷۹۳۸ـ۳۲، ۳، ۱۳۱٤/۲)۔

[2] صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین وقصرها، باب فضل سورۃ الکهف وآیة الکرسي، رقم الحدیث ۲۵۸ (۸۱۰)، ۵۵٦/۱۔

کی کون سی آیت سب سے زیادہ عظیم ہے؟''

انہوں نے بیان کیا: ''میں نے عرض کیا: ''اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ زیادہ جانتے ہیں۔''

آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے ابا المنذر! کیا تو جانتا ہے کہ تیرے پاس کتاب اللہ کی کون سی آیت سب سے زیادہ عظمت والی ہے؟''

انہوں نے بیان کیا: میں نے عرض کیا: ''اَللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ.''

انہوں نے بیان کیا: '' آنحضرت ﷺ نے میرے سینے میں مارا اور فرمایا: اللہ تعالیٰ کی قسم ابا المنذر! تجھے علم مبارک ہو۔''

اس حدیث شریف میں ہم دیکھتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے آیت الکرسی کی شان وعظمت اجاگر کرنے سے پیشتر حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو دو دفعہ ان کی کنیت [اباالمنذر] کے ساتھ ندا دی اور ان کے صحیح جواب بتلانے پر شاباش دیتے ہوئے پھر انہیں کنیت کے ساتھ پکارا۔

حدیث شریف میں دیگر فوائد:

حدیث شریف میں موجود دیگر فوائد میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

شاگرد کی تکریم کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت ابی رضی اللہ عنہ کو ان کی کنیت سے مخاطب فرمایا اور عربوں کے ہاں کنیت سے پکارنے میں تکریم کا پہلو ہوتا ہے۔ امام نووی رحمہ اللہ نے تحریر کیا ہے:

فِيهِ تَبْجِيلُ الْعَالِمِ فُضَلَاءَ أَصْحَابِهِ، وَتَكْنِيَتِهِمْ ''.[1]

[1] ''اس [حدیث] میں عالم کی اپنے لائق شاگردوں کی عزت افزائی کرنا، اور انہیں کنیت سے مخاطب کرنا [ثابت ہوتا] ہے۔''

[2] نبی کریم ﷺ کا شاگرد سے علمی بات کے متعلق استفسار کرنا۔[2]

[3] اظہارِ مسرّت اور تعلق کی غرض سے استاد کا شاگرد کے جسم کے کسی حصے پر مارنا۔[3]

[4] آنحضرت ﷺ کا ان کی تعریف کرنا۔ امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے تحریر کیا ہے:

وَفِيهِ جَوَازُ مَدْحِ الْإِنْسَانِ فِي وَجْهِهِ إِذَا كَانَ فِيهِ مَصْلَحَةٌ، وَلَمْ يُخَفْ عَلَيْهِ إِعْجَابٌ وَنَحْوُهُ لِكَمَالِ نَفْسِهِ، وَرُسُوخِهِ فِي التَّقْوَى.[4]

---

[1] شرح النووي ٦/٩٣. مزید تفصیل کے لیے کتاب ھذا کے صفحات ۳۰۲۔۳۱۱ پر دیکھئے۔

[2] المرجع السابق ٦/٩٣. اس بارے میں تفصیل کتاب ھذا کے صفحات ۱۷۱۔۱۷۴ پر دیکھئے۔

[3] اس بارے میں تفصیل کتاب ھذا کے صفحات ۱۰۸۔۱۱۱ پر دیکھئے۔ [4] شرح النووي ٦/٩٣.

اس [حدیث] میں (دینی) مصلحت کے پیش نظر تعریف کرنے کا جواز ہے۔ جب کہ [ممدوح] کی علم میں پختگی اور تقوی کے رسوخ کی بنا پر اس کی خودسری کا اندیشہ نہ ہو۔

۳: مسلمان خواتین کو ندا:

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے بیان کیا:

" قَالَ النَّبِيُّ ﷺ : " يَا نِسَآءَ الْمُسْلِمَاتِ! يَا نِسَاءَ الْمُسْلِمَاتِ! لَا تَحْقِرَنَّ جَارَةٌ لِجَارَتِهَا، وَلَوْ فِرْسِنَ شَاةٍ ".[1]

''نبی ﷺ نے فرمایا: ''اے مسلمان عورتو! اے مسلمان عورتو! کوئی عورت اپنی کسی پڑوسن کے لیے [کسی بھی چیز کو بطور ہدیہ دینے کو] حقیر نہ سمجھے، خواہ وہ بکری کا پایہ ہی کیوں نہ ہو۔''

اس حدیث شریف میں آنحضرت ﷺ نے خواتین اسلام کو [يَا نِسَآءَ الْمُسْلِمَاتِ] کی ندائے مبارک سے دو مرتبہ نوازا۔

ج: مخاطب کو تین مرتبہ پکارنا:

۱۔ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو ندا:

امام بخاری اور امام مسلم رحمہما اللہ تعالیٰ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے بیان کیا:

" كُنْتُ رِدْفَ النَّبِيِّ ﷺ، لَيْسَ بَيْنِي وَبَيْنَهُ إِلَّا مُؤَخِّرَةُ الرَّحْلِ، فَقَالَ: " يَا مُعَاذُ بْنَ جَبَلٍ! ".

قُلْتُ: " لَبَّيْكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ وَسَعْدَيْكَ ".

ثُمَّ سَارَ سَاعَةً ، ثُمَّ قَالَ: " يَا مُعَاذُ بْنَ جَبَلٍ! ".

قُلْتُ: " لَبَّيْكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ وَسَعْدَيْكَ ".

ثُمَّ سَارَ سَاعَةً ، ثُمَّ قَالَ: " يَا مُعَاذُ بْنَ جَبَلٍ! ".

قَالَ: " هَلْ تَدْرِي مَا حَقُّ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ عَلَى الْعِبَادِ ".

---

[1] الأدب المفرد، باب لا يؤذي جاره، رقم الحديث ۱۲۳، ص ۵۸. شیخ البانی نے اس حدیث کو [صحیح] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: صحیح الأدب المفرد ص ٥٤).

قَالَ : " قُلْتُ : " اَللّٰهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ ".

قَالَ : " فَإِنَّ حَقَّ اللّٰهِ عَلَى الْعِبَادِ أَنْ يَّعْبُدُوهُ وَلَا يُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا ".

ثُمَّ سَارَ سَاعَةً ، ثُمَّ قَالَ : " يَا مُعَاذُ بْنَ جَبَلٍ! ".

قُلْتُ : " لَبَّيْكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ وَسَعْدَيْكَ ".

قَالَ : " هَلْ تَدْرِي مَا حَقُّ الْعِبَادِ عَلَى اللّٰهِ إِذَا فَعَلُوا ذٰلِكَ؟ ".

قَالَ : " قُلْتُ : " اَللّٰهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ ".

قَالَ : " أَنْ لَّا يُعَذِّبَهُمْ ". [1]

''میں نبی ﷺ کے پیچھے سوار تھا، میرے اور آپ کے درمیان کجاوہ کے آخری حصے کے سوا اور کچھ [حائل] نہ تھا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے معاذ بن جبل!''

میں نے عرض کیا: ''میں حاضر ہوں، میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوں یا رسول اللہ ﷺ! اور آپ کی اطاعت گزاری میری سعادت ہے! آپ کی طاعت گزاری میں میری سعادت ہے!''

پھر آپ ﷺ تھوڑی دیر چلتے رہے، اور پھر فرمایا: ''اے معاذ بن جبل''

میں نے عرض کیا: ''لَبَّيْكَ یا رسول اللہ ﷺ! وَسَعْدَيْكَ''

پھر آپ ﷺ تھوڑی دیر چلے۔ پھر فرمایا: ''اے معاذ بن جبل''

میں نے عرض کیا: ''لَبَّيْكَ یا رسول اللہ ﷺ! وَسَعْدَيْكَ''

آپ ﷺ نے فرمایا: ''کیا تمہیں معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ کا بندوں پر کیا حق ہے؟''

انہوں نے بیان کیا: ''میں نے عرض کیا: ''اللہ تعالیٰ اور ان کے رسول ﷺ زیادہ جانتے ہیں۔''

آپ ﷺ نے فرمایا: ''بلاشک وشبہ اللہ تعالیٰ کا بندوں پر یہ حق ہے کہ وہ اسی کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں۔''

پھر آپ ﷺ تھوڑی دیر چلتے رہے، پھر فرمایا: ''اے معاذ بن جبل!''

میں نے عرض کیا: ''لبیک یا رسول اللہ ﷺ وسعدیک۔''

آپ ﷺ نے فرمایا: ''کیا تمہیں علم ہے کہ جب بندے یہ کریں [2] تو ان کا اللہ تعالیٰ پر کیا حق ہے؟''

---

[1] صحيح البخاري، كتاب الرقاق، باب من جاهد نفسه في طاعة الله تعالى، رقم الحديث ٦٥٠٠، ١١/٣٣٧؛ وصحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب الدليل على أن من مات على التوحيد دخل الجنة قطعا، رقم الحديث ٤٨ (٣٠)، ١/٥٨؛ الفاظ حدیث صحیح مسلم کے ہیں۔

[2] یعنی اس کی عبادت کریں اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہرائیں۔

انہوں نے بیان کیا: ''میں نے عرض کیا: ''اللہ تعالیٰ اور ان کے رسول اللہ ﷺ زیادہ جانتے ہیں۔''
آپ ﷺ نے فرمایا: ''وہ انہیں عذاب نہ دے۔''

ہم اس حدیث شریف میں دیکھتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ کا بندوں پر حق بتلانے سے پیشتر تین مرتبہ ان کے نام کے ساتھ پکارا اور بندوں کا اللہ تعالیٰ پر حق بتلانے سے پہلے پھر ایک دفعہ ان کے نام کے ساتھ ندا فرمائی۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ.

امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ اس تکرار کی حکمت بیان کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں:

'' وَأَمَّا تَكْرِيرُه ﷺ نِدَاءَ مُعَاذ رضی اللہ عنہ فَلِتَأْكِيدِ الِاهْتمامِ بِمَا يُخْبِرُهُ، وَلِيَكْمُلَ تَنَبُّهُ مُعَاذٍ رضی اللہ عنہ فِيمَا يَسْمَعُهُ.''[1]

''آنحضرت ﷺ کے معاذ رضی اللہ عنہ کو بار بار نام لے کر پکارنے سے مقصود یہ تھا کہ جو بات بتلائی جا رہی ہے اس کا خوب اہتمام کیا جائے اور اس کے سننے کے لیے ہمہ تن گوش ہو جائیں۔''

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ رقم طراز ہیں:

'' وَفِي رِوَايَةٍ: '' ثُمَّ قَالَ مِثْلَهُ ثَلَاثًا '' أَيِ النِّدَاءِ وَالإِجَابَة، وَهُوَ لِتَأْكِيدِ الِاهْتِمَامِ بِمَا يُخْبِرُه بِهِ، وَيُبَالِغُ فِي تَفَهُّمِهِ وَضَبْطِهِ.''[2]

''اور ایک روایت میں ہے: ''پھر آپ ﷺ نے اسی طرح تین مرتبہ فرمایا'' یعنی ندا اور جواب۔ اور یہ بتلائی جانے والی بات کا خوب اہتمام کرنے کی تاکید اور اس کو سمجھنے اور یاد رکھنے میں بھرپور توجہ دلانے کے لیے ہے۔''

حدیث شریف میں دیگر فوائد:

[نبی کریم ﷺ بحیثیت معلم] کے حوالے سے حدیث شریف میں موجود دیگر فوائد میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

۱۔ آنحضرت ﷺ کی تواضع کہ اپنے شاگرد کو اپنے ہمراہ سوار کیا۔[3]

۲۔ آنحضرت ﷺ کا راستے میں سلسلہ تعلیم کو جاری رکھنا[4] اور اس میں اپنی اُمت کی تعلیم و تربیت کے لیے شوق واضح ہے۔[5]

---

[1] شرح النووي ۱/۲۳۱. [2] ملاحظہ ہو: فتح الباري ۱۱/۳۳۹.

[3] اس بارے میں تفصیل کے لیے کتاب ہذا کے صفحات ۲۵۰۔۲۵۶ پر دیکھئے۔

[4] اس سلسلے میں تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: راقم السطور کی کتاب ''ركائز الدعوة الى الله تعالىٰ'' ص ۲۶۴۔۲۶۹۔

[5] اس سلسلے میں تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: راقم السطور کی کتاب ''الحرص على هداية الناس'' ص ۱۷۔۴۰۔

۳ ہر دفعہ ندا کے بعد آنحضرت ﷺ کا توقف فرمانا جیسا کہ روایت میں ہے: "ثُمَّ سَارَ سَاعَةً" [پھر آپ ﷺ تھوڑی دیر چلتے رہے۔] حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ رقم طراز ہیں:

فِيهِ بَيَانُ أَنَّ النِّدَاءَ الثَّانِيَ لَمْ يَقَعْ عَلَى الْفَوْرِ، بَلْ بَعْدَ سَاعَةٍ.[1]

اس [حدیث] میں اس بات کا بیان ہے کہ ندائے ثانی [پہلی ندا کے] فوراً بعد نہ تھی، بلکہ اس کے کچھ دیر بعد تھی۔

اور اس میں بتلائی جانے والی بات کے بارے میں حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے شوق کو ابھارنے کے لیے آپ ﷺ کے اہتمام کا اظہار ہوتا ہے۔

۴ آنحضرت ﷺ نے بندوں کے ذمہ اللہ تعالیٰ کے حق اور بندوں کے اللہ تعالیٰ پر حق کو بیان کرنے کے لیے اسلوبِ استفہام استعمال فرمایا۔ بلا شک و شبہ اس سے مخاطب کو متوجہ کرنے میں بہت مدد ملتی ہے۔[2]

۲: عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کو ندا:

امام نسائی رحمہ اللہ تعالیٰ نے عقبہ بن عامر الجہنی رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے بیان کیا:

" بَيْنَا أَنَا أَقُودُ لِرَسُولِ اللّٰهِ ﷺ رَاحِلَتَهُ فِي غَزْوَةٍ إِذْ قَالَ:

" يَا عُقْبَةُ! قُلْ ".

فَاسْتَمَعْتُ، ثُمَّ قَالَ: " يَا عُقْبَةُ! قُلْ ".

فَاسْتَمَعْتُ، فَقَالَهَا الثَّالِثَةَ، فَقُلْتُ: " مَا أَقُولُ؟ ".

فَقَالَ: "﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ﴾ فَقَرَأَ السُّورَةَ حَتَّى خَتَمَهَا، ثُمَّ قَرَأَ ﴿قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ﴾ فَقَرَأْتُ مَعَهُ حَتَّى خَتَمَهَا، ثُمَّ قَرَأَ ﴿قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ﴾ وَقَرَأْتُ مَعَهُ حَتَّى خَتَمَهَا، ثُمَّ قَالَ: " مَا تَعَوَّذَ بِمِثْلِهِنَّ أَحَدٌ ".[3]

"میں ایک غزوہ میں رسول اللہ ﷺ کی سواری کو ہانک رہا تھا تو آپ نے فرمایا: "اے عقبہ! تم کہو۔"

میں [آپ کی جانب] متوجہ ہوا۔ آپ ﷺ نے پھر فرمایا: "اے عقبہ! تم کہو۔"

---

[1] ملاحظہ ہو: فتح الباري ۱۱/۳٤۰.

[2] اس بارے میں تفصیل کے لیے کتاب ھذا کے صفحات ۱۶۵۔۱۷۰ پر ملاحظہ فرمایئے۔

[3] سنن النسائي، كتاب الاستعاذة، ۸/۲۵۱ . شیخ البانی نے اس حدیث کو [صحیح] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: صحيح سنن النسائي ۳/۱۱۰۵)۔

میں متوجہ ہوا، تو آپ نے تیسری مرتبہ فرمایا، تو میں نے عرض کیا: ''میں کیا کہوں؟

''آپ ﷺ نے فرمایا: '' ﴿ قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَد ﴾ پس آپ ﷺ نے پوری سورت کی تلاوت فرمائی۔ پھر آپ ﷺ نے ﴿ قُلْ أَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ﴾ پڑھی، میں نے بھی آپ کے ساتھ پڑھی، یہاں تک کہ آپ ﷺ نے اس کو ختم فرمایا۔ پھر آپ ﷺ نے ﴿ قُلْ أَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ﴾ پڑھی، میں نے بھی آپ کے ساتھ پڑھی، یہاں تک کہ آپ نے اس کو ختم فرمایا۔ پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''کسی نے ان جیسی چیزوں کے ساتھ پناہ طلب نہیں کی۔''

اس حدیث شریف میں ہم دیکھتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے تعلیم دینے سے قبل حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ کو تین مرتبہ ان کے نام کے ساتھ ندائے مبارک سے نوازا۔ مبارک ہو سیدنا عقبہ رضی اللہ عنہ کو یہ سعادت! وَمَا يُلَقّٰهَا اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ.

حدیث شریف میں فائدہ دیگر:

اس حدیث شریف سے یہ بات بھی واضح ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ کو دوران سفر تعلیم دی۔[1]

خلاصہ گفتگو یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ سے دوران تعلیم مخاطب کو اس کے نام، کنیت یا لقب سے پکارنا ثابت ہے اور سلسلہ تعلیم میں اس بات کا اثر اہل فہم ونظر سے مخفی نہیں۔

---

[1] اس سلسلے میں تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: کتاب ھذا کے صفحات ۵۰۔۵۴ اور راقم السطور کی کتاب [رکائز الدعوۃ الی اللہ تعالیٰ] کے صفحات ۲۶۹۔۲۷۴۔

(10)

شاگردوں کے بعض اعضائے جسم کو چھونا

سیرت طیبہ سے یہ بات ثابت ہے کہ دورانِ تعلیم تنبیہ اور انس و مودت کے اظہار کی غرض سے نبی کریم ﷺ اپنے شاگردوں کے بعض اعضائے جسم کو چھوتے تھے۔ اس سلسلے میں توفیق الٰہی سے ذیل میں چند ایک شواہد پیش کیے جارہے ہیں:

ا۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی ہتھیلی کو دونوں ہتھیلیوں میں لینا:

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں:

"عَلَّمَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ، وَكَفِّي بَيْنَ كَفَّيْهِ، اَلتَّشَهُّدَ كَمَا يُعَلِّمُنِي السُّوْرَةَ مِنَ الْقُرْآنِ."[1]

"رسول اللہ ﷺ نے مجھے اس طرح تشہد سکھائی جیسے کہ آپ مجھے قرآن کی سورت سکھایا کرتے تھے اور اس وقت میری ہتھیلی آپ کی دونوں ہتھیلیوں کے درمیان تھی۔"

اس حدیث شریف میں ہم دیکھتے ہیں کہ تشہد سکھاتے وقت آنحضرت ﷺ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی ہتھیلی کو اپنی دونوں بابرکت ہتھیلیوں کے درمیان رکھا۔ کس قدر نصیب والی ہے ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی ہتھیلی! ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُوالْفَضْلِ الْعَظِيْمِ. اَللّٰهُمَّ لَا تَحْرِمْنَا مِنْ مُرَافَقَةِ نَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ ﷺ فِيْ جَنَّاتِ النَّعِيْمِ. إِنَّكَ سَمِيْعٌ مُّجِيْبٌ.

شیخ عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے تحریر کیا ہے:

"وآنچہ در صحیح بخاری در باب مذکور از عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ مروی است "عَلَّمَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَكَفِّي بَيْنَ كَفَّيْهِ اَلتَّشَهُّدَ كَمَا يُعَلِّمُنِي السُّوْرَةَ مِنَ الْقُرْآنِ، اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ...... الحديث". پس ظاہر آں است کہ مصافحہ متوارثہ کہ بوقتِ تلاقی مسنون است نبودہ بلکہ طریقہ تعلیمیہ بودہ کہ اکابر بوقتِ اہتمام تعلیم چیزی از ہر دو دست یا یک دست دستِ اصاغر

[1] صحيح البخاري، كتاب الاستئذان، باب الأخذ باليد، جزء من رقم الحديث ٦٢٦٥، ١١/ ٥٦.

گرفتہ تعلیم می سازند"[1]

"صحیح بخاری میں وارد شدہ حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ [کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے تشہد ......الحدیث] کا تعلق ملاقات کے وقت مسنون مصافحہ سے نہیں، بلکہ یہ تو ایک تعلیمی اسلوب ہے کہ دورانِ تعلیم کسی بات کو سکھانے کے اہتمام کی غرض سے اکابر اپنے دونوں ہاتھوں سے اصاغر کے ایک ہاتھ کو پکڑ کر تعلیم دیتے ہیں۔"

۲۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ کو تھامنا:

امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے بیان کیا:

" قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ : " مَنْ يَأْخُذُ عَنِّي هٰؤُلَآءِ الْكَلِمَاتِ فَيَعْمَلُ بِهِنَّ أَوْ يُعَلِّمُ مَنْ يَعْمَلُ بِهِنَّ؟".

فَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ رضي الله عنه : قُلْتُ : " أَنَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ! ﷺ ."

فَأَخَذَ بِيَدِي، فَعَدَّ خَمْسًا، وَقَالَ : " اتَّقِ الْمَحَارِمَ تَكُنْ أَعْبَدَ النَّاسِ، وَارْضَ بِمَا قَسَمَ اللّٰهُ لَكَ تَكُنْ أَغْنَي النَّاسِ، وَأَحْسِنْ إِلَى جَارِكَ تَكُنْ مُؤْمِنًا، وَأَحِبَّ لِلنَّاسِ مَا تُحِبُّ لِنَفْسِكَ تَكُنْ مُسْلِمًا، وَلَا تُكْثِرِ الضَّحِكَ فَإِنَّ كَثْرَةَ الضَّحِكِ تُمِيتُ الْقَلْبَ".[2]

"رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "کون مجھ سے یہ باتیں سیکھ کر ان پر خود عمل کرے گا، یا کسی ایسے شخص کو ان کی تعلیم دے گا جو ان پر عمل کرے؟"

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: "میں یا رسول اللہ ﷺ !"

پس آپ ﷺ نے میرے ہاتھ کو پکڑا اور پانچ [باتوں] کو شمار فرمایا:

"ممنوعہ چیزوں سے بچو، تمام لوگوں سے زیادہ عبادت گزار بن جاؤ گے۔ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے جو تقسیم فرما دیا ہے اس پر راضی ہو جاؤ، لوگوں میں سے سب سے زیادہ تونگر ہو جاؤ گے۔ اپنے پڑوسی کے ساتھ احسان کرو، مومن بن جاؤ گے۔ لوگوں کے لیے وہی پسند کرو جو اپنے لیے کرتے ہو مسلمان بن جاؤ گے۔ زیادہ نہ ہنسو کیونکہ زیادہ ہنسا دل کو مردہ کر دیتا ہے۔"

---

[1] مجموعة فتاوى ۲/۱۵۳ منقول از: المقالة الحسنى في سنية المصافحة باليد اليمني للعلامة المباركفوري ص ۵۷.

[2] جامع الترمذي، أبواب الزهد عن رسول الله ﷺ، رقم الحديث ۲۳۰۵ ۶/۴۸۶-۴۸۷. شیخ البانی نے اس حدیث کو [حسن] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: صحيح سنن الترمذي ۲/۲۶۶؛ وسلسلة الأحاديث الصحيحة، رقم الحديث ۹۳۰، ۲/۶۳۷-۶۴۰).

اس حدیث شریف سے واضح ہے کہ آنحضرت ﷺ نے تعلیم کے وقت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ کو پکڑا۔

حدیث شریف میں دیگر فوائد:

حدیث شریف میں موجود دیگر فوائد میں سے دو درج ذیل ہیں:

۱۔ آنحضرت ﷺ کا اسلوب استفہام [کون ہے......؟] استعمال کر کے حاضرین کو متوجہ کرنا اور بات جاننے کے لیے ان کے شوق کو ابھارنا۔[1]

۲۔ پانچ باتوں کو بیان کرنے کے لیے آنحضرت ﷺ کا شمار کرنا۔ دل و دماغ میں معلومات راسخ کرنے کے لیے اس انداز بیان کا اثر اہل فہم و نظر سے پوشیدہ نہیں۔

۳۔ معاذ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ کو تھامنا:

امام ابوداود اور امام ابن حبان رحمہما اللہ تعالیٰ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ:

"أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ أَخَذَ بِيَدِهِ، وَقَالَ: "يَا مُعَاذُ! وَاللّٰهِ! إِنِّي لَأُحِبُّكَ".

فَقَالَ: " أُوصِيكَ يَا مُعَاذُ! لَا تَدَعَنَّ فِي دُبُرِ كُلِّ صَلَاةٍ تَقُولُ: اَللّٰهُمَّ أَعِنِّي عَلَى ذِكْرِكَ وَشُكْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ".

"رسول اللہ ﷺ نے ان کے ہاتھ کو پکڑا اور فرمایا: "اے معاذ! اللہ تعالیٰ کی قسم! بلا شک و شبہ میں تجھ سے محبت کرتا ہوں۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: "اے معاذ! میں تجھے وصیت کرتا ہوں کہ تو کسی فرض نماز کے بعد یہ کہنا نہ چھوڑنا:

"اَللّٰهُمَّ أَعِنِّي عَلَى ذِكْرِكَ وَشُكْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ".

[اے میرے اللہ! اپنا ذکر کرنے، اپنا شکر کرنے اور اپنی عمدہ عبادت کرنے میں میری اعانت فرما۔]

وَأَوْصَى بِذٰلِكَ مُعَاذٌ الصُّنَابِحِيَّ، وَأَوْصَى بِهِ الصُّنَابِحِيُّ أَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ رضي الله عنهم ".[2]

"اسی بات کی وصیت معاذ رضی اللہ عنہ نے الصنابحی[3] کو اور الصنابحی نے ابو عبد الرحمٰن[4] کو کی۔"

---

[1] اس بارے میں تفصیل کتاب ھذا کے صفحات ۱۶۵۔۱۷۰ پر ملاحظہ فرمائیے۔

[2] سنن أبي داود، أبواب قيام الليل، باب في الاستغفار، رقم الحديث ۱۵۲۲، ۲۶۹/۴؛ والإحسان في تقريب صحيح ابن حبان، كتاب الصلاة، فصل في القنوت، ذكر الأمر بسؤال العبد ربه جل وعلا أن يعينه على ذكره وشكره وعبادته في عقب الصلاة، رقم الحديث ۲۰۲۱، ۳۶۵/۵، ۳۶۶. الفاظ حدیث سنن أبي داود کے ہیں۔ امام نووی نے اس حدیث کی [اسناد کو صحیح] کہا ہے۔ (ملاحظہ ہو: عون المعبود ۲۶۹/۴)؛ اور شیخ البانی نے اس کو [صحیح] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: صحیح سنن أبي داود ۲۸۴/۱).

[3] (الصنابحی): حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے شاگرد۔ [4] (ابو عبدالرحمن): الصنابحی کے شاگرد۔

حدیث شریف میں دیگر فوائد:

حدیث شریف میں موجود دیگر فوائد میں سے دو مندرجہ ذیل ہیں:

۱ آنحضرت ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو تعلیم دینے سے پیشتر دو دفعہ ان کے نام کے ساتھ پکارا۔ شاگرد کو متوجہ کرنے اور اس کے ساتھ اظہارِ اُلفت و انس میں اس کی تاثیر ایک واضح حقیقت ہے۔[۱]

۲ تعلیم دینے سے قبل آنحضرت ﷺ نے شاگرد سے اپنی محبت کا حلفاً اظہار فرمایا اور شاید اس میں یہ اشارہ تھا کہ ان کی اس تعلیم کے پس منظر میں شاگرد کے لیے اخلاص و محبت کے سوا کچھ نہیں۔ کسی نے کیا خوب کہا: "اَلتَّالِیفُ قَبلَ التَّعلِیمِ۔" "یعنی تعلیم سے قبل دلوں کو موہنا چاہیے۔" اور حدیث شریف میں بیان کردہ آنحضرت ﷺ کا طرزِ عمل اس کی حقیقی اور سچی عملی صورت ہے۔ فَصَلَوَاتُ رَبِّيْ وَسَلَامُهُ عَلَيْهِ۔

۴۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما کے شانے کو تھامنا:

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے بیان فرمایا:

" أَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِمَنْكِبِيْ فَقَالَ: " كُنْ فِي الدُّنْيَا كَأَنَّكَ غَرِيْبٌ أَوْ عَابِرُ سَبِيْلٍ ".[۲]

"رسول اللہ ﷺ نے میرے کندھے کو پکڑ کر فرمایا: "دنیا میں اس طرح رہو گویا کہ تم مسافر ہو یا راہ گزار۔"

اس حدیث شریف سے واضح ہے کہ آنحضرت ﷺ نے وقتِ تعلیم ابن عمر رضی اللہ عنہما کے شانے کو تھاما۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ رقم طراز ہیں:

" فِي الْحَدِيْثِ مَسُّ الْمُعَلِّمِ أَعْضَاءَ الْمُتَعَلِّمِ عِنْدَ التَّعْلِيْمِ، وَالْمَوْعُوْظِ عِنْدَ الْمَوْعِظَةِ، وَذٰلِكَ لِلتَّأْنِيْسِ وَالتَّنْبِيْهِ، وَلَا يُفْعَلُ ذٰلِكَ غَالِبًا إِلَّا بِمَنْ يَمِيْلُ إِلَيْهِ. "[۳]

"حدیث میں معلم کے متعلم اور واعظ کے اپنے مخاطب کے اعضاء کو چھونا [ثابت ہوتا] ہے اور

[۱] اس بارے میں تفصیل کتابِ ہذا کے صفحات ۹۲۔۱۰۱ پر گزر چکی ہے۔

[۲] صحيح البخاري، كتاب الرقاق، باب قول النبي ﷺ كن في الدنيا كأنك غريب أو عابر سبيل" رقم الحديث ٦٤١٦، ١١/ ٢٣٣۔

[۳] فتح الباري ١١/ ٢٣٥۔

ایسا اظہارِ انس اور تنبیہ کے لیے کیا جاتا ہے اور ایسا طرزِ عمل غالباً اس کے ساتھ اختیار کیا جاتا ہے جس کے ساتھ دلی لگاؤ ہو۔"

۵۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے کندھے پر ہاتھ رکھنا:

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے کہ:

" أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ وَضَعَ يَدَهُ عَلٰى كَتِفِي، أَوْ عَلٰى مَنْكِبِي ـ شَكَّ سَعِيْدَ۔ ثُمَّ قَالَ: "اَللّٰهُمَّ فَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ وَعَلِّمْهُ التَّأْوِيْلَ ."[1]

"یقیناً رسول اللہ ﷺ نے میرے کندھے یا میرے مونڈھے پر ہاتھ رکھا ـ سعید نے شک کیا۔[2] پھر کہا: "اے میرے اللہ! اس کو دین میں سمجھ عطا فرما اور تفسیر سکھا دیجیے۔"

اس حدیث شریف سے واضح ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اپنے ننھے شاگرد کے شانے پر اپنا دستِ مبارک رکھا۔

حدیث شریف میں فائدہ دیگر:

حدیث شریف سے یہ بھی واضح ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اپنے شاگرد کے لیے دعا فرمائی۔ تالیفِ قلب اور شاگرد کی حوصلہ افزائی میں دعا کی اہمیت چنداں محتاجِ بیان نہیں۔[3]

٦۔ ابو محذورہ رضی اللہ عنہ کے سر کو چھونا:

امام ابوداود رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابو محذورہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے بیان کیا:

" قُلْتُ: " يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! عَلِّمْنِي سُنَّةَ الْأَذَانِ"

قَالَ: " فَمَسَحَ مُقَدَّمَ رَأْسِي .

قَالَ: " تَقُوْلُ: اَللّٰهُ أَكْبَرُ اَللّٰهُ أَكْبَرُ. اَللّٰهُ أَكْبَرُ اَللّٰهُ أَكْبَرُ."[4]

---

[1] المسند ، رقم الحديث ۲۳۹۳، ۱/۲٦٦ . اس حدیث کے بارے میں حافظ ہیثمی نے تحریر کیا ہے: "احمد اور الطبرانی نے اس کو کئی اسانید کے ساتھ روایت کیا ہے۔" انہوں نے یہ بھی لکھا ہے: "احمد کی روایت کی دو سندیں ہیں اور ان کے روایت کرنے والے صحیح کے راوی ہیں۔" (مجمع الزوائد ۹/۲۷٦) ؛ شیخ احمد شاکر نے اس کی [اسناد کو صحیح] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: ھامش المسند ۱/۲٦٦.)

[2] سعید نے شک کیا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے [علىٰ كَتِفِي] کے الفاظ استعمال کیے یا [علىٰ مَنْكِبِي] کے......الخ۔ مفہوم کے اعتبار سے دونوں عبارتوں میں کوئی فرق نہیں، لیکن انہوں نے ادائے امانت ہی کے پیشِ نظر روایت میں پیدا ہونے والے شک کا اظہار کر دیا۔ رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً۔

[3] اس سلسلے میں تفصیل کتاب ھذا کے صفحات ۱۱۲۔۱۱٦ پر ملاحظہ فرمائیے۔

[4] سنن أبي داود ، كتاب الصلاة ، باب كيف الأذان ، رقم الحديث ۵۰۰، ۲/۱۲۵ . شیخ البانی نے اس حدیث کو [صحیح] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: صحيح سنن أبي داود ۱/۱۰۰).

''میں نے عرض کیا: ''یارسول اللہ ﷺ ! مجھے مسنون اذان سکھا دیجیے۔''

انہوں نے بیان کیا: ''پس آپ ﷺ نے میرے سر کے اگلے حصے کو چھوا، (اور) فرمایا: ''تم کہو: ''اللہ اکبر، اللہ اکبر، اللہ اکبر اللہ اکبر......الحدیث''

اس حدیث شریف سے واضح ہے کہ آپ ﷺ نے تعلیم اذان کے وقت حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ کے سر کے اگلے حصے کو مس فرمایا۔

اللہ اکبر! یہ حضرات رضی اللہ عنہم کتنے بخت اور نصیب والے تھے کہ تمام مخلوق کے ہاتھوں میں سے سب سے زیادہ معزز و محترم اور بابرکت ہاتھ نے ان کے اجسام کے بعض حصوں کو مس فرمایا۔ اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْأَلُكَ مُرَافَقَةَ نَبِيِّكَ ﷺ فِي جَنَّاتِ النَّعِيمِ. إِنَّكَ سَمِيعٌ مُجِيبٌ.

تنبیہ:

فتنہ کے خوف یا تہمت کے اندیشہ کی صورت میں معلم قطعی طور پر اپنے شاگردوں کو نہ چھوئے، کیونکہ تہمتوں کے مواقع اور جگہوں سے دُور رہنے کا ہمیں حکم دیا گیا ہے۔

(11)

تنبیہ اور اظہارِ تعلق کے لیے ضرب لگانا

نبی کریم ﷺ تعلیم و تربیت کے دوران بسا اوقات اپنے شاگردوں کو ضرب لگاتے۔ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ ایسا کرنے میں آپ کے پیش نظر انس و مودت کا اظہار اور بتلائی جانے والی بات کی طرف انہیں متوجہ کرنا ہوتا تھا۔ توفیق الٰہی سے اس سلسلے میں چند ایک شواہد پیش کیے جا رہے ہیں:

۱۔ عباس رضی اللہ عنہ کے سینے پر ضرب لگانا:

حضرات ائمہ احمد، ابو یعلی اور حاکم رحمہم اللہ تعالیٰ نے حضرت ام الفضل بن عباس رضی اللہ عنہم سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے بیان کیا:

" دَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَلٰى عَمِّهٖ وَهُوَ شَاكٍ ، يَتَمَنَّى الْمَوْتَ لِلَّذِيْ هُوَ فِيْهِ مِنْ مَرَضِهٖ ، فَضَرَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِيَدِهٖ عَلٰى صَدْرِ الْعَبَّاسِ رضي الله عنه ثُمَّ قَالَ : " لَا تَتَمَنَّ الْمَوْتَ يَا عَمَّ رَسُوْلِ اللّٰهِ! فَإِنَّكَ إِنْ تَبْقَ تَزْدَدْ خَيْرًا يَكُوْنُ ذٰلِكَ ، فَهُوَ خَيْرٌ لَكَ ، وَإِنْ تَبْقَ تَسْتَعْتِبْ مِنْ شَيْءٍ يَكُوْنُ ذٰلِكَ خَيْرًا لَكَ."[1]

''رسول اللہ ﷺ اپنے بیمار چچا کے پاس تشریف لائے، [اور] وہ اپنی بیماری کی بنا پر موت کی تمنا کر رہے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے ہاتھ سے عباس رضی اللہ عنہ کے سینے پر ضرب لگائی۔ پھر فرمایا: ''اے رسول اللہ ﷺ کے چچا! موت کی خواہش نہ کیجیے۔ اگر آپ باقی رہے [اور] نیکیوں میں اضافہ کیا تو بھی آپ کے لیے بہتر ہے اور اگر آپ باقی رہے اور کسی چیز [یعنی غلطی] سے معذرت کر کے [اللہ تعالیٰ کو] راضی کر لیا تو یہ [بھی] آپ کے لیے بہتر ہے۔''

اس حدیث شریف میں ہم دیکھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے دست مبارک سے سینہ عباس رضی اللہ عنہ پر

---

[1] المسند ٦/٣٣ (ط: المكتب الاسلامي) ؛ ومسند أبي يعلىٰ الموصلي ،رقم الحديث ٦ (٧٠٧٦)، ١٢/٣٠٥ - ٤٠٢؛ والمستدرك على الصحيحين ، كتاب الجنائز، ١/ ٣٣٩ . الفاظ حدیث مسند أبي یعلی کے ہیں۔ امام حاکم نے اس حدیث کو امام بخاری اور مسلم کی شرط پر [صحیح] قرار دیا ہے اور حافظ ذہبی نے ان کی تائید کی ہے۔ (ملاحظہ ہو: المستدرك على الصحيحين ١/٣٣٩، والتلخيص ١/٣٣٩)؛ مسند أبي یعلی کے فاضل محقق نے اس کی [اسناد کو جید] کہا ہے۔ هامش مسند أبي يعلىٰ ١٢/٤٠٣).

ضرب لگائی۔ آنحضرت ﷺ کا ایسا کرنا معاذ اللہ ایذا دینے یا اظہار حقارت کے لیے نہ تھا، بلکہ اظہار موانست اور بتلائی جانے والی بات کی جانب مکمل متوجہ کروانے کی غرض سے تھا، وَاللّٰهُ أَعْلَمُ بِالصَّوَابِ.

۲۔ علی رضی اللہ عنہ کو ضرب لگانا:

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں:

" لَمَّا بَعَثَنِي رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِلَى الْيَمَنِ ، فَقُلْتُ : " تَبْعَثُنِيْ وَأَنَا رَجُلٌ حَدِيْثُ السِّنِّ ، وَلَيْسَ لِي عِلْمٌ بِكَثِيْرٍ مِنَ الْقَضَاءِ"

قَالَ : " فَضَرَبَ صَدْرِي رَسُوْلُ اللّٰهُ ﷺ وَقَالَ : " اِذْهَبْ ، فَإِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ سَيُثَبِّتُ لِسَانَكَ ، وَيَهْدِيْ قَلْبَكَ"

قَالَ : " فَمَا أَعْيَانِيْ قَضَاءٌ بَيْنَ اثْنَيْنِ". [1]

''جب رسول اللہ ﷺ نے مجھے یمن بھیجا تو میں نے عرض کیا:'' آپ مجھے مبعوث [تو] فرما رہے اور میں نوعمر ہوں، اور مجھے [لوگوں کے درمیان] فیصلے کرنے میں کچھ تجربہ نہیں۔''

انہوں نے بیان کیا:''رسول اللہ ﷺ نے میرے سینے پر ضرب لگائی، اور فرمایا:'' جاؤ، اللہ تعالیٰ تمہاری زبان کو ثبات اور تمہارے دل کو ہدایت عطا فرمائے گا۔''

انہوں نے بیان کیا:''پس مجھے [اس کے بعد] دو آدمیوں کے درمیان فیصلہ کرنے نے [کبھی بھی] عاجز نہیں کیا۔'' [یعنی میں ہر پیش ہونے والے قضیہ میں آسانی سے فیصلہ کر لیتا]

ب: امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے بیان کیا:

" مَرَّبِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ، وَأَنَا وَجِعٌ ، وَأَنَا أَقُوْلُ : " اَللّٰهُمَّ إِنْ كَانَ أَجَلِيْ قَدْ حَضَرَ فَأَرِحْنِيْ ، وَإِنْ كَانَ آجِلاً فَارْفَعْنِيْ ، وَإِنْ كَانَ بَلَاءً فَصَبِّرْنِيْ."

قَالَ : " مَا قُلْتَ؟"

فَأَعَدْتُ عَلَيْهِ ، فَضَرَبَنِيْ بِرِجْلِهِ ، فَقَالَ : " مَاقُلْتَ؟".

فَأَعَدْتُ عَلَيْهِ ، فَقَالَ : " اَللّٰهُمَّ عَافِهِ أَواشْفِهِ".

قَالَ : "فَمَا اشْتَكَيْتُ ذٰلِكَ الْوَجَعَ بَعْدُ". [2]

---

[1] المسند، رقم الحديث ۱۱۴۹، ۱۳۶/۱ (ط: مؤسسة الرسالة) ؛ شیخ شعیب ارناؤوط اور ان کے رفقاء نے اس حدیث کو [صحیح لغیرہ] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: هامش المسند ۳۰۶/۲).

[2] المسند، رقم الحديث ۶۳۷، ۵۴/۲. (ط: دار المعارف بمصر)؛ شیخ احمد شاکر نے اس کی اسناد کو [صحیح] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: هامش المسند ۵۴/۲).

''رسول اللہ ﷺ میرے پاس سے گزرے اور میں مبتلائے درد تھا، اور میں کہہ رہا تھا: ''اے میرے اللہ! اگر میرا وقت اجل آچکا ہے، تو مجھے راحت دیجیے، [یعنی موت دیجیے]، اور اگر ابھی اس میں مہلت ہے، تو مجھے [اس بیماری سے] اٹھا لیجیے، اور اگر یہ آزمائش ہے تو مجھے صبر عطا فرمایئے۔'' آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''تو نے کیا کہا؟''

میں نے آپ کے روبرو اپنی بات کو دہرایا، تو آپ ﷺ نے اپنے پاؤں سے مجھے ٹھوکر لگا کر فرمایا: ''تو نے کیا کہا؟''

میں نے آپ کے سامنے اسی بات کا اعادہ کیا، تو آنحضرت ﷺ نے کہا: ''اے میرے اللہ! اس کو عافیت عطا فرما دیجیے یا [آپ ﷺ نے کہا] اس کو شفا دیجیے۔''

انہوں نے بیان کیا: ''اس کے بعد کبھی بھی مجھے اس درد کی شکایت نہ ہوئی۔''

پہلی حدیث شریف سے یہ بات واضح ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سینہ پر ضرب لگائی اور دوسری حدیث شریف میں ہے کہ آپ نے اپنے قدم مبارک سے انہیں ٹھوکر لگائی۔

۳۔ قیس رضی اللہ عنہ کو قدم مبارک سے ٹھوکر:

امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت قیس بن سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے کہ:

'' أَنَّ أَبَاهُ دَفَعَهُ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ يَخْدُمُهُ. قَالَ: فَمَرَّبِيَ النَّبِيُّ ﷺ، وَقَدْ صَلَّيْتُ، فَضَرَبَنِي بِرِجْلِهِ، وَقَالَ: '' أَلَا أَدُلُّكَ عَلَى بَابٍ مِنْ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ؟''.

قُلْتُ: '' بَلَى''.

قَالَ: ''لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ''.[1]

''یقیناً ان کے باپ نے خدمت کی غرض سے انہیں نبی ﷺ کے حضور پیش کیا۔'' انہوں نے بیان کیا: ''میرے پاس سے نبی ﷺ گزرے اور میں تب نماز ادا کر چکا تھا، تو آپ ﷺ نے اپنے قدم سے مجھے ٹھوکر لگا کر فرمایا: ''کیا میں جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازے کی طرف تمہاری راہنمائی نہ کروں؟''

---

[1] جامع الترمذي، أحاديث شتى من أبواب الدعوات، باب في فضل لا حول ولا قوة إلا بالله، رقم الحديث ۳۵۸۱، ۱۰/۳۰۔ امام ترمذی نے اس حدیث کو [حسن صحیح غریب] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: المرجع السابق ۱۰/۳۰)؛ علامہ مبارکپوری نے تحریر کیا ہے کہ اس کو امام احمد اور امام حاکم نے روایت کیا ہے۔ امام حاکم نے امام بخاری اور امام مسلم کی شرط پر [صحیح] کہا ہے۔ (ملاحظہ ہو: تحفة الأحوذي ۱۰/۳۰)؛ شیخ البانی نے اس کو [صحیح] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: صحیح سنن الترمذي ۳/۱۸۳؛ وسلسلة الأحاديث الصحيحة، الحديث ۱۷۴۶، ۴/۳۲۷)۔

میں نے عرض کیا: ''کیوں نہیں'' [ضرور فرمائیں]

آپ ﷺ نے فرمایا: ''**لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ.**''

اس حدیث شریف سے یہ واضح ہے کہ آنحضرت ﷺ نے تعلیم کے وقت حضرت قیس رضی اللہ عنہ کو اپنے قدم مبارک سے ٹھوکر لگائی اور آپ ﷺ کا یہ طرزِ عمل اظہار انس ومودت اور تنبیہ کے لیے تھا۔

علامہ مبارک پوری رحمہ اللہ تعالیٰ نے شرح حدیث میں تحریر کیا ہے: ''فَضَرَبَنِي بِرِجْلِهِ اَيْ لِلتَّنْبِيْهِ'' پس آپ نے مجھے اپنے قدم سے تنبیہ کی غرض سے ٹھوکر لگائی۔''[1]

حدیث شریف میں فائدہ دیگر:

نبی کریم ﷺ نے اسلوب استفہام استعمال کرتے ہوئے فرمایا: ''[کیا میں جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازے کی طرف تمہاری راہ نمائی نہ کروں؟] تاکہ حضرت قیس رضی اللہ عنہ بتلائی جانے والی بات کے سننے سمجھنے کے لیے سراپا شوق بن جائیں۔[2] رب ذوالجلال کی طرف سے لاتعداد اور دائمی درود وسلام ہوں ہمارے نبی ﷺ پر۔ وہ اپنے شاگردوں کو فیض یاب کرنے کے لیے کس قدر خواہش مند تھے! اور ہم ناکاروں کی کیفیت کیا ہے؟ إلی الله المشتکی اے رب حیٌّ وَ قَیُّوْمُ ہمیں سلسلہ تعلیم میں اور زندگی کے ہر شعبے میں اپنے حبیب کریم ﷺ کے نقش قدم پر چلا دے۔ آمین یارب العالمین۔

---

[1] تحفة الاحوذي ۳۰/۱۰.

[2] اس بارے میں تفصیل کتاب ھذا کے صفحات ۱۶۵۔۱۷۰ پر ملاحظہ فرمائیے۔

(12)

شاگردوں کے لیے دعا

ہمارے نبی کریم ﷺ اپنے شاگردوں کے لیے دعا فرمایا کرتے تھے۔ آپ ﷺ ان کی فرمائش پر اور بسا اوقات خود بھی ان کے لیے دعا فرماتے۔ یہ دعا علم کے متعلق بھی ہوتی، اور اس کے علاوہ خیر کی دیگر باتوں کے بارے میں بھی۔

شاگرد کی محترم اُستاذ کی اپنے لیے دعا سے خوشی و اطمینان چنداں محتاج بیان نہیں اور جب یہ دعا مخلوق کے معزز ترین معلم و مربی نبی کریم ﷺ کی جانب سے ہو، تو پھر شاگردوں کو حاصل ہونے والی مسرت اور اطمینان کا اندازہ کون لگا سکتا ہے؟

توفیق الٰہی سے سیرت طیبہ سے اس سلسلے میں ذیل میں چند ایک شواہد پیش کیے جا رہے ہیں:

۱۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے لیے علم کتاب کی دعا:

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے بیان کیا:

"ضَمَّنِي رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ وَقَالَ: "اَللّٰهُمَّ عَلِّمْهُ الْكِتَابَ."[1]

"رسول اللہ ﷺ نے مجھے [سینے سے] لگایا، اور کہا: "اے اللہ! اس کو علم کتاب عطا فرما دیجیے۔"

اور کتاب سے مراد قرآن کریم ہے۔[2]

اس حدیث شریف سے یہ واضح ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے لیے علم قرآن کریم عطا فرمانے کی دعا کی۔ اللہ کریم نے اپنے حبیب ﷺ کی دعا کو قبول فرمایا اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے امت میں سے ترجمان القرآن کا لقب پایا۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ.

---

[1] صحيح البخاري، كتاب العلم، باب قول النبي ﷺ اَللّٰهُمَّ عَلِّمْهُ الْكِتَابَ، رقم الحديث ٧٥، ١٦٩/١.

[2] ملاحظہ ہو: فتح الباري ١ / ١٧٠، وعمدة القاري ٢ / ٦٦.

۲۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے مومنوں کا محبوب بننے کی دعا:

امام مسلم رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے بیان کیا:

"كُنْتُ أَدْعُو أُمِّي إِلَى الْإِسْلَامِ، وَهِيَ مُشْرِكَةٌ، فَدَعَوْتُهَا يَوْمًا، فَأَسْمَعَتْنِي فِي رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ مَا أَكْرَهُ. فَأَتَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ وَأَنَا أَبْكِي.

قُلْتُ: "يَا رَسُولَ اللّٰهِ! إِنِّي كُنْتُ أَدْعُو أُمِّي إِلَى الْإِسْلَامِ فَتَأْبَى عَلَيَّ، فَدَعَوْتُهَا الْيَوْمَ، فَأَسْمَعَتْنِي فِيكَ مَا أَكْرَهُ، فَادْعُ اللّٰهَ أَنْ يَهْدِيَ أُمَّ أَبِي هُرَيْرَةَ."

فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: "اَللّٰهُمَّ اهْدِ أُمَّ أَبِي هُرَيْرَةَ".

فَخَرَجْتُ مُسْتَبْشِرًا بِدَعْوَةِ نَبِيِّ اللّٰهِ ﷺ. فَلَمَّا جِئْتُ فَصِرْتُ إِلَى الْبَابِ، فَإِذَا هُوَ مُجَافٌ. فَسَمِعَتْ أُمِّي خَشْفَ قَدَمَيَّ، فَقَالَتْ: "مَكَانَكَ! يَا أَبَا هُرَيْرَةَ!" وَسَمِعْتُ خَضْخَضَةَ الْمَاءِ.

قَالَ: "فَاغْتَسَلَتْ وَلَبِسَتْ دِرْعَهَا وَعَجِلَتْ عَنْ خِمَارِهَا، فَفَتَحَتِ الْبَابَ، ثُمَّ قَالَتْ: "يَا أَبَا هُرَيْرَةَ! اَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ ﷺ".

قَالَ: "فَرَجَعْتُ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ، فَأَتَيْتُهُ وَأَنَا أَبْكِي مِنَ الْفَرَحِ". قَالَ: قُلْتُ "يَا رَسُولَ اللّٰهِ! اَبْشِرْ قَدِاسْتَجَابَ اللّٰهُ دَعْوَتَكَ وَهَدٰى أُمَّ أَبِي هُرَيْرَةَ."

فَحَمِدَ اللّٰهَ وَأَثْنٰى عَلَيْهِ، وَقَالَ خَيْراً.

قَالَ: "قُلْتُ: "يَا رَسُولَ اللّٰهِ! اُدْعُ اللّٰهَ أَنْ يُحَبِّبَنِي أَنَا وَأُمِّي إِلٰى عِبَادِهِ الْمُؤْمِنِيْنَ، وَيُحَبِّبَهُمْ إِلَيْنَا".

قَالَ: "فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: "اَللّٰهُمَّ حَبِّبْ عُبَيْدَكَ هٰذَا ـ يَعْنِي أَبَا هُرَيْرَةَ ـ وَأُمَّهُ إِلٰى عِبَادِكَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَحَبِّبْ إِلَيْهِمُ الْمُؤْمِنِيْنَ".

فَمَا خُلِقَ مُؤْمِنٌ يَسْمَعُ بِي، وَلَا يَرَانِي إِلَّا أَحَبَّنِي".[1]

"میں اپنی مشرکہ ماں کو اسلام [قبول کرنے] کی دعوت دیتا رہتا تھا۔ ایک دن میں نے انہیں

[1] صحيح مسلم، كتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل ابي هريرة الدوسي رضي الله عنه، رقم الحديث ١٥٨ (٢٤٩١) ١٩٣٨/٤ ـ ١٩٣٩.

دعوت دی، تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے بارے میں میرے روبرو وہ بات کہی جو مجھے نا گوار تھی۔ میں روتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، اور عرض کیا: ''یا رسول اللہ ﷺ! یقیناً میں اپنی والدہ کو اسلام (قبول کرنے) کی دعوت دیا کرتا تھا اور وہ انکار کرتی تھیں۔ آج میں نے انہیں دعوت دی تو انہوں نے میرے سامنے آپ کے متعلق وہ بات کہی ہے جو مجھے نا پسند ہے۔ لہٰذا آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجیے کہ وہ ابو ہریرہ کی ماں کو ہدایت عطا فرما دیں۔''

[یہ سن کر] رسول اللہ ﷺ نے کہا: ''اے اللہ! ابو ہریرہ کی ماں کو ہدایت عطا فرما دیجیے۔''

میں نبی ﷺ کی دعا سے نیک شگون لیتے ہوئے [وہاں سے] نکلا۔ جب میں [گھر کے] دروازے کے قریب پہنچا تو وہ بند تھا۔ میری والدہ نے میرے قدموں کی چاپ سنی تو کہا: ''ابو ہریرہ! اپنی جگہ ہی پر رہو۔''

اور میں نے پانی کے گرنے کی آواز سنی۔ انہوں نے بیان کیا: ''انہوں نے غسل کیا، اپنی قمیض پہنی، اور جلدی میں دوپٹہ اوڑھے بغیر دروازہ کھولا، اور پھر کہنے لگیں: ''اے ابو ہریرہ! میں گواہی دیتی ہوں کہ نہیں کوئی معبود مگر اللہ تعالیٰ اور گواہی دیتی ہوں کہ یقیناً محمد ﷺ ان کے بندے اور رسول ہیں۔''

انہوں نے بیان کیا: ''میں رسول اللہ ﷺ کی طرف واپس پلٹا، اور میں خوشی سے روتا ہوا آپ ﷺ کی خدمت میں پہنچا۔''

انہوں نے بیان کیا: ''میں نے عرض کیا: ''یا رسول اللہ ﷺ! خوش ہو جائیے کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا کو شرفِ قبولیت عطا فرمایا ہے اور ابو ہریرہ کی ماں کو ہدایت عطا فرما دی ہے۔''

آنحضرت ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کی، اور بہترین بات فرمائی۔

انہوں نے بیان کیا: ''میں نے عرض کیا: ''یا رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجیے کہ وہ مجھے اور میری والدہ کو اپنے مومن بندوں کا محبوب بنا دیں، اور انہیں ہمارا محبوب بنا دیں۔''

انہوں نے بیان کیا: ''رسول اللہ ﷺ نے کہا: ''اے اللہ! اپنے اس چھوٹے سے بندے...... یعنی ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ...... اور اس کی ماں کو اپنے مومن بندوں کا محبوب بنا دیجیے۔ اور مومنوں کو ان کا محبوب بنا دیجیے۔''

[اب] پیدا والا کوئی مومن ایسا نہیں، جو میرے بارے میں سنے یا مجھے دیکھے، مگر وہ میرے ساتھ محبت کرتا ہے۔''

اس حدیث شریف سے یہ بات واضح ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اپنے شاگرد ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی فرمائش پر ان کے اور ان کی والدہ کے لیے دعا کی اور اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی دعا کو شرفِ قبولیت سے نوازا۔

۳۔ جابر رضی اللہ عنہ کے لیے پچیس مرتبہ استغفار:

امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے بیان کیا:

"اِسْتَغْفَرَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَيْلَةَ الْبَعِيْرِ خمسًا وَّ عِشْرِيْنَ مَرَّةً".[1]

"رسول اللہ ﷺ نے اونٹ[2] والی رات میرے لیے پچیس مرتبہ استغفار کیا۔"

اس حدیث شریف کے مطابق آنحضرت ﷺ نے اپنے شاگرد کے لیے ایک ہی رات میں پچیس بار استغفار کیا۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ.

۴۔ جابر رضی اللہ عنہ کے باغ کے لیے دعائے برکت:

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے اپنے شاگرد کو بتلایا:

" أَنَّ أَبَاهُ قُتِلَ يَوْمَ أُحُد شَهِيْداً، وَعَلَيْهِ دَيْنٌ فاشْتَدَّ الْغُرَمَاءُ في حُقُوقِهِمْ ، فَأَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ، فَسَأَلَهُمْ أَنْ يَّقْبَلُوْا تَمرَ حَائِطِي وَيُحَلِّلُوْا أَبِيْ ، فَأَبَوْا ، فَلَمْ يُعْطِهِمُ النَّبِيُّ ﷺ حَائِطِيْ وَقَالَ: "سَنَغْدُوْا عَلَيْكَ".

فَغَدَا عَلَيْنَا حِيْنَ أَصْبَحَ. فَطَافَ فِي النَّخْلِ ، وَدَعَا فِيْ ثَمَرِهَا بِالْبَرَكَةِ.

فَجَدَدْتُهَا ، فَقَضَيْتُهُمْ ، وَبَقِيَ لَنَا مِنْ تَمْرِهَا ".[3]

"یقیناً ان کے باپ غزوہ احد میں شہید کیے گئے اور ان کے ذمہ قرض تھا۔ قرض خواہوں نے اپنے حقوق طلب کرنے میں سختی کی۔ میں [اس سلسلے میں] نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، تو آپ ﷺ نے ان سے سفارش کی کہ وہ میرے باغ کا پھل لے کر میرے باپ کے ذمہ اپنے بقیہ حقوق سے دستبردار ہو جائیں۔ [لیکن] وہ نہ مانے، تو نبی ﷺ نے انہیں میرا باغ نہ دیا،

---

[1] جامع الترمذی ،أبواب المناقب، مناقب جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما، رقم الحدیث ٤١٠٦، ١/٢٣٧. امام ترمذی نے اس حدیث کو [حسن غریب صحیح] کہا ہے۔ (المرجع السابق ١/٢٣٧)؛ نیز ملاحظہ ہو: صحیح سنن الترمذی ٣/٢٣٨.

[2] اونٹ والی رات سے مراد وہ رات ہے جس میں نبی کریم ﷺ نے دورانِ سفر حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے اونٹ خریدا تھا۔ (ملاحظہ ہو: جامع الترمذی ،أبواب المناقب، مناقب جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما ، ١/ ٧٣٧).

[3] صحیح البخاري ، کتاب الاستقراض ، باب إذا قضی دون حقه أو حلّله فهو جائز ، رقم الحدیث ٢٣٩٥ ، ٥/٥٠.

اور فرمایا: ''ہم کل تمہارے ہاں آئیں گے۔''

دوسرے دن صبح کے وقت آپ ﷺ ہمارے ہاں تشریف لائے، آپ ﷺ نے کھجوروں کے درمیان چکر لگایا اور ان کے پھل میں برکت کی دعا کی۔ میں نے اس باغ کے پھل کو کاٹا، ان کا قرضہ ادا کیا اور ہمارے لیے [بھی] اس کی کھجوریں بچ گئیں۔''

اس حدیث شریف سے یہ بات واضح ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اپنے شاگرد کے مصیبت میں پھنسنے کے وقت دعا کی، اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی دعا کو قبول فرمایا، اور آپ کے شاگرد کے لیے غیر متوقع آسانی پیدا فرمادی۔

۵۔ انس رضی اللہ عنہ کے لیے کثرت و برکت کی دعا:

امام مسلم رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے اور انہوں نے حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا[1] سے، کہ انہوں نے عرض کیا:

'' يَا رَسُولَ اللّٰهِ! خَادِمُكَ أَنَسٌ اُدْعُ اللّٰهَ لَهُ ''.

فَقَالَ: '' اَللّٰهُمَّ أَكْثِرْ مَالَهُ وَوَلَدَهُ، وَبَارِكْ لَهُ فِيمَا أَعْطَيْتَهُ ''.[2]

''یارسول اللہ ﷺ! اپنے کا خادم انس کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیں۔''

آپ ﷺ نے کہا: ''اے اللہ! اس کے مال اور اولاد کو زیادہ کیجیے اور آپ نے جو کچھ اس کو عطا فرمایا ہے اس کے لیے اس میں برکت عطا فرمایئے۔''

اس حدیث شریف کے مطابق آنحضرت ﷺ نے اپنے شاگردوں کے لیے دعا فرمائی۔

خلاصہ گفتگو یہ کہ ہمارے نبی کریم ﷺ اپنے شاگردوں کے لیے فرمائش پر اور بلا فرمائش بھی علم اور دیگر باتوں کے متعلق دعا فرمایا کرتے تھے۔

---

[1] (ام سلیم رضی اللہ عنہا): حضرت انس رضی اللہ عنہ کی والدہ محترمہ۔

[2] صحيح مسلم، كتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل انس بن مالك رضی اللہ عنہ، رقم الحديث ١٤١ (٢٤٨٠)، ٤/ ١٩٧٨.

(13)

گفتگو میں وضاحت اور ٹھہراؤ

ہمارے نبی کریم ﷺ تیز تیز نہ بولتے تھے، بلکہ آپ کی گفتگو میں اس قدر ٹھہراؤ اور وضاحت ہوتی کہ ہر سننے والا اس کو خوب اچھی طرح سمجھ سکتا تھا۔ اس بارے میں توفیقِ الٰہی سے تین احادیثِ شریفہ ذیل میں پیش کی جارہی ہیں:

ا۔ حدیث جابر رضی اللہ عنہ:

امام ابوداود رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے بیان کیا:

" كَانَ فِي كَلَامِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ تَرْتِيْلٌ أَوْ تَرْسِيْلٌ "[1]

''رسول اللہ ﷺ کی گفتار میں ترتیل [یا ترسیل] تھی۔''

امام طیبی رحمہ اللہ تعالیٰ شرح حدیث میں رقم طراز ہیں:

" [تَرْتِيْلٌ وَّ تَرْسِيْلٌ] تَرْتِيْلُ الْقِرَاءَةِ التَّأَنِّي فِيْهَا وَالتَّمَهُّلُ وتَبْيِيْنُ الْحُرُوْفِ وَالْحَرَكَاتِ."[2]

''قرأت کی ترتیل سے مراد اس میں ٹھہراؤ، توقف اور حروف وحرکات کا خوب واضح کرنا ہے۔''

ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ رقم طراز ہیں:

" إِنَّ الْمُرَادَ مِنْهَا أَنَّهٗ كَانَ لَا يُعَجِّلُ فِي إِرْسَالِ الْحُرُوْفِ، بَلْ يَلْبَثُ فِيْهَا، وَيُبَيِّنُهَا تَبْيِيْنًا لِذَاتِهَا مِنْ مَخَارِجِهَا وَصِفَاتِهَا، وَتَمِيْزاً لِحَرَكَاتِهَا وَسَكَنَاتِهَا. وَخَلَاصَةُ الْكَلَامِ نَفْيُ الْعَجَلَةِ وَإِثْبَاتُ التُّؤَدَةِ."[3]

''بے شک اس سے مراد یہ ہے کہ آپ حروف کو بولتے وقت جلدی نہ کرتے، بلکہ ان کے دوران توقف فرماتے اور عمدگی سے بیان فرماتے کہ ان کے مخارج اور صفات نکھر کر سامنے آتے اور ان کی حرکات وسکنات واضح ہو جاتیں، [جابر رضی اللہ عنہ کے] بیان کا مقصد [آپ ﷺ کی گفتگو میں]

[1] سنن أبي داود (المطبوع مع عون المعبود)؛ كتاب الأدب، باب الهدي في الكلام، رقم الحديث ۴۸۲۸، ۱۲۶/۱۳۔ شیخ البانی نے اس حدیث کو [صحیح] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: صحيح سنن أبي داود ۹۱۷/۳)۔

[2] شرح الطيبي ۳۷۰۹/۱۲۔ [3] مرقاة المفاتيح ۸۷/۱۰۔

جلد بازی کی نفی اور ٹھہراؤ کو ثابت کرنا ہے۔"

۲۔ حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا:

امام ابوداود رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے بیان کیا:

" كَانَ كَلَامُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ كَلَامًا فَصْلًا يَفْهَمُهُ كُلُّ مَنْ سَمِعَهُ ."[1]

"رسول اللہ ﷺ کی گفتار جدا جدا ہوتی تھی، ہر سننے والا اس کو سمجھتا تھا۔"

۳۔ عائشہ رضی اللہ عنہا کی ایک اور حدیث:

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت نقل کی ہے کہ:

" أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يُحَدِّثُ لَوْعَدَّهُ الْعَادُّ لَأَحْصَاهُ."[2]

"یقیناً نبی کریم ﷺ اس طرح گفتگو فرماتے کہ اگر کوئی شمار کرنے والا ان [الفاظ] کو گننا چاہتا تو گن سکتا تھا۔"

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ نے [لَوْعَدَّهُ الْعَادُّ لَأَحْصَاهَا] کی شرح میں تحریر کیا ہے:

" أَيْ لَوْ عَدَّ كَلِمَاتِهِ ، أَوْ مُفْرَدَاتِهِ ، أَوْ حُرُوْفِهِ لَأَطَاقَ ذٰلِكَ ، وَبَلَغَ آخِرَهَا. وَالْمُرَادُ بِذٰلِكَ اَلْمُبَالَغَةُ فِي التَّرْتِيْلِ وَالتَّفْهِيْمِ"[3]

"اگر کوئی آپ کے الفاظ، مفردات اور حروف کو شمار کرنا چاہتا تو اس کے لیے آپ ﷺ کے بولے ہوئے آخری حرف تک کو گننا ممکن تھا۔ ان کا مقصود یہ ہے کہ [آپ ﷺ کی گفتار میں] بہت ہی ٹھہراؤ اور سمجھانے کی کوشش ہوتی تھی۔"

ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا:

" إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ لَمْ يَكُنْ يَسْرُدُ الْحَدِيْثَ كَسَرْدِكُمْ."[4]

"رسول اللہ ﷺ تمہاری طرح جلدی جلدی گفتگو نہ فرماتے تھے۔"

---

[1] سنن ابی داود، کتاب الأدب، باب الهدي في الكلام، رقم الحديث۴۸۳۹، ۱۲۶/۱۳۔ شیخ البانی نے اس حدیث کو [حسن] کہا ہے۔ (ملاحظہ ہو: صحيح سنن أبي داود ۱۹۸/۳).

[2] صحيح البخاري، كتاب المناقب، باب صفة النبي ﷺ، رقم الحديث۳۵۶۷، ۵۶۷/۶.

[3] فتح الباري ۵۷۸/۶.

[4] صحيح البخاري، كتاب المناقب، باب صفة النبي ﷺ، جزء من رقم الحديث۳۵۶۸، ۵۶۷/۶.

اس سے مراد یہ ہے کہ آپ ﷺ تسلسل سے اس طرح بے تکان نہ بولتے تھے کہ سننے والے کو التباس پیدا ہو۔

سلسلہ تعلیم سے منسلک لوگوں سے یہ بات مخفی نہیں کہ معلّم کے ایسے اندازِ گفتار سے طلبہ کے لیے دروس کو سمجھنے میں کس قدر آسانی اور سہولت ہوتی ہے۔اے رب ذوالجلال! ہمیں اپنے نبی کریم ﷺ کے نقش قدم پر چلا۔آمین یا حَيُّ یا قَیُّوم۔

(14)

بات کا اعادہ

ہمارے نبی کریم ﷺ دورانِ تعلیم کثرت سے بات کو دہرایا کرتے تھے۔ بات کے اعادہ کی متعدد صورتیں آپ کی سیرت طیبہ سے ثابت ہیں۔ چند ایک توفیق الٰہی سے ذیل میں پیش کی جا رہی ہیں:

ا فرمائش پر بات دہرانا۔ ب بلا طلب ایک ہی مجلس میں بات کا دہرانا۔

ج بلا طلب متعدد مجالس میں ایک ہی بات فرمانا۔

ا: فرمائش پر بات دہرانا:

امام مسلم رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ:

" أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: " يَا أَبَا سَعِيْدٍ! مَنْ رَضِيَ بِاللّٰهِ رَبًّا، وَبِالْإِسْلَامِ دِيْنًا، وَبِمُحَمَّدٍ ﷺ نَبِيًّا، وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ "

فَعَجِبَ لَهَا أَبُوْ سَعِيْدٍ رضي الله عنه فَقَالَ: " أَعِدْهَا عَلَيَّ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ "

فَفَعَلَ. "[1]

"یقیناً رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اے ابو سعید! جو [اس بات پر] راضی ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ [اس کے] رب ہیں، اسلام [اس کا] دین ہے اور محمد ﷺ [اس کے] نبی ہیں اس کے لیے جنت واجب ہو گئی۔"

اس بات سے خوش ہو کر ابو سعید رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: "یا رسول اللہ ﷺ میرے لیے یہ بات دوبارہ فرما دیجیے۔"

تو آپ ﷺ نے کیا [یعنی کہی ہوئی بات کا اعادہ فرما دیا۔]

حدیث شریف میں دیگر فوائد:

۱ آنحضرت ﷺ نے تعلیم کی ابتدا شاگرد کا نام پکار کر فرمائی۔[2]

[1] صحيح مسلم، كتاب الإمارة، باب بيان ما أعده الله للمجاهد في الجنة من الدرجات، جزء من رقم الحديث ١١٦ (١٨٨٤)، ١٥٠١/٣.

[2] اس بارے میں تفصیل کتاب ھذا کے صفحات ۹۲-۱۰۱ پر دیکھیے۔

۴: آپ ﷺ کی تواضع[۱] کہ طالب علم کی فرمائش پر اپنے فرمان کو دہرایا۔ افسوس کہ بعض نیم پڑھے لکھے مدرسین طلبہ کی فرمائش پر درس کا اعادہ کرنا اپنی توہین گردانتے ہیں۔ اَللّٰهُمَّ اهْدِهِمْ فَإِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ. ہاں اگر طلبہ کا مقصد سلسلہ تعلیم میں رکاوٹ ڈالنا ہو، تو معاملہ یکسر مختلف ہے۔

تنبیہ:

دعوت و تبلیغ کے دوران بھی فرمائش کے سبب آنحضرت ﷺ کا اپنی بات کو دہرانا ثابت ہے۔ امام مسلم رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے کہ:

" أَنَّ ضِمَادًا قَدِمَ مَكَّةَ ، وَكَانَ مِنْ أَزْدِ شَنُوْءَةَ ، وَكَانَ يَرْقِي مِنْ هٰذِهِ الرِّيْحِ ، فَسَمِعَ سُفَهَاءَ مِنْ أَهْلِ مَكَّةَ يَقُوْلُوْنَ : "إِنَّ مُحَمَّدًا۔ ﷺ ۔مَجْنُوْنٌ".

فَقَالَ : "لَوْ أَنِّي رَأَيْتُ هٰذَا الرَّجُلَ لَعَلَّ اللّٰهَ يَشْفِيْهِ عَلٰى يَدَيَّ".

قَالَ : فَلَقِيَهُ ، فَقَالَ : " يَا مُحَمَّدُ۔ ﷺ ۔! إِنِّي أَرْقِي مِنْ هٰذِهِ الرِّيْحِ. وَإِنَّ اللّٰهَ يَشْفِي عَلٰى يَدَيَّ مَنْ شَاءَ. فَهَلْ لَكَ؟"

فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : " إِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ ، نَحْمَدُهُ وَنَسْتَعِيْنُهُ . مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ. وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهُ ، وَأَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ ، وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ۔ ﷺ ۔ أَمَّا بَعْدُ".

قَالَ : فَقَالَ : " أَعِدْ عَلَيَّ كَلِمَاتِكَ هٰؤُلَاءِ".

فَأَعَادَهُنَّ عَلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ. قَالَ : فَقَالَ : " لَقَدْ سَمِعْتُ قَوْلَ الْكَهَنَةِ ، وَقَوْلَ السَّحَرَةِ ، وَقَوْلَ الشُّعَرَاءِ فَمَا سَمِعْتُ مِثْلَ كَلِمَاتِكَ هٰؤُلَاءِ، وَلَقَدْ بَلَغْنَ نَاعُوْسَ الْبَحْرِ."

قَالَ : فَقَالَ : " هَاتِ يَدَكَ أُبَايِعْكَ عَلَى الْإِسْلَامِ".

قَالَ : " فَبَايَعَهُ"......الحديث.[۲]

"بلاشک و شبہ ضماد مکہ آیا اور وہ ازد شنوءہ سے تھا۔ وہ مجنون اور آسیب زدہ کو دم کیا کرتا تھا۔ اس نے مکہ کے بیوقوفوں کو کہتے سنا [بلاشک و شبہ محمد ﷺ مجنون ہیں]، تو وہ کہنے لگا: "اگر میں اس شخص کو دیکھ لوں تو شاید اللہ تعالیٰ اس کو میرے ہاتھوں شفا عطا فرما دے!"

---

[۱] آنحضرت ﷺ کی تواضع کے متعلق تفصیل کتاب ہذا کے صفحات ۲۵۰۔۲۵۶ پر ملاحظہ فرمایئے۔

[۲] صحيح مسلم، كتاب الجمعة، باب تخفيف الصلاة والخطبة، جزء من رقم الحديث ٤٦ (٨٦٨)، ٢/ ٥٩٣.

انہوں [ابن عباس رضی اللہ عنہما] نے بیان کیا: ''سو اس نے آنحضرت ﷺ سے ملاقات کی تو کہا: ''اے محمد ﷺ! میں اس جنون اور آسیب کے اثر کے لیے دم کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ جس کو چاہتے ہیں میرے ہاتھوں شفایاب کر دیتے ہیں۔ پس کیا میں آپ کے لیے [دم کروں] ؟''

اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بلاشک وشبہ سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے۔ ہم ان کی تعریف کرتے ہیں اور ان سے مدد طلب کرتے ہیں۔ جس شخص کو اللہ تعالیٰ ہدایت دے تو اس کو کوئی گم راہ کرنے والا نہیں، جس کو وہ گم راہ کر دیں پس اس کو کوئی ہدایت دینے والا نہیں۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ نہیں کوئی معبود مگر تنہا اللہ تعالیٰ، اس کا کوئی شریک نہیں اور یقیناً محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ﷺ ہیں۔

اس کے بعد انہوں [راوی] نے بیان کیا: ''پس اس نے کہا: ''اپنے ان الفاظ کو میرے لیے دوبارہ کہیے''

آپ ﷺ نے انہیں تین مرتبہ دہرایا۔

انہوں نے بیان کیا: ''تو اس نے کہا: ''میں نے کاہنوں کی گفتگو، جادوگروں کی بات چیت اور شعراء کا کلام سنا ہے، [لیکن] آپ ایسی گفتار تو میں نے [کبھی] نہیں سنی۔ وہ سمندر کی اتھاہ گہرائی تک پہنچی ہوئی ہے۔''

انہوں نے بیان کیا: ''پھر اس نے کہا: ''اپنا ہاتھ دیجیے میں اسلام پر آپ کی بیعت کرنا چاہتا ہوں۔''

انہوں نے بیان کیا: ''پس اس نے بیعت کی۔...... الحدیث''

اس حدیث شریف سے واضح ہے کہ ضماد رضی اللہ عنہ نے آنحضرت ﷺ سے اعادہ خطبہ کی فرمائش کی تو آپ نے اس کے لیے خطبہ کو تین مرتبہ دہرایا۔ صَلَوَاتُ رَبِّيْ وَسَلَامُهُ عَلَيْهِ.

ب: بلا طلب ایک ہی مجلس میں بات کو دہرانا:

نبی کریم ﷺ کا ایک ہی بات کو ایک ہی مجلس میں دو دو، تین تین اور اس سے بھی زیادہ مرتبہ دہرانا ثابت ہے۔ اس سلسلے میں توفیق الٰہی سے ذیل میں چند ایک شواہد پیش کیے جا رہے ہیں:

۱۔ دو مرتبہ کلام کو دہرانا:

ا: حدیث البراء رضی اللہ عنہ:

امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت البراء رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے بیان کیا:

" قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : " مَنْ سَمَّى الْمَدِيْنَةَ يَثْرِبَ ، فَلْيَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ ، هِيَ طَابَةٌ ، هِيَ طَابَةٌ ". [1]

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے مدینہ کو [یثرب] کے نام سے پکارا، وہ اللہ عزوجل سے معافی مانگے، وہ طابہ [2] ہے، وہ طابہ ہے۔''

اس حدیث شریف میں آنحضرت ﷺ نے [وہ طابہ ہے] دومرتبہ فرمایا۔

ب: حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما:

امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے بیان کیا:

" قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَلِّمُوْا، وَيَسِّرُوْا وَلَا تُعَسِّرُوْا ، وَإِذَا غَضِبْتَ فَاسْكُتْ ، وَإِذَا غَضِبْتَ فَاسْكُتْ . " [3]

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم تعلیم دو اور آسانی کرو اور تنگی نہ کرنا۔ جب تجھے غصہ آئے، تو خاموش ہو جاؤ اور جب تجھے غصہ آئے، تو خاموش ہو جاؤ۔''

اس حدیث شریف میں آنحضرت ﷺ نے اپنے الفاظ مبارکہ [اور جب تجھے غصہ آئے تو خاموش ہو جاؤ۔] دومرتبہ دہرائے۔

ج: حدیث جابر رضی اللہ عنہ:

امام مسلم رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے بیان کیا:

" خَلَتِ الْبِقَاعُ حَوْلَ الْمَسْجِدِ ، فَأَرَادَ بَنُو سَلِمَةَ أَنْ يَنْتَقِلُوْا إِلىٰ قُرْبِ الْمَسْجِدِ. فَبَلَغَ ذٰلِكَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ لَهُمْ: "إِنَّهُ بَلَغَنِي أَنَّكُمْ تُرِيْدُوْنَ أَنْ تَنْتَقِلُوْا قُرْبَ الْمَسْجِدِ؟".

قَالُوْا : "نَعَمْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ!قَدْ أَرَدْنَا ذٰلِكَ".

فَقَالَ : " يَا بَنِي سَلِمَةَ! دِيَارَكُمْ تُكْتَبْ آثَارُكُمْ ، دِيَارَكُمْ تُكْتَبْ آثَارُكُمْ". [4]

---

[1] المسند (ط: المكتب الإسلامي) ٤/٢٨٥. حافظ ہیثمی نے اس حدیث کے بارے میں تحریر کیا ہے: ''اس کو احمد اور ابویعلیٰ نے روایت کیا ہے اور اس کے روایت کرنے والے [ثقہ] ہیں۔'' (مجمع الزوائد ٣/٣٠٠).

[2] (طابہ): اس سے مراد پاکیزہ اور صاف ستھرا ہے۔

[3] المسند، رقم الحديث ٣٤٤٨، ٥/١٥٠. حافظ ہیثمی نے اس حدیث کے متعلق لکھا ہے: ''اس کو احمد اور ابویعلیٰ نے روایت کیا ہے اور اس کی روایت کرنے والے [ثقہ] ہیں۔ (مجمع الزوائد ٣/٣٠٠)؛ شیخ احمد شاکر نے اس حدیث کی [اسناد کو صحیح] کہا ہے۔ (ملاحظہ ہو: هامش المسند ٥/١٥٠).

[4] صحيح مسلم، كتاب المساجد و مواضع الصلاة، باب فضل كثرة الخطا إلى المسجد، رقم الحديث ٢٨٠ (٦٦٥)، ١/٤٦٢.

''مسجد [نبوی] کے گردو پیش میں [کچھ] جگہیں خالی ہوئیں، تو بنو سلمہ نے مسجد کے قریب منتقل ہونے کا اراداہ کیا۔ رسول اللہ ﷺ کو یہ خبر پہنچی، تو آپ نے فرمایا: ''یقیناً مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ تم مسجد کے قریب منتقل ہونے کا ارادہ رکھتے ہو؟''

انہوں نے عرض کیا: ''جی ہاں، یارسول اللہ ﷺ! یقیناً ہم نے اس بات کا ارادہ کیا ہے۔''

اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: ''اپنے گھروں کو چمٹے رہو، تمہارے قدموں کے نشانات لکھے جاتے ہیں۔ اپنے گھروں کو چمٹے رہو تمہارے قدموں کے نشانات لکھے جاتے ہیں۔''

آنحضرت ﷺ نے اپنے ارشاد مبارک [دِيَارَكُمْ تُكْتَبْ آثَارُكُمْ] کو دو مرتبہ دہرایا جس کے معنی یہ ہیں کہ تم اپنے گھروں کو چمٹے رہو، کیونکہ اس صورت میں جب تم دور اپنے گھروں سے چل کر مسجد کی طرف آؤ گے، تو تمہارا بہت زیادہ چل کر آنا تمہارے نامہ اعمال میں تحریر کیا جائے گا۔

حدیث شریف میں فائدہ دیگر:

اس حدیث شریف میں آنحضرت ﷺ نے قبیلہ بنو سلمہ سے گفتگو کرتے ہوئے انہیں ان کے قبیلے کے نام سے پکارا اور اس قسم کی پکار کا اثر اہل فہم ونظر سے مخفی نہیں۔

۲۔ تین مرتبہ کلام کو دہرانا:

ا: حدیث ابن عمرو رضی اللہ عنہما:

امام مسلم رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں:

" بَلَغَ النَّبِيَّ ﷺ أَنِّيْ أَصُوْمُ أَسْرُدُ، وَأُصَلِّيْ اللَّيْلَ ، فَإِمَّا أَرْسَلَ إِلَيَّ وَإِمَّا لَقِيْتُهُ ، فَقَالَ: " أَلَمْ أُخْبَرْ أَنَّكَ تَصُوْمُ وَلَا تُفْطِرُ ، وَتُصَلِّيْ اللَّيْلَ؟ فَلَا تَفْعَلْ ، فَإِنَّ لِعَيْنَيْكَ حَظًّا ، وَلِنَفْسِكَ حَظًّا ، وَلِأَهْلِكَ حَظًّا ، فَصُمْ وَأَفْطِرْ ، وَصَلِّ وَنَمْ ، وَصُمْ مِنْ كُلِّ عَشَرَةِ أَيَّامٍ يَوْمًا ، وَلَكَ أَجْرُ تِسْعَةٍ".

قَالَ: " إِنِّيْ أَجِدُنِيْ أَقْوٰى مِنْ ذٰلِكَ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ! ﷺ".

قَالَ: " فَصُمْ صِيَامَ دَاوٗدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ".

قَالَ: "وَكَيْفَ كَانَ دَاوٗدُ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَصُوْمُ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ ﷺ؟".

قَالَ: "كَانَ يَصُومُ يَوْمًا وَيُفْطِرُ يَوْمًا، وَلَا يَفِرُّ إِذَا لَاقَى".

قَالَ: "مَنْ لِي بِهٰذِهِ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ ﷺ؟".

[قَالَ عَطَاءٌ: "فَلَا أَدْرِي كَيْفَ ذَكَرَ صِيَامَ الْأَبَدِ] فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: "لَا صَامَ مَنْ صَامَ الْأَبَدَ، لَا صَامَ مَنْ صَامَ الْأَبَدَ، لَا صَامَ مَنْ صَامَ الْأَبَدَ". [1]

"نبی ﷺ کو خبر پہنچی کہ میں مسلسل روزے رکھتا ہوں اور رات نماز میں بسر کرتا ہوں۔ تو آپ ﷺ نے یا تو میری طرف پیغام بھیجا [یعنی مجھے بلا بھیجا] یا میں [خود ہی] آپ سے ملا، تو آپ نے فرمایا: "کیا مجھے خبر نہیں دی گئی کہ تم روزے رکھتے ہو اور چھوڑتے نہیں ہو اور رات نماز میں بسر کرتے ہو؟" ایسا نہ کرو، بلا شک و شبہ تیری آنکھ کا حق ہے، تیرے نفس کا حق ہے اور تیرے گھر والوں کا حق ہے۔ پس روزہ رکھو اور چھوڑ دو [کبھی نفلی روزہ رکھو کبھی نہ رکھو] رات کو نماز پڑھو اور سو جاؤ، ہر دس دن میں ایک دن روزہ رکھو، تمہارے لیے نو دن [کے روزے رکھنے] کا [ہی] ثواب ہے۔"

انہوں نے عرض کیا: "اے اللہ کے نبی ﷺ! بلا شک و شبہ میں اپنے آپ میں اس سے زیادہ کی طاقت پاتا ہوں۔"

آپ ﷺ نے فرمایا: "داود علیہ السلام والے روزے رکھو۔"

انہوں نے عرض کیا: "اے اللہ تعالیٰ کے نبی ﷺ! داود علیہ السلام کیسے روزے رکھتے تھے؟"

آنحضرت ﷺ نے فرمایا: "وہ ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن روزہ نہ رکھتے اور [دشمن سے مقابلہ کے وقت بھاگتے نہ تھے۔"

انہوں نے عرض کیا: "اے اللہ تعالیٰ کے نبی ﷺ! کون ہے میرے لیے یہ کام کرنے والا؟" [2]

[عطاء [3] نے کہا: "مجھے معلوم نہیں کہ ہمیشہ روزہ رکھنے کا تذکرہ کیسے ہوا، تو] نبی ﷺ نے فرمایا: "جس نے ہمیشہ روزہ رکھا اس نے روزہ ہی نہیں رکھا، جس نے ہمیشہ روزہ رکھا اس نے روزہ ہی نہیں رکھا، جس نے ہمیشہ روزہ رکھا اس نے روزہ ہی نہیں رکھا۔"

اس حدیث شریف میں آنحضرت ﷺ نے اپنے الفاظ مبارکہ [جس نے ہمیشہ روزہ رکھا اس نے

---

[1] صحيح مسلم، كتاب الصيام، باب النهي عن صوم الدهر لمن تضرر به، أو فوت به حقاً، أو لم يفطر العيدين والتشريق، وبيان تفضيل صوم يوم وإفطار يوم، رقم الحديث ١٨٦ (١١٥٩)، ٢/٨١٤-٨١٥.

[2] یہ کام تو میرے لیے بہت کٹھن اور دشوار ہے۔ [3] (عطاء): حدیث کی اسناد میں ایک راوی۔

روزہ ہی نہیں رکھا] کو تین مرتبہ دہرایا۔ اور ایک مخلص محترم معزز بلکہ ساری مخلوق میں سے سب زیادہ مخلص ومکرم کا اپنے شاگرد کے روبرو کسی بات کے تین مرتبہ اعادہ کا عظیم اثر چنداں محتاج بیان نہیں۔

ب: حدیث معاویہ القشیری رضی اللہ عنہ:

امام ابوداود رحمہ اللہ تعالیٰ نے بہز بن حکیم سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ مجھے یہ حدیث میرے باپ نے بتلائی اور انہوں نے اپنے باپ رضی اللہ عنہ[1] سے روایت نقل کی کہ انہوں نے بیان کیا:

" سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: " وَيْلٌ لِلَّذِي يُحَدِّثُ فَيَكْذِبُ لِيُضْحِكَ بِهِ الْقَوْمَ، وَيْلٌ لَهُ، وَيْلٌ لَهُ". "[2]

"میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: اس کے لیے ویل[3] ہے جو لوگوں کو ہنسانے کے لیے جھوٹ بولتا ہے، اس کے لیے [ویل] ہے، اس کے لیے [ویل] ہے۔"

آنحضرت ﷺ نے لوگوں کو ہنسانے کی خاطر جھوٹ بولنے والے کے بارے میں تاکید کی غرض سے تین مرتبہ فرمایا کہ اس کے لیے [ویل] ہے۔

ج: حدیث انس رضی اللہ عنہ:

امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے بیان کیا:

" قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: " مَنْ صَلَّى الْفَجْرَ فِي جَمَاعَةٍ، ثُمَّ قَعَدَ يَذْكُرُ اللّٰهَ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ، ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ كَانَتْ لَهُ كَأَجْرِ حَجَّةٍ وَعُمْرَةٍ".

قَالَ: " قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: " تَامَّةٍ، تَامَّةٍ، تَامَّةٍ". "[4]

"رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "جس نے فجر با جماعت ادا کی، پھر طلوع آفتاب تک بیٹھا ذکر کرتا رہا، پھر دو رکعت پڑھی تو اس کے لیے حج اور عمرے کے برابر ثواب ہوگا۔

انہوں نے بیان کیا: "رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "مکمل، مکمل، مکمل"

---

[1] (اپنے باپ سے): وہ معاویہ بن حیدہ القشیری رضی اللہ عنہ صحابی ہیں (ملاحظہ ہو: عون المعبود ۱۳/ ۲۲۸).

[2] سنن أبي داود، كتاب الأدب، باب التشديد في الكذب، رقم الحديث ٤٩٩٠، ۲۲۸/۱۳. اس حدیث کو شیخ البانی نے [حسن] کہا ہے۔ (ملاحظہ ہو: صحيح سنن أبي داود ۹٤۲/۳)؛ علاوہ ازیں حضرات ائمہ احمد، ترمذی اور حاکم نے بھی اس کو روایت کیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: صحيح الجامع الصغير وزيادته ۱۱۹۹/۲).

[3] (ویل): اس سے مراد عظیم بربادی یا جہنم کی ایک وادی ہے۔ (ملاحظہ ہو: مرقاة المفاتيح ۸/ ٥۸).

[4] جامع الترمذي، باب ما ذكر مما يستحب من الجلوس في المسجد بعد صلاة الصبح حتى تطلع الشمس، ٤۰٥/۱-٤۰٦. امام ترمذی نے اس حدیث کو [حسن غریب] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: المرجع السابق ٤۰٦/۱)؛ شیخ البانی نے اس کو [حسن] کہا ہے۔ (ملاحظہ ہو: صحيح سنن الترمذي ۱۸۲/۱؛ وصحيح الترغيب والترهيب ۲٦۰/۱).

آنحضرت ﷺ نے لفظ " تامه "یعنی "مکمل" تاکید کی غرض سے تین مرتبہ فرمایا یعنی ایسے شخص کو مکمل حج اور عمرہ ادا کرنے کے برابر ثواب ہوگا۔

علاوہ ازیں امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب [صحیح البخاري] میں ایک باب کا عنوان بایں الفاظ ذکر کیا ہے:

[بَابُ مَنْ أَعَادَ الْحَدِيْثَ ثَلَاثًا لِيُفْهَمَ مِنْهُ][1]

[سمجھانے کی غرض سے بات کے تین مرتبہ اعادہ کرنے والے شخص کے متعلق باب]

اس عنوان کی شرح میں علامہ ابن منیر رحمہ اللہ تعالیٰ رقم طراز ہیں:

" نَبَّهَ الْبُخَارِيُ بِهٰذِهِ التَّرْجَمَةِ عَلَى الرَّدِّ عَلَى مَنْ كَرِهَ إِعَادَةَ الْحَدِيْثِ ، وَأَنْكَرَ عَلَى الطَّالِبِ الْإِسْتِعَادَةَ ، وَعَدَّهُ مِنَ الْبَلَادَةِ".[2]

''اس عنوان کے ساتھ امام بخاری رحمہ اللہ نے ان لوگوں کا رد کیا ہے جو اعادہ حدیث اور فرمائش اعادہ کو ناپسند کرتے ہیں اور اس کو کند ذہنی قرار دیتے ہیں۔''

علامہ رحمہ اللہ تعالیٰ تعالیٰ مزید تحریر کرتے ہیں:

" وَالْحَقُّ أَنَّ هٰذا يَخْتَلِفُ بِاخْتِلَافِ الْقَرَائِحِ ، فَلَا عَيْبَ عَلَى الْمُسْتَفِيْدِ الَّذِيْ لَا يَحْفَظُ مِنْ مَرَّةٍ إِذَا اسْتَعَادَ ، وَلَا عُذْرَ لِلْمُفِيدِ إِذَا لَمْ يُعِدْ بَلْ الإِعَادَةُ عَلَيْه آكَدُ مِنَ الْإِبْتِدَاءِ ، لِأَنَّ الْمَشْرُوْعَ مُلْزَمٌ ."[3]

''حق یہ ہے کہ طبائع کے اختلاف کے ساتھ [حکم اعادہ] مختلف ہوتا ہے۔ جو شاگرد ایک بار سننے سے حفظ نہ کر پائے، اس کے لیے فرمائش اعادہ میں کچھ عیب نہیں اور ایسی حالت میں بیان کرنے والے کے لیے عدم اعادہ کی گنجائش نہیں۔ بلکہ اعادہ کرنا شروع کرنے سے زیادہ ضروری ہے، کیونکہ شروع کردہ کام لازم ہو جاتا ہے۔

علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے تحریر کیا ہے:

" إِعَادَةُ النَّبِيِّ ﷺ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ إِنَّمَا كَانَتْ لِأَجْلِ الْمُتَعَلِّمِيْنَ وَالسَّائِلِيْنَ لِيَفْهَمُوْا كَلَامَهُ حَقَّ الْفَهْمِ ، وَلَا يَفُوْتُ عَنْهُمْ شَيْءٌ مِنْ كَلَامِهِ الْكَرِيْمِ".[4]

''نبی ﷺ کا تین مرتبہ [بات کو] دہرانا اس لیے تھا تاکہ شاگرد اور سوال کرنے والے خوب

---

[1] صحيح البخاري ، كتاب العلم، ۱۸۸/۱.
[2] منقول از: فتح الباري ۱۸۹/۱.
[3] المرجع السابق ۱۸۹/۱.
[4] عمدة القاري ۱۱۵/۲.

اچھی طرح آپ کی بات سمجھ جائیں اور اس میں سے کوئی چیز بغیر سمجھے رہ نہ جائے۔"

۳: تین سے زیادہ مرتبہ بات کو دہرانا:

ہمارے شفیق و مہربان نبی کریم ﷺ بات کا اعادہ نہ صرف تین مرتبہ ہی فرماتے، بلکہ بسا اوقات تین سے بھی زیادہ دفعہ بات دہراتے۔ توفیق الٰہی سے اس سلسلے میں دو مثالیں پیش کی جارہی ہیں:

ا: حدیث ابی بکرہ رضی اللہ عنہ:

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے بیان کیا:

" قَالَ النَّبِيُّ ﷺ : " أَلَا أُنَبِّئُكُمْ بِأَكْبَرِ الْكَبَائِرِ (ثَلَاثًا)؟".

قَالُوا : "بَلٰى يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ!".

قَالَ : "اَلْإِشْرَاكُ بِاللّٰهِ وَعُقُوقُ الْوَالِدَيْنِ".

وَجَلَسَ ، وَكَانَ مُتَّكِئًا : " أَلَا وَقَوْلُ الزُّوْرِ".

قَالَ : " فَمَا زَالَ يُكَرِّرُهَا حَتّٰى قُلْنَا : "لَيْتَهُ سَكَتَ".[1]

"نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا:" کیا میں تمہیں بڑے گناہوں میں سے سب سے بڑے گناہ نہ بتاؤں؟"

(آپ ﷺ نے یہی بات تین مرتبہ فرمائی)

انہوں نے عرض کیا:" کیوں نہیں یا رسول اللہ ﷺ!"

آپ ﷺ نے فرمایا:" اللہ تعالیٰ کا کسی کو شریک ٹھہرانا اور والدین کی نافرمانی۔"

[اس وقت] آپ ٹیک لگائے ہوئے تھے [اب آپ] سیدھے بیٹھ گئے اور فرمایا:" خبردار اور جھوٹی بات۔"

انہوں نے بیان کیا:" آپ ﷺ اس [جملے] کو اتنی بار دہراتے رہے کہ ہم نے کہا:" کاش کہ آپ خاموش ہو جاتے۔"

اس حدیث شریف میں ہم دیکھتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے یہ جملہ [خبردار اور جھوٹی بات] اس قدر کثرت سے دہرایا کہ حضرات صحابہ کہنے لگے:" کاش کہ آپ خاموش ہو جاتے۔"

حدیث شریف میں دیگر فوائد:

۞ آنحضرت ﷺ نے اپنی گفتگو کا آغاز سوالیہ جملے [کیا میں تمہیں بڑے گناہوں میں سے سب سے

[1] صحيح البخاري، كتاب الشهادات، باب ما قيل في شهادة الزور، رقم الحديث ٢٦٥٤، ٥/٢٦١.

بڑے گناہ کے متعلق نہ بتاؤں؟] سے کیا اور اسی جملہ کہ تین مرتبہ دہرایا۔ آپ ﷺ نے یہ اسلوب سامعین کو مکمل طور پر متوجہ کرنے اور بات کی اہمیت کو اجاگر کرنے کی غرض سے اختیار فرمایا۔[1]

۲۔ [خبردار اور جھوٹی بات] بولتے وقت آپ ﷺ نے ٹیک کو چھوڑا اور سیدھے ہو کر بیٹھ گئے۔ سامعین کو متوجہ کرنے میں اس طرزِ عمل کی اہمیت بھی واضح ہے۔

ب: حدیث النعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما:

امام دارمی رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت النعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے بیان کیا:

"سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَخْطُبُ، فَقَالَ: "أَنْذَرْتُكُمُ النَّارَ، أَنْذَرْتُكُمُ النَّارَ، أَنْذَرْتُكُمُ النَّارَ".

فَمَا زَالَ يَقُوْلُها حَتَّى لَوْ كَانَ فِي مَكَانِيْ هٰذَا، لَسَمِعَهُ أَهْلُ السُّوقِ، حَتَّى سَقَطَتْ خَمِيْصَةٌ كَانَتْ عَلَيْهِ عِنْدَ رِجْلَيْهِ".[2]

''میں نے رسول اللہ ﷺ کو خطبہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''میں نے تمہیں [جہنم کی] آگ سے ڈرا دیا ہے، میں نے تمہیں [جہنم کی] آگ سے ڈرا دیا ہے، میں نے تمہیں [جہنم کی] آگ سے ڈرا دیا ہے۔''

آپ ﷺ یہی الفاظ دہراتے رہے، یہاں تک کہ اگر آپ میری اس جگہ پر ہوتے تو بازار والے آپ [کی آواز] سن لیتے، اور یہاں تک کہ آپ پر جو کپڑا تھا، وہ بھی آپ کے قدموں کے پاس گر گیا۔''

اس حدیث شریف سے یہ واضح ہے کہ آنحضرت ﷺ نے [میں نے تمہیں جہنم کی آگ سے ڈرا دیا] کے جملے کو تین مرتبہ سے زیادہ بار دہرایا۔

ج: بلا طلب متعدد مجالس میں ایک ہی بات فرمانا:

ہمارے نبی کریم ﷺ بسا اوقات ایک ہی بات کو از خود متعدد مجالس میں بیان فرماتے۔ توفیق الٰہی سے ذیل میں چند ایک مثالیں پیش کی جا رہی ہیں:

---

[1] اس بارے میں تفصیل کتاب ھذا کے صفحات ۱۶۵۔۱۷۰ پر ملاحظہ فرمائیے۔

[2] سنن الدارمي، كتاب الرقائق، باب في تحذير الناس، رقم الحديث ۲۸۱۵، ۲/۳۲۷. اسی مضمون کی حدیث امام حاکم روایت کرنے کے بعد تحریر کرتے ہیں کہ یہ حدیث [امام مسلم کی شرط پر صحیح] ہے۔ (ملاحظہ ہو: المستدرك على الصحيحين، كتاب الجمعة، ۱/۲۸۷)؛ اور حافظ ذہبی نے ان کی تائید کی ہے۔ (ملاحظہ ہو: التلخيص ۱/ ۲۸۷).

ا۔سات دفعہ حدیث کا بیان:

امام طبرانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے بیان کیا:

" لَوْ لَمْ أَسْمَعْهُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ إِلَّا سَبْعَ مَرَّاتٍ مَا حَدَّثْتُ بِهِ. قَالَ: " إِذَا تَوَضَّأَ الرَّجُلُ كَمَا أُمِرَ ذَهَبَ الْإِثْمُ مِنْ سَمْعِهِ، وَبَصَرِهِ، وَيَدَيْهِ وَرِجْلَيْهِ".[1]

"اگر میں نے اس [حدیث] کو رسول اللہ ﷺ سے سات دفعہ سنا نہ ہوتا، تو بیان نہ کرتا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "جب آدمی اسی طرح وضو کرے جیسا کہ اس کو حکم دیا گیا ہے تو گناہ اس کے کان، آنکھ، دونوں ہاتھوں اور دونوں قدموں سے دور ہو جاتے ہیں۔"

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کے بیان سے یہ بات واضح ہے کہ انہوں نے آنحضرت ﷺ سے اس حدیث شریف کو سات مرتبہ سننے کی سعادت پائی۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ.

اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْأَلُكَ مُرَافَقَةَ نَبِيِّكَ ﷺ فِي جَنَّاتِ النَّعِيْمِ. اِنَّكَ سَمِيْعٌ مُجِيْبٌ.

۲: سات سے زیادہ مرتبہ حدیث کا بیان:

ا: حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما:

حضرات ائمہ احمد، ترمذی اور حاکم رحمہم اللہ تعالیٰ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے بیان کیا:

" سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يُحَدِّثُ حَدِيْثًا لَوْ لَمْ أَسْمَعْهُ إِلَّا مَرَّةً أَوْ مَرَّتَيْنِ حَتّٰى عَدَّ سَبْعَ مَرَّاتٍ، وَلٰكِنِّي سَمِعْتُهُ أَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ، سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: "كَانَ الْكِفْلُ مِنْ بَنِي إِسْرَائِيْلَ لَا يَتَوَرَّعُ مِنْ ذَنْبٍ عَمِلَهُ، فَأَتَتْهُ امْرَأَةٌ فَأَعْطَاهَا سِتِّيْنَ دِيْنَارًا عَلٰى أَنْ يَطَأَهَا. فَلَمَّا قَعَدَ مِنْهَا مَقْعَدَ الرَّجُلِ مِنِ امْرَأَتِهِ أُرْعِدَتْ وَبَكَتْ، فَقَالَ: "مَا يُبْكِيْكِ؟ أَكْرَهْتُكِ؟".

قَالَتْ: " لَا، وَلٰكِنَّهُ عَمَلٌ مَا عَمِلْتُهُ قَطُّ، وَمَا حَمَلَنِي عَلَيْهِ إِلَّا الْحَاجَةُ".

فَقَالَ: " تَفْعَلِيْنَ أَنْتِ هٰذَا، وَمَا فَعَلْتِهِ، اِذْهَبِي فَهِيَ لَكِ".

---

[1] منقول از: الترغيب والترهيب، كتاب الطهارة، الترغيب في الوضوء وإحسانه، رقم الحديث ۲۰، ۱/۱۵٦. حافظ المنذری اور شیخ البانی نے اس حدیث کی [اسناد کو حسن] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: المرجع السابق ۱/۱۵٦؛ وصحيح الترغيب والترهيب ۱/۱۵٤).

وَقَالَ : "لَا ، وَاللّٰهِ! لَا أَعْصِي اللّٰهَ أَبَداً."

"فَمَاتَ مِنْ لَيْلَتِهِ، فَأَصْبَحَ مَكْتُوبًا عَلَى بَابِهِ : "إِنَّ اللّٰهَ قَدْ غَفَرَ لِكِفْلِ".[1]

''میں نے نبی ﷺ کو حدیث بیان کرتے ہوئے سنا۔ اگر میں نے اس کو نہ سنا ہوتا مگر ایک مرتبہ یا دو مرتبہ، یہاں تک کہ انہوں نے سات دفعہ کا ذکر کیا، لیکن میں نے تو اس کو اس سے بھی زیادہ دفعہ سنا ہے۔[2]

میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''کفل بنو اسرائیل کا ایک شخص تھا جو کسی بھی گناہ کے کرنے سے احتراز نہ کرتا۔ اس کے پاس ایک عورت آئی، تو اس نے مجامعت کی شرط پر اس کو ساٹھ دینار دیے۔

پس جب وہ اس سے خاوند بیوی والی بیٹھک بیٹھا، تو وہ کپکپانے اور رونے لگی۔ سو وہ کہنے لگا: ''تمہیں کون سی بات رلا رہی ہے؟ کیا میں نے تمہیں مجبور کیا ہے؟''

اس نے کہا: ''نہیں، لیکن یہ کام تو میں نے کبھی نہیں کیا تھا۔ مجبوری نے مجھے اس پر آمادہ کیا ہے۔''

وہ کہنے لگا: ''تیری یہ کیفیت یہ ہے اور تو نے [یہ برا کام ابھی] کیا بھی نہیں، چلی جاؤ [جو لے چکی ہو] وہ تمہارے لیے ہے۔''

اس نے [اپنے آپ سے] کہا: ''نہیں، اللہ کی قسم! میں کبھی بھی اللہ کی نافرمانی نہیں کروں گا۔''

وہ اسی رات فوت ہو گیا اور صبح اس کے دروازے پر لکھا ہوا تھا: ''یقیناً اللہ تعالیٰ نے کفل کو معاف فرما دیا ہے۔''

اس حدیث شریف میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے واضح طور پر بیان کیا کہ انہوں نے آنحضرت ﷺ سے یہ حدیث سات مرتبہ سے زیادہ بار سنی ہے۔

---

[1] المسند، رقم الحديث ٤٧٤٧، ٦/٣٣٤-٣٣٥ (ط: دار المعارف بمصر) ؛ وجامع الترمذي، أبواب صفة القيامة ، حديث ٢٦١٤، ٧/١٦٧-١٦٨؛ والمستدرك على الصحيحين ، كتاب التوبة والإنابة ٤/٢٥٤-٢٥٥. الفاظ حدیث جامع الترمذی کے ہیں۔ امام ترمذی نے اس حدیث کو [حسن] کہا ہے؛ امام حاکم نے اس کی [اسناد کو صحیح] قرار دیا ہے، حافظ ذہبی نے ان سے موافقت کی ہے؛ علاوہ ازیں شیخ احمد شاکر نے بھی اس کی [اسناد کو صحیح] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: جامع الترمذي ٧/١٦٨؛ والمستدرك على الصحيحين ٤/٢٥٥؛ والتلخيص ٤/٢٥٥؛ وهامش المسند ٦/٣٣٤).

[2] یعنی اگر میں نے آنحضرت ﷺ کو اتنی زیادہ دفعہ بیان کرتے ہوئے نہ سنا ہوتا، تو میں اس حدیث کو بیان نہ کرتا۔ (ملاحظہ ہو: تحفة الأحوذي ٧/١٦٨).

ب۔ حدیث عمرو بن عبسہ سلمی رضی اللہ عنہ:

امام مسلم نے ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ عمرو بن عبسہ السلمی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا:

" فَقُلْتُ: " يَا نَبِيَّ اللّٰهِ ﷺ! فَالْوُضُوءَ حَدِّثْنِي عَنْهُ".

قَالَ: " مَا مِنْكُمْ رَجُلٌ يُقَرِّبُ وَضُوءَهُ فَيَتَمَضْمَضُ وَيَسْتَنْشِقُ فَيَنْتَثِرُ إِلَّا خَرَّتْ خَطَايَا وَجْهِهِ، وَفِيهِ، وَخَيَاشِيمِهِ. ثُمَّ إِذَا غَسَلَ وَجْهَهُ كَمَا أَمَرَ اللّٰهُ إِلَّا خَرَّتْ خَطَايَا وَجْهِهِ مِنْ أَطْرَافِ لِحْيَتِهِ مَعَ الْمَاءِ. ثُمَّ يَغْسِلُ يَدَيْهِ إِلَى الْمِرْفَقَيْنِ إِلَّا خَرَّتْ خَطَايَا يَدَيْهِ مِنْ أَنَامِلِهِ مَعَ الْمَاءِ. ثُمَّ يَمْسَحُ رَأْسَهُ إِلَّا خَرَّتْ خَطَايَا رَأْسِهِ مِنْ أَطْرَافِ شَعْرِهِ مَعَ الْمَآءِ. ثُمَّ يَغْسِلُ قَدَمَيْهِ إِلَى الْكَعْبَيْنِ إِلَّا خَرَّتْ خَطَايَا رِجْلَيْهِ مِنْ أَنَامِلِهِ مَعَ الْمَاءِ. فَإِنْ هُوَ قَامَ فَصَلَّى، فَحَمِدَ اللّٰهَ وَأَثْنىٰ عَلَيْهِ، وَمَجَّدَهُ بِالَّذِي هُوَ لَهُ أَهْلٌ، وَفَرَّغَ قَلْبَهُ لِلّٰهِ إِلَّا انْصَرَفَ مِنْ خَطِيئَتِهِ كَهَيْئَتِهِ يَوْمَ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ".

فَحَدَّثَ عَمْرُو بْنُ عَبَسَةَ بِهٰذَا الْحَدِيثِ أَبَا أُمَامَةَ رضی اللہ عنہما صَاحِبَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ لَهُ أَبُوأُمَامَةَ رضی اللہ عنہ: " يَا عَمْرُو بْنُ عَبَسَةَ! أُنْظُرْ مَا تَقُولُ: فِي مَقَامٍ وَاحِدٍ يُعْطَى هٰذَا الرَّجُلُ؟".

فَقَالَ عَمْرُو بْنُ عَبَسَةَ رضی اللہ عنہ: " يَا أَبَا أُمَامَةَ! لَقَدْ كَبِرَتْ سِنِّي، وَرَقَّ عَظْمِي، وَاقْتَرَبَ أَجَلِي، وَمَا بِي حَاجَةٌ أَنْ أَكْذِبَ عَلَى اللّٰهِ، وَلَا عَلَى رَسُولِهِ ﷺ. لَوْ لَمْ أَسْمَعْهُ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ إِلَّا مَرَّةً أَوْ مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا (حَتَّى عَدَّ سَبْعَ مَرَّاتٍ) مَا حَدَّثْتُ بِهِ أَبَدًا، وَلٰكِنِّي سَمِعْتُهُ أَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ".[1]

''پس میں نے کہا: ''اے اللہ کے نبی ﷺ! پس آپ مجھے وضو کے متعلق بتلائیے۔''

آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے جو کوئی وضو کا پانی قریب کر کے کلی کرے، ناک میں پانی داخل کرے اور اس کو جھاڑ دے، تو اس کے چہرے، منہ اور نتھنوں کی خطائیں گر جاتی ہیں۔ پھر جب حکم الٰہی کے مطابق چہرے کو دھوتا ہے، تو پانی کے ساتھ داڑھی کے اطراف سے اس کے

---

[1] صحيح مسلم، كتاب صلاة المسافرين و قصرها، باب إسلام عمرو بن عبسة رضی اللہ عنہ، جزء من رقم الحديث ۲۹٤ (۸۳۲)، ۱/ ۵٦۹۔۵۷۱.

چہرے کی خطائیں ساقط ہو جاتی ہیں۔ پھر جب ہاتھوں کو کہنیوں تک دھوتا ہے، تو پانی کے ساتھ اس کے پوروں سے دونوں ہاتھوں کے گناہ جھڑ جاتے ہیں، پھر [جب] سر کا مسح کرتا ہے، تو پانی کے ساتھ بالوں کے کناروں سے سر کے گناہ گر جاتے ہیں، پھر جب دونوں قدموں کو ٹخنوں تک دھوتا ہے تو پانی کے ساتھ [قدموں کے] پوروں سے دونوں قدموں کی خطائیں گر جاتی ہیں۔"

پھر اگر وہ اٹھے اور نماز پڑھے۔ اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کرے اور اس کی شایان شان بزرگی بیان کرے اور پوری دلجمعی سے اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو جائے، تو اپنی خطاؤں سے اسی طرح نکل جاتا ہے، جیسا کہ اس کی ماں کے اس کو جنم دینے کے دن تھا۔"

ابوامامہ رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: "اے عمرو بن سلمہ! دیکھو تم کیا کہہ رہے ہو کہ ایک ہی جگہ میں آدمی کو یہ [سب کچھ] عطا کیا جائے گا؟

عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ نے [جواب میں] کہا: "اے ابا امامہ! میں بوڑھا ہو چکا ہوں، میری ہڈیاں کمزور ہو چکی ہیں اور وقتِ اجل قریب آ چکا ہے اور مجھے اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ باندھنے کی کچھ ضرورت نہیں۔ اگر میں نے رسول اللہ ﷺ سے ایک، دو یا تین مرتبہ [یہاں تک کہ انہوں نے سات مرتبہ کا ذکر کیا] نہ سنا ہوتا تو میں یہ [حدیث] کبھی بھی بیان نہ کرتا، لیکن میں نے تو اس سے بھی زیادہ دفعہ اس [حدیث] کو سنا ہے۔"

اس روایت سے یہ بات واضح ہے کہ حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ نے اس حدیث کو آنحضرت ﷺ سے سات مرتبہ سے زیادہ دفعہ سننے کی سعادت حاصل کی۔

تنبیہ:

امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس مقام پر ایک اشکال ذکر کیا ہے اور پھر خود ہی اس کا جواب بھی دیا ہے۔

حضرت امام رحمہ اللہ تعالیٰ نے تحریر کیا ہے:

"هٰذَا الْكَلَامُ قَدْ يَسْتَشْكِلُ مِنْ حَيْثُ إِنَّ ظَاهِرَه أَنَّه لا يَرَى التَّحديْثَ إلَّا بِما سَمِعَه أَكْثَرَ مِنْ سَبْعِ مَرَّاتٍ، وَمَعْلُوْمٌ أَنَّ مَنْ سَمِعَ مَرَّةً وَاحِدَةً جَازَ لَهُ الرِّوَايَةُ، بَلْ تَجِبُ عَلَيْهِ إِذَا تَعَيَّنَ لَها.

وَجَوَابُه أَنَّ مَعنَاهُ لَوْ لَمْ أَتَحَقَّقْهُ وَأَجْزِمْ بِهِ لَمَا حَدَّثْتُ بِهِ، وَذَكَرَ الْمَرَّات بَيَانًا لِصُوْرَةِ حَالِه، وَلَمْ يُرِدْ أَنَّ ذٰلِكَ شَرْطٌ وَاللّٰهُ تَعَالیٰ أَعْلَمُ."[1]

---

[1] شرح النووي ۶/۱۱۸.

''اس کلام میں اشکال نظر آتا ہے، کیونکہ ظاہری طور پر معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس وقت تک روایت حدیث کو درست نہ سمجھتے تھے، جب تک اس کو سات مرتبہ سے زیادہ دفعہ نہ سنا ہو اور یہ معروف بات ہے کہ ایک بار سننے کے بعد روایت کرنا جائز ہے، بلکہ روایت کے لیے متعین ہونے کی صورت میں اس کا بیان کرنا واجب ہو جاتا ہے

اس کا جواب یہ ہے کہ ان کا مقصود یہ ہے کہ اگر مجھے اس کا حتمی یقین نہ ہوتا، تو میں اس کو بیان نہ کرتا۔ سات مرتبہ سے زیادہ کا ذکر درمیان میں اس لیے آ گیا کہ انہوں نے اس حدیث کو سات مرتبہ سے زیادہ دفعہ سُنا تھا۔ وگرنہ ان کا مقصود یہ نہ تھا کہ اتنی مرتبہ سننا روایت حدیث کے لیے شرط ہے۔ وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ.''

۳۔ بیس مرتبہ سے زیادہ حدیث کا بیان:

امام ابن ماجہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے کہ:

" أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: " يَنْشَأُ نَشْءٌ يَقْرَؤُونَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ تَرَاقِيَهُمْ. كُلَّمَا خَرَجَ قَرْنٌ قُطِعَ".

قَالَ ابْنُ عُمَرَ رضي الله عنهما: سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَقُولُ: "كُلَّمَا خَرَجَ قَرْنٌ قُطِعَ". أَكْثَرَ مِنْ عِشْرِينَ مَرَّةً، "حَتَّى يَخْرُجَ فِي عِرَاضِهِمُ الدَّجَّالُ".[1]

''بلا شک وشبہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''نوجوانوں کا ایک گروہ اٹھے گا، وہ قرآن کریم کی تلاوت [اس طرح] کریں گے کہ ان کے حلقوں سے نیچے نہ اترے گا۔ جب کوئی گروہ [ان میں سے] نکلے گا ہلاک کیا جائے گا۔''

ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا: ''میں نے رسول اللہ ﷺ کو بیس مرتبہ سے زیادہ دفعہ فرماتے ہوئے سنا: ''جب بھی کوئی گروہ اٹھے گا تباہ و برباد کیا جائے گا۔ یہاں تک کہ ان کے سامنے دجال نکلے گا۔''

خلاصہ گفتگو یہ ہے کہ ہمارے نبی کریم ﷺ بسا اوقات ایک ہی مجلس میں بات کو دو دو مرتبہ، تین تین دفعہ اور اس سے بھی زیادہ بار دہراتے۔ علاوہ ازیں سیرت طیبہ سے یہ بھی ثابت ہے آپ ﷺ ایک ہی بات کو مختلف نشستوں میں بیان فرماتے تھے۔

---

[1] سنن ابن ماجه، المقدمة، باب ذكر الخوارج، رقم الحديث ۱۷٤، ۱/ ۳٤. اس کے متعلق حافظ بوصیری نے لکھا ہے: ''یہ [اسناد صحیح] ہے اور اس کے تمام راوی بخاری کے ہاں قابل حجت ہیں۔'' (مصباح الزجاجة في زوائد ابن ماجة ۱/ ٦۷)؛ شیخ البانی نے اس کو [حسن] کہا ہے۔ (ملاحظہ ہو: صحیح سنن ابن ماجه ۱/ ۳۵؛ وسلسلة الأحاديث الصحيحة ۵/ ۵۸۲۔ ۵۸۳).

(15)

اشاروں کا استعمال

ہمارے نبی کریم ﷺ دوران تعلیم متعلقہ موضوع کے مناسب اشارات استعمال فرمایا کرتے تھے۔ توفیق الٰہی سے ذیل میں چند ایک مثالیں پیش کی جارہی ہیں:

ا۔ چاروں انگلیوں سے اشارہ:

حضرات ائمہ احمد، ابوداود، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ رحمہم اللہ تعالیٰ نے عبید بن فیروز سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے بیان کیا: ''میں نے البراء بن عازب رضی اللہ عنہما سے عرض کیا:

''مجھے قربانی کے ان جانوروں کے متعلق بتایئے، جن کی قربانی کو رسول اللہ ﷺ نے ناپسند فرمایا، یا ان سے منع فرمایا ہو۔''

انہوں نے بیان کیا:

" قَامَ فِينَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ قَالَ ، "هٰكَذَا بِيَدِهِ ، وَيَدِي أَقْصَرُ مِنْ يَدِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ : " أَرْبَعٌ لَا تَجُوزُ فِي الضَّحَايَا. اَلْعَوْرَاءُ الْبَيِّنُ عَوْرُهَا ، وَالْمَرِيضَةُ الْبَيِّنُ مَرَضُهَا ، وَالْعَرْجَاءُ الْبَيِّنُ ظَلْعُهَا ، وَالْكَسِيرَةُ الَّتِي لَا تُنْقِي".[1]

''بلاشبہ رسول اللہ ﷺ نے اس طرح اپنے ہاتھ سے فرمایا، اور میرا ہاتھ رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ سے کوتاہ ہے: ''چار قسم کے جانور قربانی میں جائز نہیں: یک چشم جس کا یک چشم ہونا نمایاں ہو، بیمار جس کی بیماری واضح ہو، لنگڑا جس کا لنگڑا پن عیاں ہو اور ایسا بوڑھا کہ اس کی ہڈیوں میں گودا نہ رہا ہو''

حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہما سے ہی ایک روایت میں ہے کہ انہوں نے بیان کیا:

---

[1] المسند ٤/٣٠٠ (ط: المكتب الاسلامي)؛ وسنن أبي داود ، كتاب الضحايا ، باب ما يكره من الضحايا ، رقم الحديث ٢٨٠٢، ٧/٣٥٧-٣٥٨؛ وجامع الترمذي ، أبواب الأضاحي ، باب ما لا يجوز من الأضاحي ، رقم الحديث ١٥٣٠، ٥/٦٧؛ وسنن النسائي ، كتاب الضحايا ، العرجاء ، ٧/٢١٥؛ وسنن ابن ماجه ، أبواب الأضاحي ، ما يكره أن يضحى به ، رقم الحديث ٣١٨٢، ٢/٢٠٧ . الفاظ حدیث سنن النسائی کے ہیں۔ شیخ البانی نے اس حدیث کو [صحیح] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: صحيح سنن أبی داود ٢/٥٣٩؛ وصحيح سنن النسائي ٣/٩١٣؛ وصحيح سنن ابن ماجه ٢/٢٠٢).

"سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ، وَأَشَارَ بِأَصَابِعِهٖ،وَأَصَابِعِي أَقْصَرُ مِنْ أَصَابِعِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ، يُشِيْرُ بِأَصَابِعِهٖ، يَقُوْلُ: ......"[1]

''میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا اور آپ نے اپنی انگلیوں کے ساتھ اشارہ فرمایا۔''

اور انہوں [البراء رضی اللہ عنہ] نے اپنی انگلیوں کے ساتھ اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ میری انگلیاں رسول اللہ ﷺ کی انگلیوں سے کوتاہ ہیں......الحدیث''

اس حدیث شریف میں آنحضرت ﷺ نے ان چار اقسام کے جانوروں کی تفصیل بتلائی جن کی قربانی جائز نہیں۔ آپ ﷺ نے [چار] کا لفظ بولتے وقت اپنی چار مبارک انگلیوں کے ساتھ اشارہ بھی فرمایا۔ اور بلا شبہ صرف گفتگو کے ساتھ سمجھائے ہوئے درس کے مقابلے میں گفتگو کے ساتھ ساتھ اشاروں سے سمجھایا ہوا سبق زیادہ مؤثر اور دل نشین ہوتا ہے۔[2] واللّٰه اعلم بالصواب.

۲۔ انگلیوں کو قینچی کی طرح کرکے اشارہ:

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے بیان کیا:

"قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "اَلْمُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِ كَالْبُنْيَانِ يَشُدُّ بَعْضُهٗ بَعْضًا". ثُمَّ شَبَّكَ بَيْنَ أَصَابِعِهٖ".[3]

''رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''ایک مومن دوسرے مومن کے لیے عمارت کی مانند ہے، جس کا ایک حصہ دوسرے کو مضبوط کرتا ہے۔ پھر آپ ﷺ نے اپنی انگلیوں کو قینچی کی طرح کیا۔''

اس حدیث شریف میں نبی کریم ﷺ نے اہل ایمان کے باہمی تعلق کو عمارت کے ساتھ تشبیہ دی، پھر اس کے بعد آپ ﷺ نے وجہ تشبیہ اپنی انگلیوں کے ساتھ قینچی کی شکل بنا کر بیان فرمائی۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ راوی کے قول:

(پھر آپ ﷺ نے انگلیوں کو قینچی کی طرح کیا) کی شرح میں تحریر کرتے ہیں:

"هُوَ بَيَانٌ لِوَجْهِ التَّشْبِيْهِ أَيْضًا أَيْ يَشُدُّ بَعْضُهُمْ بَعْضًا مِثْلَ هٰذَا الشَّدِّ".[4]

---

[1] سنن النسائي، كتاب الضحايا، العرجاء، ۷/۲۱۵۔۲۱۶؛ شیخ البانی نے اس کو [صحیح] کہا ہے۔(ملاحظہ ہو: صحیح سنن النسائي ۳/۹۱۴).

[2] اس بارے میں مزید تفصیل راقم السطور کی کتاب "ركائز الدعوة الى الله تعالىٰ" ص ۲۰۹۔۲۱۲ میں ملاحظہ فرمائیے۔

[3] صحيح البخاري، كتاب الأدب، باب تعاون المؤمنين بعضهم بعضاً، رقم الحديث ۶۰۲۶، ۱۰/۴۵۰۔۴۵۱.

[4] فتح الباري ۱۰/۴۵۰؛ نیز ملاحظہ ہو: شرح الطيبي ۱۰/۳۱۷۶؛ ومرقاة المفاتيح ۸/۶۸۶.

''اس میں وجہ تشبیہ کا بیان بھی ہے کہ وہ ایک دوسرے کو اسی طرح تقویت دیتے ہیں جیسا کہ انگلیاں اس طرح باہمی قوت کا سبب بنتی ہیں۔''

اس کے بعد حضرت حافظ رحمہ اللہ تعالیٰ نے تحریر کیا ہے:

"وَيُسْتَفَادُ مِنْهُ أَنَّ الَّذِي يُرِيْدُ الْمُبَالَغَةَ فِي بَيَانِ أَقْوَالِهِ يُمَثِّلُهَا بِحَرَكَاتِهِ لِيَكُوْنَ أَوْقَعَ فِي نَفْسِ السَّامِعِ".[1]

''اس [حدیث] سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص اپنی گفتگو کے بیان میں زور پیدا کرنا چاہتا ہے وہ اشاروں سے اس کی وضاحت کرتا ہے تا کہ وہ سامع کے خوب ذہنشین ہو جائے۔''

۳۔ دو انگلیوں کے ساتھ اشارہ:

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت سہل رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے بیان کیا:

" قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : " بُعِثْتُ أَنَا وَالسَّاعَةُ كَهَاتَيْنِ " ، وَيُشِيْرُ بِإِصْبَعَيْهِ فَيَمُدُّهُمَا".[2]

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مجھے اور قیامت کو ان دونوں کی طرح بھیجا گیا ہے۔''

آپ ﷺ اپنی دونوں انگلیوں کے ساتھ اشارہ فرماتے، پھر ان دونوں کو پھیلا دیتے۔

آنحضرت ﷺ نے اس حدیث شریف میں اپنی دو انگلیوں کے اشارہ کے ساتھ اپنے زمانہ بعثت اور روز قیامت کے باہمی قرب کو بیان فرمایا۔

امام قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ رقم طراز ہیں:

" حَاصِلُ الْحَدِيْثِ تَقْرِيْبُ أَمْرِ السَّاعَةِ وَسُرْعَةُ مَجِيْئِهَا."[3]

''حدیث کا مقصود قیامت کے بپا ہونے کی قربت اور اس کے جلد آنے کو بیان کرنا ہے۔''

۴۔ گدی پر ہاتھ رکھنا اور پھر اس کو پھیلا کر اشارہ:

امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے بیان کیا:

"قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "هٰذَا ابْنُ آدَمَ وَهٰذَا أَجَلُهُ".

---

[1] فتح الباري ۱۰/ ٤٥٠.

[2] صحيح البخاري، كتاب الرقاق، باب قول النبي ﷺ: " بُعِثْتُ أنا والسَّاعةُ كهاتين". رقم الحديث ٦٥٠٣، ١١/ ٣٤٧.

[3] منقول از: فتح الباري ١١/ ٣٤٧.

وَوَضَعَ يَدَهُ عِنْدَ قَفَاهُ، ثُمَّ بَسَطَهَا، فَقَالَ: "وَثَمَّ أَمَلُهُ وَثَمَّ أَمَلُهُ". [1]

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''یہ ابن آدم ہے اور یہ اس کی موت ہے۔''

آپ ﷺ نے اپنی گدی کے قریب اپنا ہاتھ رکھا، پھر اس کو پھیلا کر فرمایا: ''اور وہاں [دور] اس کی امید ہے اور وہاں اس کی امید ہے۔''

اس حدیث شریف میں آنحضرت ﷺ نے انسان کی موت کے قرب اور اس کی امیدوں کے طول کو اشاروں سے بیان فرمایا۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ ہمارے نبی کریم ﷺ دوران تعلیم بات کی وضاحت کرنے اور اس کو مؤثر طور پر دل نشین کروانے کی غرض سے مناسب حال اشارات استعمال فرماتے تھے۔

---

[1] جامع الترمذي، أبواب الزهد، باب ما جاء في قصر الأمل، رقم الحديث ٢٤٣٤، ٥١٦/٦. امام ترمذی نے اس حدیث کو [حسن صحیح] کہا ہے۔ (ملاحظہ ہو: (المرجع السابق ٥١٧/٦)؛ اور شیخ البانی نے اس کو [صحیح] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: صحیح سنن الترمذي ٢٧٢/٢).

(16)

لکیروں اور شکلوں کا استعمال

ہمارے نبی کریم ﷺ بسا اوقات مسائل کو خوب اچھی طرح سمجھانے کی خاطر خطوط کھینچ کر اور مختلف شکلیں بنا کر بات کی وضاحت فرمایا کرتے تھے۔

توفیق الٰہی سے ذیل میں اس سلسلے میں چار مثالیں پیش کی جا رہی ہیں:

ا۔ راہِ الٰہی اور شیطانی راہوں کے لیے خطوط کھینچنا:

امام احمد اور امام حاکم رحمہما اللہ تعالیٰ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے بیان کیا:

" خَطَّ لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ خَطًّا ، ثُمَّ قَالَ: "هٰذَا سَبِيْلُ اللّٰهِ".

ثُمَّ خَطَّ خُطُوْطًا عَنْ يَمِيْنِهٖ وَعَنْ شِمَالِهٖ ، ثُمَّ قَالَ: هٰذِهٖ سُبُلٌ".

قَالَ يَزِيْدُ: " مُتَفَرِّقَةٌ".

عَلٰى كُلِّ سَبِيْلٍ مِّنْهَا الشَّيْطَانُ يَدْعُوْ إِلَيْهِ ، ثُمَّ قَرَأَ: ﴿ وَأَنَّ هَٰذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيلِهِ . ﴾"[1]

"رسول اللہ ﷺ نے ہمارے لیے ایک خط کھینچا، پھر فرمایا: "یہ اللہ تعالیٰ کی راہ ہے۔" پھر آپ ﷺ نے اس کی دائیں جانب اور اس کی بائیں جانب خطوط کھینچے، پھر فرمایا: "یہ راہیں ہیں۔"

یزید[2] نے بیان کیا: "جدا جدا"

ان میں سے ہر راہ پر شیطان بلا رہا ہے۔ آپ ﷺ نے [قرآن کریم کا یہ حصہ] پڑھا۔ [جس کا ترجمہ ہے]:

"اور بلاشبہ یہ میری راہ ہے سیدھی، سو تم اس پر چلو اور دوسروں کی راہوں پر مت چلو۔ وہ تمہیں اس [اللہ تعالیٰ] کی راہ سے جدا کر دیں گے۔"

[1] المسند، رقم الحديث٤١٤٢، ٨٩/٦۔ ٩٠؛ والمستدرك على الصحيحين، كتاب التفسير ٣١٨/٢۔ الفاظ حدیث المسند کے ہیں۔ امام حاکم اور شیخ احمد شاکر نے اس کو [صحیح الاسناد] کہا ہے۔ (ملاحظہ ہو: المستدرك على الصحيحين ٣١٨/٢، وهامش المسند ٨٩/٦).

[2] (یزید): اس حدیث کے روایت کرنے والوں میں سے ایک راوی۔

اس حدیث شریف سے واضح ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اپنے مقصود کو سمجھانے کی غرض سے لکیریں کھینچیں۔ امام طیبی رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے قول:

''ہمارے لیے آپ ﷺ نے خط بنایا'' کی شرح میں تحریر کیا ہے:

" أَيْ خَطَّ لِأَجلِنا تقرِيبًا وَتفهِيمًا لَنَا ، لِأَنَّ التَّصوِيرَ وَالتَّمثِيلَ إِنَّما يُسلَكُ وَيُصارُ إِلَيهِ لِإِبرَازِ المَعَانِي المُحتَجَبَةِ ، وَرَفعِ الأَستَارِ عَنِ الرُّمُوزِ المَكنُونَةِ ، لِتَظهَرَ فِي صُورَةِ المُشَاهَدِ المَحسُوسِ ، فَيُسَاعِدُ فِيه الوَهمُ العَقلَ ، وَيُصَالِحه عَلَيهِ".[1]

''یعنی بات کو ہمارے ذہن نشین کروانے کے لیے خط کھینچا، کیونکہ مخفی معانی کو اجاگر کرنے اور پوشیدہ رموز کی نقاب کشائی کی غرض سے تصویر و تمثیل استعمال کی جاتی ہے، تاکہ وہ مرئی اور محسوس چیزوں کی طرح آشکارا ہو جائیں اور [بات سمجھنے میں] انسانی خیال، عقل کی مدد کرے۔''

۲۔ لمبی اُمیدوں اور قربِ موت کے لیے خطوط کھینچنا:

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے انہوں نے بیان کیا:

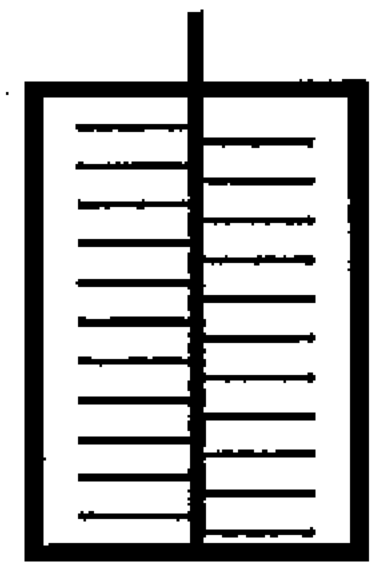
" خَطَّ النَّبِيُّ ﷺ خَطًّا مُرَبَّعاً ، وَخَطَّ خَطًّا فِي الوَسَطِ خَارِجًا مِنهُ ، وَخَطَّ خُطَطًا صِغَارًا إِلىٰ هٰذا الَّذِي فِي الوَسَطِ مِنْ جَانِبِهِ الَّذِي فِي الوَسَطِ ، فَقَالَ : " هٰذَا الإِنسَانُ ، وَهٰذَا أَجَلُهُ مُحِيطٌ بِهِ ـــ أَوْ قَدْ أَحَاطَ بِهِ ـــ وَهٰذَا الَّذِي هُوَ خَارِجٌ أَمَلُهُ ، وَهٰذِهِ الخُطَطُ الصِّغَارُ الأَعْرَاضُ ، فَإِنْ أَخطَأَهُ هٰذا نَهَشَهُ هٰذَا ، وَإِنْ أَخطَأَهُ هٰذَا نَهَشَهُ هٰذَا".[2]

''نبی ﷺ نے ایک مربع شکل بنائی اور اس کے درمیان ایک خط کھینچا جو اس سے نکلا ہوا تھا اور [اس کے بعد] اس [مربع شکل] کے درمیانی خط کی طرف چھوٹے چھوٹے خطوط کھینچے اور فرمایا:'' یہ انسان ہے، اور یہ اس کی موت اس کو گھیرے ہوئے ہے۔ یا بلاشک و شبہ اس کا احاطہ کر چکی ہے۔[3] اور یہ باہر نکلا ہوا [خط] اس کی آرزو ہے۔ اور یہ چھوٹے چھوٹے خطوط مصائب ہیں، پس اگر وہ ایک سے بچ نکلتا ہے تو دوسری میں پھنس جاتا ہے اور دوسری سے نکلتا ہے تو تیسری میں

[1] شرح الطيبي ٢/ ٦٣٥؛ نیز ملاحظہ ہو: مرقاة المفاتيح ١/ ٤١١۔
[2] صحيح البخاري، كتاب الرقاق، باب في الأمل وطوله، رقم الحديث ٦٤١٧، ١١/ ٢٣٥۔ ٢٣٦۔
[3] راوی کو تردد ہے کہ آنحضرت ﷺ نے یہ جملہ ارشاد فرمایا یا سابقہ جملہ فرمایا۔ دونوں جملوں کا مفہوم ایک جیسا ہے۔

گرفتار ہو جاتا ہے۔"

اس حدیث شریف سے یہ بات واضح ہے کہ نبی کریم ﷺ نے انسانی آرزوؤں کی درازی اور انسان کے مسلسل مصائب اور موت کی گرفت میں ہونے کو ایک شکل بنا کر حضرات صحابہ کو سمجھایا۔ امام طیبی نے حدیث شریف میں بیان کردہ شکل اس طرح بنائی ہے:



۳۔ لمبی اُمیدوں اور قربِ موت کا لکڑیاں گاڑ کر بیان:

امام احمد اور امام بغوی رحمہما اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ:

" أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ غرزَ عُوداً بَيْنَ يَدَيْهِ ، وَآخرَ إِلَىٰ جَنْبِهِ ، وَآخرَ أَبْعَدَ ، فَقَالَ : " أَتَدْرُوْنَ مَا هٰذا؟".

قَالُوا: " اَللّٰهُ وَرَسُوْلُه أَعْلَمُ".

قَالَ: " هٰذَا الْإِنْسَانُ ، وَهٰذا الْأَجَلُ۔ أُرَاهُ قَالَ۔: "وَهٰذَا الْأَمَلُ ، فَيَتَعَاطَى الْأَمَلُ ، فَلَحِقَهُ الْاَجَلُ دُوْنَ الْأَمَلِ".[1]

"نبی ﷺ نے ایک چھڑی اپنے سامنے گاڑی، دوسری اس کے پہلو میں اور تیسری زیادہ دور۔ پھر فرمایا: "کیا تم جانتے ہو کہ یہ کیا ہے؟

انہوں نے عرض کیا: "اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ زیادہ جانتے ہیں۔"

آپ ﷺ نے فرمایا: "یہ انسان ہے اور یہ موت ہے۔ میرا خیال ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:[2] اور یہ آرزو ہے اور وہ آرزو کے پانے کی کوشش میں ہے۔ لیکن آرزو [کے حصول] سے پہلے ہی موت اس کو آپہنچتی ہے۔"

اور امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ کی روایت میں ہے:

---

[1] المسند (ط: المكتب الإسلامي) ۳/۱۸؛ وشرح السنة، كتاب الرقاق ، باب طول الأمل والحرص ، رقم الحديث ۴۰۹۲، ۱۴/۲۸۵؛ الفاظ حدیث شرح السنہ کے ہیں۔ شیخ ارناؤوط نے اس کے بارے میں تحریر کیا ہے کہ اس کے روایت کرنے والے ثقہ ہیں، احمد نے [بھی] اس کو روایت کیا ہے اور اس کی [اسناد حسن] ہے۔ (ملاحظہ ہو: هامش شرح السنة ۱۴/۲۸۵).

[2] یہ الفاظ راوی حدیث نے اپنے تردد کے اظہار کی خاطر ذکر کیے۔

" هٰذَا الْإِنْسَانُ وَهٰذَا أَجُلُهُ ، وَهٰذَا أَمَلُهُ ، يَتَعَاطَى الْأَمَلُ ، يَخْتَلِجُهُ دُوْنَ ذٰلِكَ". [1]

"یہ انسان ہے اور یہ اس کی موت اور یہ اس کی آرزو ہے، وہ اس کے حصول کی کوشش میں ہے، [لیکن] وہ [موت] اس سے پہلے ہی اس کو دبوچ لیتی ہے۔"

اس حدیث شریف میں آنحضرت ﷺ نے انسان کی لمبی آرزوؤں اور موت کے وقت کے انتہائی قرب کو تین چھڑیاں گاڑ کر حضرات صحابہ کو سمجھایا۔

حدیث شریف میں فائدہ دیگر:

آنحضرت ﷺ نے کچھ بتانے سے پیشتر تین چھڑیوں کو زمین میں گاڑا اور پھر فرمایا: "کیا تم جانتے ہو کہ یہ کیا ہے؟" آپ ﷺ کا یہ اسلوب مبارک سامعین کو مکمل طور پر متوجہ کرنے کے لیے ایک بہترین ذریعہ تھا۔ [2]

۴۔ چار خواتین کی فضیلت کا چار خطوط سے بیان:

امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے بیان کیا:

" خَطَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِي الْأَرْضِ أَرْبَعَةَ خُطُوْطٍ، ثُمَّ قَالَ: "تَدْرُوْنَ مَا هٰذَا؟". فَقَالُوْا: " اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ أَعْلَمُ".

فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : " أَفْضَلُ نِسَاءِ أَهْلِ الْجَنَّةِ : خَدِيْجَةُ بِنْتُ خُوَيْلِدٍ ، وَفَاطِمَةُ بِنْتُ مُحَمَّدٍ ﷺ وَآسِيَةُ بِنْتُ مَزَاحِمٍ امْرَأَةُ فِرْعَوْنَ ، وَمَرْيَمُ ابْنَةُ عِمْرَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُنَّ أَجْمَعِيْنَ". [3]

"رسول اللہ ﷺ نے زمین میں چار خطوط کھینچے، پھر فرمایا: "تم جانتے ہو کہ یہ کیا ہے؟"

انہوں نے عرض کیا: "اللہ تعالیٰ اور ان کا رسول اللہ ﷺ زیادہ جانتے ہیں۔"

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جنتی عورتوں میں سب سے زیادہ فضیلت والی عورتیں: خدیجہ بنت خویلد، فاطمہ بنت محمد ﷺ، آسیہ بنت مزاحم زوجہ فرعون اور مریم بنت عمران رضی اللہ عنھن ہیں۔"

---

[1] المسند ۱۸/۳۔ [2] اس بارے میں تفصیل کتاب ھذا کے صفحات ۱۶۵۔۱۷۰ پر دیکھئے۔

[3] المسند ، رقم الحديث ۲۶۶۸، ۲۳۲/٤ (ط: مصر)؛ حافظ ہیثمی نے اس حدیث کے بارے میں لکھا ہے: "اس کو احمد، ابویعلیٰ اور الطبرانی نے روایت کیا ہے اور [اس کے روایت کرنے والے صحیح کے روایت کرنے والے ہیں]. (مجمع الزوائد ۲۲۳/۹)؛ شیخ احمد شاکر نے اس کی [اسناد کو صحیح] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: هامش المسند ٤/ ۲۳۲).

اس حدیث شریف کے مطابق آنحضرت ﷺ نے جنتی عورتوں میں سے چار بہترین عورتوں کی شان و عظمت کو زمین پر چار لکیریں کھینچ کر واضح فرمایا اور بات کے ذہن نشین کروانے میں اس طریق تعلیم کی اہمیت چنداں محتاج بیان نہیں۔

حدیث شریف میں دیگر فرائد:

حدیث شریف میں موجود دیگر فوائد میں سے دو درج ذیل ہیں:

۱۔ آنحضرت ﷺ نے بات بتانے سے پہلے اسلوب استفہام استعمال فرمایا، جس کی سامعین کی مکمل توجہ مبذول کروانے کے لیے اہمیت ایک واضح حقیقت ہے۔[۱]

۲۔ آنحضرت ﷺ نے آسیہ اور مریم کے ساتھ حضرت خدیجہ اور فاطمہ رضی اللہ عنھن کی شان و عظمت بھی بیان فرمائی۔

---

[۱] اس بارے میں تفصیل کتاب ھذا کے صفحات ۱۶۵۔۱۷۰ پر ملاحظہ فرمایئے۔

(17)

مثالیں بیان کرنا

ہمارے نبی کریم ﷺ تعلیم وتربیت کی غرض سے مثالیں بیان فرمایا کرتے تھے۔ امام ابن القیم رحمہ اللہ تعالیٰ نے [مثالیں بیان کرنے کا] مفہوم ذکر کرتے ہوئے تحریر کیا ہے:

" تَشْبِيهُ شَيْءٍ بِشَيْءٍ فِي حُكْمِهِ ، وَتَقْرِيبُ الْمَعْقُولِ مِنَ الْمَحْسُوسِ، وَأَحَدُ الْمَحْسُوسَيْنِ بِالآخَرِ ، وَاعْتِبَارُ أَحَدِهِمَا بِالآخَرِ." [1]

''ایک چیز کو دوسری چیز سے حکم میں تشبیہ دینا، معنوی بات کو کسی مادی چیز کے ساتھ، یا ایک حسی چیز کو دوسری مادی چیز کے قریب کرنا اور ایک کا حکم دوسرے کو دینا۔''

سابقہ عبارت سے یہ بات واضح ہو رہی ہے کہ مثالوں کی وساطت سے محسوس چیز سے تشبیہ کی بدولت معقول بات عقل وفہم کے قریب ہو جاتی ہے، اس طرح زیادہ واضح محسوس چیز سے تشبیہ کے سبب نسبتاً کم واضح محسوس چیز بھی خوب اچھی طرح سمجھ میں آ جاتی ہے۔

علاوہ ازیں امام ابن القیم رحمہ اللہ تعالیٰ نے مثالیں بیان کرنے کے فوائد ذکر کرتے ہوئے تحریر کیا ہے:

" فَفِي الْأَمْثَالِ مِنْ تَأْنِيسِ النَّفْسِ ، وَسُرْعَةِ قُبُولِهَا، وَانْقِيَادِهَا لِمَا ضُرِبَ لَهَا مَثَلُهُ مِنَ الْحَقِّ أَمْرٌ لَا يَجْحَدُهُ أَحَدٌ ، وَلَا يُنْكِرُهُ، وَكُلَّمَا ظَهَرَتْ لَهَا الْأَمْثَالُ اِزْدَادَ الْمَعْنٰى ظُهُوراً وَوُضُوحًا، فَالْأَمْثَالُ شَوَاهِدُ الْمَعْنٰى الْمُرَادِ ، وَمُزَكِّيَةٌ لَهُ فَهِيَ كَزَرْعٍ أَخْرَجَ شَطْأَهُ فَآزَرَهُ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوقِهِ ، وَهِيَ خَاصَّةُ الْعَقْلِ ، وَلُبُّهُ ، وَثَمَرَتُهُ." [2]

''مثالوں کے ذریعے نفس کو مانوس کرنا، اس کا جلد [بات کو] قبول کرنا اور مثال کے ذریعہ بیان کردہ حق کے لیے مسخر ہونا ایسی حقیقت ہے جس سے کوئی بھی انکار نہیں کر سکتا اور جس قدر اس [نفس انسانی] کے لیے مثالیں ظاہر ہوں گی۔ معانی کے وضوح اور نکھار میں اسی قدر اضافہ ہوگا۔ مقصود کی وضاحت کے لیے مثالیں شواہد ہوتی ہیں اور وہ اس کی تائید کرتی ہیں، وہ تو اس کھیتی کی مانند ہیں، جس نے اپنا پٹھا (ڈنٹھل) نکالا، پھر اسے مضبوط کیا اور وہ موٹا ہو گیا، پھر اپنے تنے پر سیدھا کھڑا ہو گیا، وہ تو

---

[1] ملاحظہ ہو: إعلام الموقعين ١٥٠/١.

[2] المرجع السابق ٢٣٩/١ ـ ٢٤٠.

عقل کا خاصہ، مغز اور ثمرہ ہیں۔''

اس بارے میں توفیق الٰہی سے پانچ شواہد ذیل میں پیش کیے جارہے ہیں:

ا۔ نبی کریم اور سابقہ انبیاء علیہم السلام کی مثال:

امام بخاری اور امام مسلم رحمہما اللہ تعالیٰ نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے بیان کیا:

" قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: " مَثَلِي وَمَثَلُ الْأَنْبِيَاءِ مِنْ قَبْلِي كَمَثَلِ رَجُلٍ بَنَى بُنْيَانًا، فَأَحْسَنَهُ وَأَجْمَلَهُ إِلَّا مَوْضِعَ لَبِنَةٍ مِنْ زَاوِيَةٍ مِنْ زَوَايَاهُ. فَجَعَلَ النَّاسُ يَطُوفُونَ بِهِ، وَيَعْجَبُونَ لَهُ، وَيَقُولُونَ: " هَلَّا وُضِعَتْ هٰذِهِ اللَّبِنَةُ ".

قَالَ: " فَأَنَا اللَّبِنَةُ، وَأَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّينَ ".[1]

''نبی ﷺ نے فرمایا: ''میری اور مجھ سے پہلے انبیاء علیہم السلام کی مثال ایسی ہے جیسے ایک شخص نے کوئی عمارت بنائی، تو اس کو خوب آراستہ پیراستہ کیا، لیکن اس کے کونوں میں سے ایک کونے میں ایک اینٹ کی جگہ [چھوٹ گئی] لوگ اس میں گھومتے رہے اور [اس کو دیکھ کر] خوش ہوتے رہے اور کہتے رہے: ''اس اینٹ کو کیوں نہیں رکھا گیا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تو میں ہی وہ اینٹ ہوں اور میں خاتم النبیین (ﷺ) ہوں۔''

علامہ طیبی رحمہ اللہ تعالیٰ نے شرح حدیث میں تحریر کیا ہے:

" هٰذَا مِنَ التَّشْبِيهِ التَّمْثِيلِيِّ، شُبِّهَ الْأَنْبِيَاءُ وَمَا بُعِثُوا بِهِ مِنَ الْهُدَى وَالْعِلْمِ، وَإِرْشَادِهِمِ النَّاسَ إِلَى مَكَارِمِ الْأَخْلَاقِ بِقَصْرٍ شُيِّدَ بُنْيَانُهُ، وَأُحْسِنَ بِنَاؤُهُ، وَلٰكِنْ تُرِكَ مِنْهُ مَا يُصْلِحُهُ، وَمَا يَسُدُّ خَلَلَهُ مِنَ اللَّبِنَةِ، فَبُعِثَ نَبِيُّنَا ﷺ لِسَدِّ ذٰلِكَ الْخَلَلِ مَعَ مُشَارَكَتِهِ إِيَّاهُمْ فِي تَأْسِيسِ الْقَوَاعِدِ وَرَفْعِ الْبُنْيَانِ.''[2]

''یہ [مثال] تشبیہ تمثیلی ہے، انبیاء علیہم السلام اور جس ہدایت، علم اور لوگوں کی اعلیٰ اخلاق کی طرف راہ نمائی کے ساتھ وہ مبعوث کیے گئے، [ان سب] کو ایسے محل سے تشبیہ دی گئی ہے، جس کی

---

[1] متفق عليه: صحيح البخاري، كتاب المناقب، باب خاتم النبيين، رقم الحديث ٣٥٣٥، ٦/٥٥٨؛ وصحيح مسلم، كتاب الفضائل، باب ذكر كونه ﷺ خاتم النبيين، رقم الحديث ٢٢ (٢٢٨٦)، ٤/١٧٩١. الفاظ حدیث صحیح مسلم کے ہیں۔

[2] شرح الطيبي ١١/٢٦٣٤.

بنیادوں کو خوب مضبوط کیا گیا ہو، اور عمارت کو آراستہ کیا گیا ہو، لیکن اس میں ایک اینٹ کو چھوڑا گیا جو اس کی اصلاح اور اس کے خلل کی تکمیل کردے۔ ہمارے نبی ﷺ کو اس عمارت کی بنیادوں کی تاسیس اور اس کو بلند کرنے میں ان کے ساتھ شریک کرنے کے علاوہ اس کمی کو پورا کرنے کی غرض سے مبعوث کیا گیا۔''

۲۔ ذکرِ الٰہی کرنے اور نہ کرنے والے کی مثال:

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے بیان کیا:

" قَالَ النَّبِيُّ ﷺ : " مَثَلُ الَّذِي يَذْكُرُ رَبَّهُ، وَالَّذِي لَا يَذْكُرُ رَبَّهُ مَثَلُ الْحَيِّ وَالْمَيِّتِ ". [1]

''نبی ﷺ نے فرمایا: ''اپنے رب کا ذکر کرنے والے اور ذکر نہ کرنے والے کی مثال زندہ اور مردہ جیسی ہے۔''

اس حدیث شریف میں نبی کریم ﷺ نے ذکر کرنے والے کو اس زندہ شخص کے ساتھ تشبیہ دی ہے، جس کا ظاہر نورِ حیات سے مزین ہو، اور باطن علم و فہم اور ادراک سے روشن ہو، اسی طرح ذاکر کا ظاہر نورِ عمل اور اطاعت سے آراستہ ہو اور باطن نورِ علم و معرفت سے منور ہوتا ہے۔[2]

آنحضرت ﷺ نے ذکر نہ کرنے والے کو مردہ شخص کے ساتھ تشبیہ دی ہے جس کا ظاہر اور باطن دونوں معطل ہو چکے ہوں۔[3]

۳۔ نیک اور برے دوست کی مثال:

امام بخاری اور امام مسلم رحمہما اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے نبی ﷺ سے روایت نقل کی ہے کہ آپ نے فرمایا:

" مَثَلُ الْجَلِيسِ الصَّالِحِ وَالسُّوءِ كَحَامِلِ الْمِسْكِ وَنَافِخِ الْكِيرِ ، فَحَامِلُ الْمِسْكِ إِمَّا أَنْ يُحْذِيَكَ ، وَإِمَّا أَنْ تَبْتَاعَ مِنْهُ ، وَإِمَّا أَنْ تَجِدَ مِنْهُ رِيحًا طَيِّبَةً ، وَنَافِخُ الْكِيرِ إِمَّا أَنْ يُحْرِقَ ثِيَابَكَ ، وَإِمَّا أَنْ تَجِدَ رِيحًا خَبِيثَةً."[4]

---

[1] صحيح البخاري، كتاب الدعوات، باب فضل ذكر الله عزوجل، رقم الحديث ٦٤٠٧، ٢٠٨/١١.

[2] ملاحظہ ہو: شرح الطيبى ١٧١١/٥. [3] ملاحظہ ہو: فتح الباري ٢١٠/١١-٢١١.

[4] متفق عليه: صحيح البخاري، كتاب الذبائح والصيد، باب المسك، رقم الحديث ٥٥٣٤، ٦٦٠/٩؛ وصحيح مسلم، كتاب البر والصلة والآداب، باب استحباب مجالسة الصالحين ومجانبة قرناء السوء، رقم الحديث ١٤٦ (٢٦٢٨)، ٢٠٢٦/٤. الفاظ حدیث صحیح البخاري کے ہیں۔

''نیک اور بُرے دوست کی مثال کستوری والے اور بھٹی دھونکنے والے کی مانند ہے۔ کستوری والا یا تو تمہیں [تحفہ کے طور پر] دے گا، یا تم اس سے خرید لو گے، یا تم اس سے اچھی خوشبو تو پا ہی لو گے۔ اور بھٹی دھونکنے والا یا تو تمہارے کپڑے جلا دے گا یا تم اس سے بدبودار دھواں حاصل کرو گے۔''

اس حدیث شریف میں آنحضرت ﷺ نے اچھے دوست کو مشک والے کے ساتھ تشبیہ دے کر نیک اور صالح لوگوں کی صحبت اور ہم نشینی اختیار کرنے کی ترغیب دی ہے۔ کیونکہ ایسے شخص سے تینوں میں سے ایک بات ضرور حاصل ہوگی: کستوری کا تحفۂ ملنا یا اس کا خریدنا، یا کم از کم اس کی خوشبو کو پانا۔ اسی طرح آنحضرت ﷺ نے برے ساتھی کی بھٹی دھونکنے والے کے ساتھ تشبیہ دے کر شریروں اور فاسقوں کی دوستی اور رفاقت سے منع فرمایا ہے۔ کیونکہ اس کے ہم نشین کو دو باتوں میں سے ایک تو ضرور پہنچے گی: یا تو وہ اس کے کپڑوں کو جلا دے گا یا کم از کم اس تک بھٹی کا بدبودار دھواں ضرور پہنچے گا۔

امام ابن حبان رحمہ اللہ تعالیٰ نے اسی مفہوم کی ایک حدیث روایت کی ہے اور اس پر درج ذیل عنوان قائم کیا ہے:

[ذِكْرُ تَمْثِيلِ الْمُصْطَفى ﷺ الْجَلِيسَ الصَّالِحَ بِالْعَطَّارِ الَّذِيْ مَنْ جَالَسَهُ عَلِقَ به رِيْحُهُ وَإِنْ لَّمْ يَنَلْ منه][1]

[مصطفیٰ ﷺ کا اچھے ساتھی کی عطار کے ساتھ مثال بیان فرمانا، کہ اس کے ہم نشین کو اس کی خوشبو پہنچ جائے گی اگرچہ وہ (خود) اس کو حاصل نہ بھی کر پائے۔]

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ نے شرح حدیث میں تحریر کیا ہے کہ اس حدیث سے مثال کا بیان کرنا ثابت ہوتا ہے۔[2]

۴۔ منافق کے تردد کی مثال:

امام مسلم رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے، اور انہوں نے نبی کریم ﷺ سے روایت نقل کی ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''مَثَلُ الْمُنَافِقِ كَمَثَلِ الشَّاةِ الْعَائِرَةِ بَيْنَ الْغَنَمَيْنِ: تَعِيرُ إِلى هٰذِهٖ مَرَّةً، وَإِلى هٰذِهٖ مَرَّةً۔''[3]

---

[1] الإحسان في تقريب صحيح ابن حبان، كتاب البر والاحسان، باب الصحبة والمجالسة، ۲/۳۴۱۔

[2] ملاحظہ ہو: فتح الباري ۴/۳۲۴۔

[3] صحیح مسلم، كتاب صفات المنافقين وأحكامهم، رقم الحديث ۱۷ (۲۷۸۴)، ۴/۲۱۴۶۔

''منافق کی مثال بکریوں کے دو ریوڑوں کے درمیان بھٹکنے والی ایک بکری کی مانند ہے جو کبھی اس [گلے] کی طرف جاتی ہے اور کبھی اس کی طرف۔''

ایک دوسری روایت میں ہے:

"تَكِرُّ فِيْ هٰذِهٖ مَرَّةً، وَفِيْ هٰذِهٖ مَرَّةً."[1]

''وہ [بکری] ایک دفعہ اس [ریوڑ] کی طرف متوجہ ہوتی ہے اور دوسری مرتبہ اس کی طرف۔''

شرح حدیث میں علامہ طیبی رحمہ اللہ تعالیٰ نے تحریر کیا ہے:

" ضَرَبَ النَّبِيُّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ لِلْمُنَافِقِ مَثَلَ السَّوْءِ، فَشَبَّهَ تَرَدُّدَهٗ بَيْنَ الطَّائِفَتَيْنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُشْرِكِيْنَ تَبَعًا لِهَوَاهُ، وَقَصْدًا لِغَرَضِهِ الْفَاسِدِ، وَمَيْلًا إِلٰى مَا يَبْتَغِيْهِ مِنْ شَهَوَاتِهٖ بِتَرَدُّدِ الشَّاةِ الْعَائِرَةِ، وَهِيَ تَطْلُبُ الْفَحْلَ، فَتَتَرَدَّدُ بَيْنَ الثَّلَّتَيْنِ، فَلَا تَسْتَقِرُّ عَلٰى حَالٍ، وَلَا تَثْبُتُ مَعَ إِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ، وَبِذٰلِكَ وَصَفَهُمُ اللّٰهُ فِيْ كِتَابِهٖ، فَقَالَ عَزَّوَجَلَّ مِنْ قَائِلٍ: ﴿**مُذَبْذَبِيْنَ بَيْنَ ذٰلِكَ لَآ إِلٰى هٰٓؤُلَآءِ وَلَآ إِلٰى هٰٓؤُلَآءِ**﴾[2].

أَقُوْلُ: وَخَصَّ الشَّاةَ الْعَائِرَةَ بِالذِّكْرِ إِدْمَاجًا، بِمَعْنٰى سَلْبِ الرُّجُوْلِيَّةِ عَنِ الْمُنَافِقِيْنَ مِنْ طَلَبِ الْفَحْلِ لِلضِّرَابِ."[3]

''نبی علیہ الصلاۃ والسلام نے منافق کی بری مثال کو بیان فرماتے ہوئے اس کی نفس پرستی، گندے مقصد کے حصول اور اپنی شہوتوں کو پورا کرنے کی غرض سے مومنوں اور مشرکوں کے دو گروہوں کے درمیان بھٹکنے کو اس آوارہ بکری سے تشبیہ دی ہے جو سانڈ بکرے کی تلاش میں دو ریوڑوں کے درمیان حیران و سرگرداں پھرتی ہے، بے چینی اور بے قراری میں مبتلا دونوں میں سے کسی ایک گلے کے ساتھ نہیں ٹکتی۔ اللہ عزوجل نے اپنی کتاب میں بھی ان کی اس کیفیت کو یوں بیان فرمایا ہے [جس کا ترجمہ ہے: وہ درمیان ہی میں معلق ڈگمگا رہے ہیں۔ نہ پورے ان کی طرف، نہ صحیح طور پر ان کی طرف]

میں کہتا ہوں:[4] ''آنحضرت ﷺ نے جفتی کی خاطر سانڈ بکرے کی تلاش میں سرگرداں آوارہ

---

[1] صحيح مسلم ٤/٢١٤٦.

[2] سورة النسآء / جزء من الآية ١٤٣.

[3] شرح الطيبي ٢/٥١٠؛ نیز ملاحظہ ہو: مرقاة المفاتيح ١/٢٣٠.

[4] یعنی علامہ طیبی۔

بکری کا خاص طور پر ذکر فرما کر منافقوں کی وصفِ مردانگی سے محرومی کے معنی کو بیان فرمایا ہے۔"

۵۔ مومن اور منافق کی ابتلاء کے اعتبار سے مثال:

حضرات ائمہ بخاری، مسلم اور ابن حبان رحمہم اللہ تعالیٰ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے بیان کیا:

"قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ : "مَثَلُ الْمُؤْمِنِ كَمَثَلِ الزَّرْعِ ، لَا تَزَالُ الرِّيحُ تُمِيلُهُ ، وَلَا يَزَالُ الْمُؤْمِنُ يُصِيبُهُ الْبَلَاءُ. وَمَثَلُ الْمُنَافِقِ كَمَثَلِ شَجَرَةِ الْأَرْزِ ، لَا تَهْتَزُّ حَتّٰى تُسْتَحْصَدَ."[1]

"مومن کی مثال کھیتی کی طرح ہے کہ ہوا اس کو (دائیں بائیں) جھکاتی رہتی ہے اور مومن آزمائشوں میں مبتلا رہتا ہے اور منافق کی مثال صنوبر کے درخت کی مانند ہے کہ وہ (ہوا چلنے سے) ہلتا بھی نہیں، یہاں تک کہ اسے اکھاڑ کر پھینک دیا جاتا ہے۔"

اس حدیث شریف میں آنحضرت ﷺ نے مومن کو اس کھیتی سے تشبیہ دی ہے، جس کو آندھیاں دائیں بائیں اور اوپر نیچے کرتی رہتی ہیں۔ اسی طرح ایمان دار آزمائشوں، مصائب اور حوادثات میں مبتلا رہتا ہے۔ علاوہ ازیں آپ ﷺ نے منافق کو صنوبر کے درخت سے تشبیہ دی ہے کہ وہ طوفانوں سے بے نیاز اکڑ کر کھڑا رہتا ہے یہاں تک کہ جڑ سے اُکھاڑ کر پھینکا جاتا ہے۔[2]

امام ابن حبان رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس حدیث شریف پر درج ذیل عنوان تحریر کیا ہے:

[ذِكْرُ تَمْثِيلِ الْمُصْطَفٰى ﷺ الْمُؤْمِنَ بِالزَّرْعِ فِي كَثْرَةِ مِيلَانِهِ][3]

[بہت زیادہ جھکاؤ میں مصطفیٰ ﷺ کا مومن کے لیے کھیتی کی مثال ذکر فرمانا]

خلاصۂ گفتگو یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ دورانِ تعلیم مختلف مثالیں بیان فرماتے تا کہ سامعین کے لیے بیان کردہ بات کو اچھی طرح سمجھنا آسان ہو جائے۔[4]

---

[1] صحيح البخاري ، كتاب المرضى ، باب ماجاء في كفارة المريض ، رقم الحديث ٥٦٤٤ ، ١٠٣/١٠ ؛ وصحيح مسلم ، كتاب صفات المنافقين وأحكامهم ، رقم الحديث ٥٨ (٢٨٠٩) ٢١٦٣/٤ ؛ والإحسان في تقريب صحيح ابن حبان ، كتاب الجنائز ، باب ماجاء في الصبر وثواب الأمراض ، رقم الحديث ٢٩١٥ ، ١٧٧/٧ - ١٧٨ . الفاظ حدیث صحیح مسلم کے ہیں۔

[2] ملاحظہ ہو: شرح النووي ١٥٣/١٧ . [3] الإحسان في تقريب صحيح ابن حبان ١٧٧/٧ .

[4] مزید تفصیل کے لیے راقم السطور کی کتاب "ركائز الدعوة إلى الله تعالىٰ" ص ١٩٥ - ٢٠٠ ملاحظہ فرمایئے۔

(18)

تعلیم بالعمل

عمل کے ساتھ تعلیم کی دو صورتیں ہیں:

پہلی یہ کہ جس بات کا معلم شاگردوں کو حکم دے وہ خود بھی کرے اور جس بات سے روکے اس سے خود بھی دور رہے۔ اسی کو قدوہ، عملی نمونہ، مثال اور سلوک کے الفاظ سے تعبیر کیا جاتا ہے اور اسی کے بارے میں کہا جاتا ہے "اَلْفِعْلُ أَبْلَغُ مِنَ الْقَوْلِ" "عمل کا دلوں پر اثر الفاظ سے زیادہ ہوتا ہے۔" اور اسی بارے میں کہا جاتا ہے [Action Speaks Louder] "عمل کی آواز زیادہ بلند ہوتی ہے۔"

دوسری صورت یہ ہے کہ معلم اپنی بیان کردہ بات یا مسئلہ کو طلبہ کے روبرو عملی طور پر کر کے دکھائے اور اسی کے بارے میں کہا جاتا ہے [إِنَّ الْبَيَانَ بِالْفِعْلِ أَبْلَغُ فِي الْإِيضَاحِ] "عمل کے ساتھ بیان [بات کو] زیادہ واضح کرتا ہے۔" اور اس کا اثر سامع کے ذہن پر محض الفاظ کے ذریعے سمجھائی گئی بات سے زیادہ گہرا ہوتا ہے۔

امام ابن ابی جمرہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے تحریر کیا ہے:

"إِنَّ التَّعْلِيمَ بِالْفِعْلِ وَالْمِثَالِ أَبْلَغُ مِنَ الْقَوْلِ وَحْدَه."[1]

"عمل اور مثال کے ذریعہ تعلیم لفظی تعلیم سے زیادہ مؤثر ہوتی ہے۔"

سیرت طیبہ میں دونوں صورتوں سے تعلیم کے متعدد شواہد موجود ہیں۔ توفیقِ الٰہی سے ذیل میں اس بارے میں قدرے تفصیل سے گفتگو کی جارہی ہے:

ا: عملی نمونہ کے ذریعہ تعلیم:

ہمارے نبی مکرم ﷺ اپنی تعلیمات کا عملی نمونہ تھے۔ حضرات صحابہ کو جس جس بھلائی کا حکم دیتے، نہ صرف یہ کہ خود اس پر عمل کرتے، بلکہ اس کے کرنے میں پیش پیش ہوتے۔ جن برائیوں سے منع کرتے ان سے خود سب سے زیادہ دور رہتے۔ سیرت مطہرہ میں اس بارے بہت کثرت سے مثالیں موجود ہیں، جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

---

[1] بهجة النفوس ١/١٨٧.

۱ کثرت سے ذکرِ الٰہی

۲ پانچوں نمازوں کی حفاظت

۳ کثرت کے ساتھ سخاوت

۴ گھر والوں سے عمدہ معاملہ

۵ دشمنوں سے بھی ایفائے عہد کا شدید اہتمام

۶ ایثار

۷ ظالموں سے عفو اور درگزر

۸ تواضع

۹ زہد

۱۰ دعوت الی اللہ تعالیٰ کا اہتمام

۱۱ تعمیر مسجد میں مشارکت

۱۲ خندق کھودنے میں شرکت

۱۳ حکم افطار کے ساتھ خود روزہ چھوڑنا

۱۴ سونے کی انگوٹھی کا اُتارنا اور صحابہ کو اس کے پہننے سے روکنا

۱۵ ضیافت محتاج کے لیے لوگوں سے پہلے اہل خانہ سے کہنا

۱۶ جاہلیت کے خون اور سود ختم کرنے کی ابتدا اقارب سے کرنا

۱۷ قیدیوں کو چھوڑنے کی ترغیب کا عملی آغاز اپنے خاندان سے کرنا[1]

۱۸ دورانِ نماز نواسی کو کندھے پر اُٹھائے رکھنا:

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابو قتادہ انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ:

"أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يُصَلِّي، وَهُوَ حَامِلٌ أُمَامَةَ بِنْتَ زَيْنَبَ رضي الله عنهما بِنْتِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ وَلِأَبِي الْعَاصِ بْنِ رَبِيعَةَ ابْنِ عَبْدِ شَمْسٍ، فَإِذَا سَجَدَ وَضَعَهَا، وَإِذَا قَامَ حَمَلَهَا."[2]

[1] ان سترہ واقعات کے متعلق احادیث کی تخریج، اور ان پر تعلیق راقم السطور کی کتاب [السلوك وأثره في الدعوة الى الله تعالىٰ] ص ۶۵ تا ص ۱۰۶ میں ملاحظہ فرمائیے۔

[2] صحيح البخاري، كتاب الصلاة، باب إذا حمل جارية صغيرة على عنقه في الصلاة، رقم الحديث ۵۱۶، ۱/ ۵۹۰.

''رسول اللہ ﷺ نماز ادا کر رہے تھے اور آپ نے زینب بنت رسول اللہ ﷺ اور ابوالعاص بن ربیعہ بن عبد شمس کی بیٹی امامہ رضی اللہ عنہم کو اُٹھا رکھا تھا۔ پس جب آپ ﷺ سجدے میں جاتے تو اس کو رکھ دیتے اور جب قیام فرماتے تو اُٹھا لیتے۔''

عرب کے لوگ لڑکیوں کو ناپسند کرتے اور انہیں حقارت کی نظر سے دیکھتے تھے۔ نبی کریم ﷺ نے نواسی کو دورانِ نماز کندھے پر اُٹھا کر عملی طور پر بیٹیوں کی قدر و منزلت کو لوگوں کے سامنے واضح فرمایا۔ اسی سلسلے میں علامہ الفاکہانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے تحریر کیا ہے:

" وَكَأَنَّ السِّرَّ فِي حَمْلِهِ أُمَامَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا فِي الصَّلَاةِ دَفْعًا لِمَا كَانَتِ الْعَرَبُ تَأْلَفه مِنْ كَرَاهَةِ الْبَنَاتِ وَحَمْلِهِنَّ، فَخَالَفَهُمْ فِي ذٰلِكَ حَتَّى فِي الصَّلَاةِ لِلْمُبَالَغَةِ فِي رَدْعِهِمْ، وَالْبَيَانُ بِالْفِعْلِ قَدْ يَكُونُ أَقْوَى مِنَ الْقَوْلِ."[1]

''دورانِ نماز امامہ رضی اللہ عنہا کے اُٹھانے میں شاید حکمت یہ تھی کہ اس کے ذریعہ آنحضرت ﷺ نے عربوں کی بیٹیوں سے نفرت اور انہیں اُٹھانے کو ناپسند کرنے کا رد فرمایا۔ آپ ﷺ نے ان پر شدید نقد کی غرض سے دورانِ نماز نواسی کو اُٹھا کر ان کے طرزِ عمل کی مخالفت کی اور بسا اوقات عمل کے ساتھ بیان الفاظ سے زیادہ قوی ہوتا ہے۔''

ب۔ عملی بیان کے ذریعہ تعلیم:

سیرتِ طیبہ میں عملی بیان کے ذریعہ تعلیم کے متعدد شواہد ہیں۔ توفیق الٰہی سے چند ایک ذیل میں پیش کیے جا رہے ہیں:

۱۔ کیفیت وضو کی عملی تعلیم
۲۔ اوقات نماز کی عملی تعلیم
۳۔ منبر پر لوگوں کو نماز کی عملی تعلیم
۴۔ دورانِ نماز کپڑے میں تھوکنے کا عملی بیان[2]

۵۔ کیفیت تیمّم کی عملی تعلیم:

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے عبدالرحمٰن بن ابزیٰ سے اور انہوں نے اپنے باپ سے روایت نقل کی ہے

---

[1] منقول از: فتح الباري ۱/۵۹۲.
[2] ان چاروں مثالوں کی تفصیل، تخریج اور ان کی تشریح راقم السطور کی کتاب [السلوک وأثره في الدعوة إلى الله تعالى] ص ۵۴ تا ۵۷ میں ملاحظہ فرمائیے۔

کہ انہوں نے بیان کیا:

" جَاءَ رَجُلٌ إِلَى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رضي الله عنه، فَقَالَ: " إِنِّي أَجْنَبْتُ فَلَمْ أُصِبِ الْمَاءَ ".

فَقَالَ عَمَّارُ بْنُ يَاسِرٍ لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رضي الله عنهم: " أَمَا تَذْكُرُ أَنَّا كُنَّا فِي سَفَرٍ، أَنَا وَأَنْتَ؟، فَأَمَّا أَنْتَ فَلَمْ تُصَلِّ، وَأَمَّا أَنَا فَتَمَعَّكْتُ فَصَلَّيْتُ، فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لِلنَّبِيِّ ﷺ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: " إِنَّمَا كَانَ يَكْفِيكَ هٰكَذَا ".

وَضَرَبَ النَّبِيُّ ﷺ بِكَفَّيْهِ الْأَرْضَ، وَنَفَخَ فِيهِمَا، ثُمَّ مَسَحَ بِهِمَا وَجْهَهُ وَكَفَّيْهِ. "[1]

"ایک شخص عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور اس نے عرض کیا: "میں حالتِ جنابت میں ہوں اور مجھے پانی میسر نہیں ہے [یعنی اب میں کیا کروں؟]

اس پر عمار بن یاسر نے عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہم سے کہا: "کیا آپ کو یاد نہیں کہ جب میں اور آپ سفر میں تھے اور ہم دونوں جنبی ہو گئے، تو آپ نے تو نماز نہ پڑھی، لیکن میں نے زمین پر لوٹ پوٹ لیا اور نماز پڑھ لی۔ پھر میں نے اس کا ذکر نبی ﷺ سے کیا، تو آپ ﷺ نے فرمایا: "تمہارے لیے تو یہ کافی تھا" اور آپ ﷺ نے اپنی دونوں ہتھیلیاں زمین پر ماریں، ان میں پھونکا، پھر ان دونوں کے ساتھ اپنے چہرے اور ہتھیلیوں کا مسح کیا۔"

اس حدیث شریف سے واضح ہے کہ آنحضرت ﷺ نے تیمّم کا طریقہ عملی طور پر سکھایا۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ راوی کے قول [وَنَفَخَ فِيهِمَا...... اور ان میں پھونکا] کی شرح میں تحریر کرتے ہیں: "اور ایک روایت میں ہے: [ثُمَّ أَدْنَاهُمَا مِنْ فِيهِ پھر آنحضرت ﷺ نے ان دونوں کو اپنے منہ کے قریب کیا"] اور یہ پھونک مارنے سے کنایہ ہے اور اس میں یہ اشارہ بھی ہے کہ پھونک خفیف تھی اور ایک روایت میں ہے: "تَفَلَ فِيهِمَا...... ان دونوں میں تھوکا۔"[2]

ان سب روایات کا سیاق اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے [تیمّم کا طریقہ] عملی طور پر سکھایا۔

---

[1] صحيح البخاري، كتاب التيمم، باب المتيمّم هل ينفخ فيهما؟، رقم الحديث ٣٣٨، ٤٤٣/١.

[2] ملاحظہ ہو: فتح الباري ٤٤٤/١.

۶: صحابہ کو کنکریاں دکھانا:

امام نسائی رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے بیان کیا:

" قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ غَدَاةَ الْعَقَبَةِ ، وَهُوَ وَاقِفٌ عَلٰى رَاحِلَتِهٖ : " هَاتِ الْقُطْ لِيْ ".

فَلَقَطْتُ لَهٗ حَصَيَاتٍ ، هُنَّ حَصَى الْخَذْفِ ، فَوَضَعَهُنَّ فِيْ يَدِهٖ ، وَجَعَلَ يَقُوْلُ بِهِنَّ فِيْ يَدِهٖ — وَوَصَفَ يَحْيٰى تَحْرِيْكَهُنَّ فِيْ يَدِهٖ — " بِأَمْثَالِ هٰؤُلَاءِ ". [۱]

''رسول اللہ ﷺ نے عقبہ کی صبح [۲] کو فرمایا، جب کہ آپ سواری پر تھے: ''میرے لیے [کنکریاں] اٹھالاؤ۔''

میں آپ ﷺ کے لیے کنکریاں اُٹھالایا، [اور] وہ گٹھلی کے برابر تھیں۔ [پھر] آپ نے انہیں اپنے ہاتھ میں رکھا اور ہاتھ میں انہیں حرکت دیتے ہوئے فرمایا: ''ان جیسی''

[یحییٰ [۳] نے آپ ﷺ کے انہیں اپنے ہاتھ میں حرکت دینے کی کیفیت کو بھی بیان کیا۔]

اس حدیث شریف سے واضح ہے کہ آنحضرت ﷺ نے رمی جمرات کے لیے استعمال کی جانے والی کنکریوں کا حجم بیان کرتے ہوئے حضرات صحابہ کو اپنے دستِ مبارک میں موجود کنکریاں دکھائیں۔

حاصل کلام یہ ہے کہ ہمارے نبی کریم ﷺ نے لوگوں کو اپنے اسوۂ حسنہ اور عملی بیان، دونوں طریقوں سے تعلیم دی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی آنحضرت ﷺ کی سنت کے مطابق تعلیم دینے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یاذاالجلال والاکرام۔

---

[۱] سنن النسائي ، كتاب مناسك الحج ، قدر حصى الرمي ، ۵/۲۶۹. شیخ البانی نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: صحيح سنن النسائي ۲/۶۴۰).

[۲] (عقبہ کی صبح) سے مراد دس ذوالحجہ کی صبح ہے کہ اس دن حاجی حضرات جمرہ کبری کو کنکریاں مارتے ہیں۔

[۳] (یحییٰ) حدیث کے ایک راوی۔

(19)

اسلوب تقابل

تفہیم درس میں مدد و معاون باتوں میں سے ایک یہ ہے کہ اضداد کے درمیان تقابل پیش کیا جائے۔ مشہور ضرب المثل ہے: [وَبِضِدِّهَا تَتَبَيَّنُ الْأَشْيَاءُ] ''چیزوں کا نکھار اپنی اضداد کے ساتھ ہوتا ہے۔''

ہمارے نبی محترم ﷺ اس اسلوب کو کثرت سے استعمال فرماتے۔ توفیقِ الٰہی سے ذیل میں اس بارے میں تین مثالیں پیش کی جارہی ہیں:

ا۔ دنیا و آخرت کے درمیان تقابل:

امام مسلم رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت قیس سے روایت کی ہے کہ انہوں نے بیان کیا: ''میں نے مستورد رضی اللہ عنہ کو، جو کہ قبیلہ بنوفہر کے ہیں، بیان کرتے ہوئے سنا:

" قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: " وَاللّٰهِ! مَا الدُّنْيَا فِي الآخِرَةِ إِلَّا مِثْلُ مَا يَجْعَلُ أَحَدُكُمْ إِصْبَعَهُ هٰذِهِ۔ وَأَشَارَ يَحْيٰى بِالسَّبَّابَةِ۔ فِي الْيَمِّ، فَلْيَنْظُرْ بِمَ تَرْجِعُ؟ ".[1]

''رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کی قسم! دنیا آخرت کے مقابلے میں ایسے ہی ہے، جس طرح کہ تم میں سے ایک اپنی انگلی سمندر میں رکھے..... یحییٰ[2] نے شہادت والی اُنگلی سے اشارہ کیا..... پھر دیکھے کہ وہ [اپنے ہمراہ] کیا لے کر پلٹتی ہے؟''

حدیث شریف کے معنی یہ ہیں کہ دنیا کو اپنی کوتاہ مدت اور فانی لذتوں کے ساتھ ہمیشہ باقی رہنے والی آخرت اور اس کی غیر فانی لذتوں اور نعمتوں کے ساتھ وہی نسبت اور تعلق ہے، جو کہ انگلی کے ساتھ چمٹے ہوئے قلیل پانی کو سمندر کے ساتھ ہے۔[3]

اس حدیث شریف میں آنحضرت ﷺ نے دنیا کی مختصر مدت اور فانی لذتوں کا تقابل آخرت کے دوام اور اس کی نعمتوں اور لذتوں کے بقا سے فرمایا اور بلاشبہ عقل و بصیرت والے خوش نصیب لوگوں کے لیے انتہائی قوی اور مؤثر بیان ہے۔

---

[1] صحيح مسلم، كتاب الجنة وصفة نعيمها وأهلها، باب فناء الدنيا، و بيان الحشر يوم القيامة، رقم الحديث ٥٥ (٢٨٥٨)، ٤/٢١٩٣.

[2] (یحییٰ): حدیث کے ایک راوی۔

[3] ملاحظہ ہو: شرح النووي ١٧/١٩٢-١٩٣.

حدیث شریف میں دیگر فوائد:

۱۔ آنحضرت ﷺ نے اپنی بات کو مثال سے واضح فرمایا۔ دنیا کو اُنگلی سے چمٹنے والے قلیل پانی سے اور آخرت کو سمندر سے تشبیہ دی۔ امام طیبی رحمہ اللہ تعالیٰ نے تحریر کیا ہے:

" هٰذَا تَمْثِيلٌ عَلٰى سَبِيلِ التَّقْرِيبِ ، وَإِلَّا فَأَيْنَ الْمُنَاسَبَةُ بَيْنَ الْمُتَنَاهِي وَغَيْرِ الْمُتَنَاهِي. "[1]

"یہ مثال بات کو ذہنوں کے قریب کرنے کی خاطر ہے، وگرنہ محدود کو لامحدود سے کیا نسبت ہو سکتی ہے؟"

۲۔ آنحضرت ﷺ نے [اسلوب اشارہ] استعمال فرماتے ہوئے اپنی اُنگلی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: "اپنی یہ اُنگلی۔"[2]

۲۔ آخرت اور دنیا کے طلب گاروں میں موازنہ:

امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے بیان کیا:

" قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ : " مَنْ كَانَتِ الْآخِرَةُ هَمَّهُ جَعَلَ اللّٰهُ غِنَاهُ فِي قَلْبِهِ ، وَجَمَعَ لَهُ شَمْلَهُ ، وَأَتَتْهُ الدُّنْيَا وَهِيَ رَاغِمَةٌ. وَمَنْ كَانَتِ الدُّنْيَا هَمَّهُ جَعَلَ اللّٰهُ الْفَقْرَ بَيْنَ عَيْنَيْهِ ، وَفَرَّقَ عَلَيْهِ شَمْلَهُ ، وَلَمْ يَأْتِهِ مِنَ الدُّنْيَا إِلَّا مَا قُدِّرَ لَهُ. "[3]

"جس شخص کا قصد آخرت ہو، اللہ تعالیٰ اس کے دل میں تونگری ڈال دیتے ہیں، اس کے معاملات کو سدھار دیتے ہیں اور دنیا ذلیل ہو کر اس کے پاس آتی ہے اور جس کا مقصود دنیا ہو، اللہ تعالیٰ اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان فقر رکھ دیتے ہیں، اس کے معاملات کو بگاڑ دیتے ہیں اور دنیا میں اس کو وہی میسر آتا ہے، جو اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے لکھا تھا۔"

اس حدیث شریف میں آنحضرت ﷺ نے آخرت اور دنیا کے چاہنے والوں کے درمیان تقابل کرتے ہوئے طالبِ آخرت کو دنیا ہی میں ملنے والے انعامات اور طالبِ دنیا کو دنیا ہی میں ملنے والی سزا سے امت کو آگاہ فرمایا۔

۳۔ دنیا میں انتہائی نعمتوں والے جہنمی اور انتہائی مشقتوں والے جنتی کا تقابل:

امام مسلم رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے بیان کیا:

---

[1] شرح الطيبي ۱۰/ ۳۲۷۲. اس بارے میں تفصیل کتاب ھذا کے صفحات ۱۴۴۔۱۴۹ پر ملاحظہ فرمایئے۔

[2] اس بارے میں تفصیل کتاب ھذا کے صفحات ۱۳۵۔۱۳۸ پر دیکھیے۔

[3] جامع الترمذي ، أبواب صفة القيامة ، باب ، رقم الحديث ۲٤٦٥ ، ۷/ ۱۳۹ ـ ۱٤۰. شیخ البانی نے اس حدیث کو [صحیح] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: صحيح سنن الترمذي ۲/ ۳۰۰).

" قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ : "يُؤْتٰى بِأَنْعَمِ أَهْلِ الدُّنْيَا مِنْ أَهْلِ النَّارِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ، فَيُصْبَغُ فِي النَّارِ صَبْغَةً ، ثُمَّ يُقَالُ " يَا ابْنَ آدَمَ! هَلْ رَأَيْتَ خَيراً قَطُّ؟ هَلْ مَرَّبِكَ نَعِيمٌ قَطُّ؟".

فَيَقُولُ : " لَا ، وَاللّٰهِ! يَا رَبِّ!".

وَيُؤْتٰى بِأَشَدِّ النَّاسِ بُؤساً فِي الدُّنْيَا مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ ، فَيُصْبَغُ صَبْغَةً فِي الْجَنَّةِ ، فَيُقَالُ لَهُ : " يَا ابْنَ آدَمَ! هَلْ رَأَيْتَ بُؤْساً قَطُّ؟ هَلْ مَرَّ بِكَ شِدَّةٌ قَطُّ؟". فَيَقُولُ : " لَا ؛ وَاللّٰهِ! يَا رَبِّ! مَا مَرَّ بِي بُؤْسٌ قَطُّ ، وَلَا رَأَيْتُ شِدَّةً قَطُّ ".[1]

''رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''قیامت کے دن اہل دنیا میں سب سے زیادہ ناز ونعمت میں زندگی بسر کرنے والے جہنمی کو لایا جائے گا اور جہنم میں ایک بار ڈالا جائے گا پھر کہا جائے گا: ''اے ابن آدم! کیا تو نے کبھی کوئی خیر دیکھی؟ کیا کبھی تیرے پاس سے کسی نعمت کا گزر ہوا؟''

وہ جواب دے گا: ''نہیں، اللہ تعالیٰ کی قسم! اے میرے رب!''

[پھر] اہل دنیا میں سب سے زیادہ مشقت [میں زندگی بسر کرنے] والے جنتی کو لایا جائے گا اور ایک مرتبہ جنت میں داخل کیا جائے گا، پھر کہا جائے گا: ''اے ابن آدم! کیا تو نے کبھی کوئی مشقت دیکھی؟ کیا کبھی تیرے پاس سے کسی سختی کا گزر ہوا؟''

وہ جواب میں عرض کرے گا: ''نہیں، اللہ تعالیٰ کی قسم! میرے پاس سے کبھی کوئی مشقت نہیں گزری اور نہ کبھی میں نے کوئی سختی دیکھی۔''

اس حدیث شریف میں آنحضرت ﷺ نے سب سے زیادہ نعمتوں میں زندگی بسر کرنے والے جہنمی کی سزا کا سب سے زیادہ مشقت میں زندگی بسر کرنے والے جنتی کی جزا سے موازنہ فرمایا۔ اس مبارک اسلوب کے ذریعہ توفیق الٰہی سے خوش نصیب دلوں میں جہنم سے دور ہونے کا جذبہ اور عزم قوی تر ہوتا ہے اور جنت میں جانے کی تڑپ اور شوق میں اضافہ ہوتا ہے۔ اے رب کریم! ہمیں بھی ایسے بخت والے دل نصیب فرما۔ آمين يا حيُّ يا قيُّوم.

---

[1] صحيح مسلم، كتاب صفات المنافقين وأحكامهم ، باب صبغ أنعم أهل الدنيا في النار، وصبغ أشدهم بؤسا في الجنة ، رقم الحديث ٥٥(٢٨٠٧) ، ٢١٦٢/٤.

(20)

پہلے اجمال پھر تفصیل

طلبہ کی توجہ مبذول کروانے، ان کے شوق کو انگیخت کرنے اور معلومات کو اچھی طرح ذہن نشین کروانے کے اسالیب میں سے ایک یہ ہے کہ معلم پہلے اجمالی طور پر گفتگو کا خاکہ پیش کرے، پھر اس اجمال کی تفصیل بیان کرے۔ اس اسلوب کی حکمتیان کرتے ہوئے امام ابن ابی جمرہ رحمہ اللہ تعالیٰ رقمطراز ہیں:

" وَالْحِكْمَةُ فِي ذَلِكَ أَنَّهُ عِنْدَ الْإِخْبَارِ بِالْإِجْمَالِ يَحْصُلُ لِلنَّفْسِ الْمَعْرِفَةُ بِغَايَةِ الْمَذْكُورِ، ثُمَّ تَبْقَى مُتَشَوِّقَةً إِلَى مَعْرِفَةِ مَعْنَاهُ، فَيَكُونُ ذَلِكَ أَوْقَعَ فِي النَّفْسِ وَأَعْظَمَ فِي الْفَائِدَةِ." [1]

''اس میں حکمت یہ ہے کہ اجمالی طور پر خبر دینے کی صورت میں نفس کو موضوع سخن سے آگاہی ہو جاتی ہے، پھر وہ اس کی تفصیل جاننے کا مشتاق رہتا ہے اور [اس کے سننے پر] اس کا اثر گہرا اور فائدہ عظیم ہوتا ہے۔''

ہمارے نبی کریم ﷺ اس اسلوب کو کثرت سے استعمال فرماتے تھے۔ اس بارے میں ذیل میں توفیق الٰہی سے چند مثالیں پیش کی جارہی ہیں:

۱۔ مسترد نہ ہونے والی دو دعائیں:

امام ابوداود رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے بیان کیا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

" ثِنْتَانِ لَا تُرَدَّانِ أَوْ قَلَّمَا تُرَدَّانِ: اَلدُّعَاءُ عِنْدَ النِّدَاءِ، وَعِنْدَ الْبَأْسِ حِينَ يُلْحِمُ بَعْضُهُ [بَعْضُهُمْ] بَعْضًا." [2]

''دو دعائیں مسترد نہیں ہوتیں یا شاید کم ہی مسترد ہوتی ہیں: اذان کے وقت کی دعا اور جنگ کے وقت جب کہ وہ باہم گتھم گتھا ہو کر ایک دوسرے کو قتل کر رہے ہوں۔''

---

[1] بهجة النفوس ۹۷/۱.

[2] سنن أبي داود، كتاب الجهاد، باب الدعاء عند اللقاء، رقم الحديث ۲۵۳۷، ۱۰۳/۷. شیخ البانی نے اس کو [صحیح] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: صحيح سنن أبي داود ۴۸۳/۲).

اس حدیث شریف میں آنحضرت ﷺ نے پہلے اجمالی طور پر اس بات کی خبر دی کہ دو اوقات میں دعا نا منظور نہیں ہوتی یا کم ہی مسترد ہوتی ہیں، پھر ان دونوں اوقات کی تفصیل بتلائی۔ اس اجمالی آگاہی کے بعد تفصیل جاننے کے لیے اہل ایمان کی تڑپ اور شوق محتاج بیان نہیں۔

۲۔ حلاوتِ ایمان پانے کے لیے تین خصلتیں:

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے نبی ﷺ سے روایت نقل کی ہے کہ آپ نے فرمایا:

"ثَلَاثٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ وَجَدَ بِهِنَّ حَلَاوَةَ الْإِيمَانِ: أَنْ يَّكُونَ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا، وَأَنْ يُحِبَّ الْمَرْءَ لَا يُحِبُّهُ إِلَّا لِلّٰهِ، وَأَنْ يَكْرَهَ أَنْ يَعُودَ فِي الْكُفْرِ كَمَا يَكْرَهُ أَنْ يُقْذَفَ فِي النَّارِ."[1]

"تین [خصلتیں] ایسی ہیں کہ جس میں وہ موجود ہوں، اس نے ان کے ساتھ ایمان کی مٹھاس کو پا لیا، اللہ تعالیٰ اور اُن کے رسول ﷺ اس کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب ہوں، وہ کسی بھی شخص سے محبت صرف اللہ تعالیٰ کے لیے کرے اور وہ کفر میں واپس لوٹنے کو اسی طرح ناپسند کرے جس طرح آگ میں ڈالے جانے کو ناپسند کرتا ہے۔"

آنحضرت ﷺ نے اس حدیث شریف میں حضرات صحابہ کو اجمالاً بتایا کہ تین خصلتیں حلاوتِ ایمان کے حصول کا سبب ہیں۔ یہ سننے کے بعد ان کی تفصیل جاننے کی خاطر اہل ایمان کے شوق کے متعلق کچھ کہنے کی ضرورت نہیں۔

حدیث شریف میں فائدہ دیگر:

آپ ﷺ نے مومن کی ایمان میں رغبت کو شیرینی سے تشبیہ دی ہے اور یہ تشبیہ بلا شک وشبہ بیان کردہ بات کے اچھی طرح سمجھنے میں ممد و معاون ہے۔[2]

۳۔ پورا منافق بنانے والی چار خصلتیں:

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے کہ:

---

[1] صحيح البخاري، كتاب الإيمان، باب حلاوة الإيمان، رقم الحديث ١٦، ١/ ٦٠.

[2] اس بارے میں تفصیل کے لیے کتاب ھذا کے صفحات ۱۴۴۔۱۴۹ پر دیکھئے۔

" أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: " أَرْبَعٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ كَانَ مُنَافِقًا خَالِصاً ، وَمَنْ كَانَتْ فِيهِ خَصْلَةٌ مِنْهُنَّ كَانَتْ فِيهِ خَصْلَةٌ مِنَ النِّفَاقِ حَتَّى يَدَعَهَا: إِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ ، وَإِذَا حَدَّثَ كَذَبَ ، وَإِذَا عَاهَدَ غَدَرَ ، وَإِذَا خَاصَمَ فَجَرَ."[1]

''یقیناً نبی ﷺ نے فرمایا: چار[خصلتیں] جس کسی میں ہوں وہ خالص منافق ہے اور جس میں ان میں سے ایک خصلت ہو، تو اس میں نفاق کی ایک خصلت ہے، یہاں تک کہ وہ اس کو چھوڑ دے۔ جب اسے امین بنایا جائے، تو وہ خیانت کرے اور جب بات کرے، تو جھوٹ بولے اور جب کسی سے عہد کرے تو وفا نہ کرے اور جب [کسی سے] لڑے تو حق وانصاف سے دور ہو جاتا ہے۔''

اس حدیث شریف میں آنحضرت ﷺ نے حضرات صحابہ کو پہلے اجمالی طور پر بتلایا کہ چار خصلتیں انسان کو پورا منافق بنا دیتی ہیں، پھر آپ ﷺ نے ان چار خصلتوں کی تفصیل بتائی۔

۴۔ جنت میں لے جانے والے پانچ اعمال:

امام طبرانی رحمہ اللہ نے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے بیان کیا:

" قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ : " خَمْسٌ مَنْ جَاءَ بِهِنَّ مَعَ الْإِيمَانِ، دَخَلَ الْجَنَّةَ : مَنْ حَافَظَ عَلَى الصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ عَلَى وُضُوئِهِنَّ ، وَرُكُوعِهِنَّ ، وَسُجُودِهِنَّ، وَمَوَاقِيتِهِنَّ ، وَصَامَ رَمَضَانَ، وَحَجَّ الْبَيْتَ إِنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلاً ، وَأَدَّى الْأَمَانَةَ".

قِيلَ: " يَا نَبِيَّ اللّٰهِ ﷺ! وَمَا أَدَاءُ الْأَمَانَةِ؟ ".

قَالَ: " اَلْغُسْلُ مِنَ الْجَنَابَةِ، إِنَّ اللّٰهَ لَمْ يَأْمَنِ ابْنَ آدَمَ عَلَى شَيْءٍ مِنْ دِينِهِ غَيْرَهَا ".[2]

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایمان کے ساتھ جس نے پانچ کام کیے وہ جنت میں داخل ہو گیا: جس نے پانچوں نمازوں کی ان کے وضو، رکوع، سجود اور اوقات کے ساتھ حفاظت کی، رمضان کے روزے رکھے، استطاعت ہونے کی صورت میں بیت اللہ کا حج کیا اور امانت کو ادا کیا۔''

عرض کیا گیا: ''اے اللہ کے نبی ﷺ! امانت کا ادا کرنا کیا ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا: ''غسل جنابت۔ اللہ تعالیٰ نے انسان پر اس کے سوا دین کی کسی چیز کے بارے میں اس قدر اعتماد نہیں کیا۔''

---

[1] صحيح البخاري ، كتاب الإيمان، بابُ عَلَامَةِ الْمُنَافِقِ ، رقم الحديث ٣٤، ١/ ٨٩.

[2] منقول از: مجمع الزوائد ومنبع الفوائد ، كتاب الإيمان ، باب فيما بُني عليه الإسلام، ١/ ٤٧. حافظ ہیثمی نے اس حدیث کے متعلق تحریر کیا ہے: ''اس کو الطبرانی نے [المعجم] الکبیر میں روایت کیا ہے اور اس کی [اسناد جید] ہے۔'' (المرجع السابق ١/ ٤٧).

آنحضرت ﷺ نے پہلے اجمالی طور پر ایمان کے ساتھ جنت میں لے جانے والے پانچ اعمال کا ذکر فرمایا۔

اس اجمالی آگاہی کے بعد کون سا جنت کا چاہنے والا ایسا ہوگا جو ان اعمال کی تفصیل جاننے کی غرض سے ہمہ تن گوش نہ ہوگا؟

۵۔ علاماتِ قیامت میں سے چھ:

امام احمد اور امام طبرانی رحمہما اللہ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے بیان کیا:

"قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: "سِتٌّ مِّنْ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ: مَوْتِي، وَفَتْحُ بَيْتِ الْمَقْدَسِ، وَأَنْ يُعْطَى الرَّجُلُ أَلْفَ دِينَارٍ فَيَتَسَخَّطُهَا، وَمَوْتٌ يَأْخُذُ فِي النَّاسِ كَقُعَاصِ الْغَنَمِ، وَفِتْنَةٌ يَدْخُلُ حَرُّهَا بَيْتَ كُلِّ مُسْلِمٍ، وَأَنْ يَغْدِرَ الرُّوْمُ فَيَسِيرُوْنَ بِثَمَانِيْنَ بَنْدًا، تَحْتَ كُلِّ بَنْدٍ اِثْنَا عَشَرَ أَلْفًا" [1]

"چھ [باتیں] قیامت کی نشانیوں میں سے ہیں: میرا انتقال، فتح بیت المقدس، آدمی کو ہزار دینار دیا جائے گا اور وہ [انہیں قلیل تصور کرتے ہوئے] ناراض ہوگا، ایسی موت جو لوگوں کو بکریوں کی موقع پر ختم کر دینے والی بیماری کی مانند ہوگی، فتنہ جس کی بربادی ہر مسلمان کے گھر میں داخل ہو گی، اور رومی بدعہدی کرتے ہوئے اسّی (۸۰) جتھوں میں روانہ ہوں گے، ہر جتھے میں بارہ ہزار افراد ہوں گے۔"

اس حدیث شریف میں آنحضرت ﷺ نے پہلے اجمالی طور پر اشراط قیامت میں سے چھ کا ذکر فرمایا۔ قیامت کے بپا ہونے پر ایمان لانے والا کون سا شخص اس کے بعد ان کی تفصیل جاننے کے لیے مجسمۂ شوق نہ بن جائے گا؟

۶۔ سایۂ الٰہی میں سات اقسام کے لوگ:

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے نبی ﷺ سے روایت نقل کی ہے کہ آپ نے فرمایا:

"سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللّٰهُ فِي ظِلِّهِ يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهُ: الْإِمَامُ الْعَادِلُ، وَشَابٌّ نَشَأَ فِي

---

[1] منقول از: صحيح الجامع الصغير وزيادته، رقم الحديث ۳۶۰۸، ۱/۶۷۵، نیز ملاحظہ ہو: المسند: ۵/۲۲۸ (ط: المكتب الإسلامي)۔ شیخ البانی نے اس حدیث کو [صحیح] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: صحيح الجامع الصغير وزيادته ۱/۶۷۵)۔

عِبَادَةِ رَبِّهٖ ، وَرَجُلٌ قَلْبُهٗ مُعَلَّقٌ فِي الْمَسَاجِدِ، وَرَجُلَانِ تَحَابَّا فِي اللّٰهِ اجْتَمَعَا عَلَيْهِ وَتَفَرَّقَا عَلَيْهِ ، وَرَجُلٌ طَلَبَتْهُ امْرَأَةٌ ذَاتُ مَنْصِبٍ وَجَمَالٍ فَقَالَ : إِنِّي أَخَافُ اللّٰهَ، وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ أَخْفٰى حَتّٰى لَا تَعْلَمَ شِمَالُهٗ مَا تُنْفِقُ يَمِيْنُهٗ، وَرَجُلٌ ذَكَرَ اللّٰهَ خَالِيًا فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ ".[1]

"سات [اقسام کے لوگوں] کو اللہ تعالیٰ اپنے سایہ میں اس دن جگہ دیں گے، جب ان کے سایہ کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا۔ امام عادل، اپنے رب کی عبادت میں پروردہ جوان، مسجدوں کے ساتھ معلق دل والا شخص، محبت الٰہی کی بنیاد پر ملنے اور جدا ہونے والے دو شخص، عزت و حسن والی عورت کے مطالبے کا بایں الفاظ جواب دینے والا شخص [یقیناً میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں]، مخفی طور پر صدقہ کرنے والا شخص کہ اس کے بائیں ہاتھ کو [بھی] دائیں ہاتھ کے خرچ کرنے کا علم نہ ہو، وہ شخص کہ خلوت میں ذکرِ الٰہی سے اسکی دونوں آنکھوں سے آنسو رواں ہو جائیں۔"

اس حدیث شریف میں آنحضرت ﷺ نے روزِ قیامت ظلِ الٰہی میں جگہ پانے والے سات اقسام کے خوش نصیب لوگوں کا اجمالی ذکر فرمایا۔ اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر ایمان لانے والے وہ کون سے ایسے کان ہوں گے جو اس کے بعد ان سات اقسام کی تفصیل سننے اور پھر اس کو اچھی طرح سمجھنے کے لیے بے تاب اور بے قرار نہ ہوں گے؟

۷۔ دس جنتی اشخاص:

امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ:

" أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ : " عَشَرَةٌ فِي الْجَنَّةِ : أَبُوْبَكْرٍ فِي الْجَنَّةِ ، وَعُمَرُ فِي الْجَنَّةِ ، وَعَلِيٌّ وَعُثْمَانُ وَالزُّبَيْرُ وَطَلْحَةُ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ وَأَبُوْ عُبَيْدَةَ وَسَعْدُ بْنُ أَبِي وَقَّاصٍ رضی اللہ عنہم ".

قَالَ : " فَعَدَّ هٰؤُلَاءِ التِّسْعَةَ ، وَسَكَتَ عَنِ الْعَاشِرِ ".

فَقَالَ الْقَوْمُ : " نَنْشُدُكَ اللّٰهَ يَا أَبَا الْأَعْوَرِ! مَنِ الْعَاشِرُ؟ ".

قَالَ : " نَشَدْتُمُوْنِي بِاللّٰهِ، أَبُو الْأَعْوَرِ فِي الْجَنَّةِ ".

---

[1] صحيح البخاري ، كتاب الأذان ، باب من جلس في المسجد ينتظر الصلاة ، وفضل المساجد ، رقم الحديث ٦٦٠ ، ١٤٣/٢

قَالَ: "هُوَ سَعِيدُ بْنُ زَيْدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ نُفَيْلٍ رضی اللہ عنہ ".[1]

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''دس اشخاص جنّت میں [داخل ہوں گے]: ابوبکر جنت میں، عمر جنت میں، علی، عثمان، الزبیر، طلحہ، عبدالرحمٰن، ابوعبیدہ اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم [جنت میں داخل ہوں گے۔]

[راوی نے] کہا[2] ''انہوں [سعید رضی اللہ عنہ] نے ان نو اشخاص کا شمار کیا اور دسویں [کا نام لینے] سے خاموش ہوگئے۔''

لوگوں نے عرض کیا: ''اے ابوالاعور![3] ہم آپ کو اللہ کی قسم دیتے ہیں [ہمیں بتلایئے] کہ دسواں شخص کون ہے؟

انہوں نے کہا: تم نے مجھے اللہ تعالیٰ کی قسم دی ہے [تو سنو کہ] ابوالاعور جنت میں [داخل ہوگا۔]

انہوں[4] نے ذکر کیا ''وہ [یعنی ابوالاعور] سعید بن زید بن عمرو بن نفیل رضی اللہ عنہ ہیں۔''

اس حدیث شریف میں آنحضرت ﷺ نے اجمالاً دس افراد کے بارے میں جنتی ہونے کی بشارت سنائی، کون مسلمان ان خوش بخت حضرات کے اسمائے مبارکہ جاننے کے لیے مجسمہ شوق اور سراپا انتظار نہ ہوگا؟

۸۔ پہلے اجمالی پھر تفصیلی بشارت:

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ:

" أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: " اَلْمَلَائِكَةُ تُصَلِّيْ عَلٰى أَحَدِكُمْ مَا دَامَ فِي مُصَلَّاهُ مَالَمْ يُحْدِثْ: اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلَهٗ، اَللّٰهُمَّ ارْحَمْهُ ".[5]

''یقیناً رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اپنی جائے نماز میں بیٹھنے والے پر بے وضو نہ ہونے تک فرشتے درود بھیجتے رہتے ہیں۔ [وہ کہتے ہیں]: ''اے اللہ! اس کی مغفرت فرما دیجئے، اس پر رحم فرمایئے۔''

---

[1] جامع الترمذي، أبواب المناقب، مناقب عبدالرحمٰن بن عوف بن عبد عوف الزهري رضی اللہ عنہ، رقم الحديث ۳۷۴۸، ۱۷۲/۱۰۔ علامہ مبارکپوری نے تحریر کیا ہے: ''سعید بن زید رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کو احمد نے بھی متعدد اسانید سے روایت کیا ہے۔ ابن ماجہ، الدارقطنی اور الضیاء نے بھی اس کو روایت کیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: تحفة الأحوذي ۱۷۲/۱۰). شیخ البانی نے اس کو [صحیح] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: صحيح سنن الترمذي ۲۱۸/۳؛ نیز ملاحظہ ہو: صحيح سنن أبي داود ۸۷۹/۳؛ وصحيح الجامع الصغير وزيادته ۷۴۲/۲).

[2] حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت کرنے والے شخص نے بیان کیا۔

[3] ابوالاعور حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کی کنیت ہے۔ [4] یعنی امام ترمذی نے ذکر کیا۔

[5] صحيح البخاري، كتاب الأذان، باب من جلس في المسجد ينتظر الصلاة، وفضل المساجد، جزء من رقم الحديث ۶۵۹، ۱۴۲/۲.

اس حدیث شریف میں آنحضرت ﷺ نے ابتداء میں جائے نماز میں باوضوء بیٹھے ہوئے شخص کے لیے اجمالاً بشارت سنائی کہ فرشتے اس پر دُرود بھیجتے ہیں، پھر اس اجمال کی تفصیل بتلائی کی فرشتے اس کے لیے مغفرت ورحمت کی دعا کرتے ہیں۔

حدیث شریف میں فائدہ دیگر:

آنحضرت ﷺ نے بشارت کا آغاز عام بات سے فرمایا، جس میں ادنیٰ اور اعلیٰ دونوں قسم کی بشارتوں کا احتمال تھا، لیکن انتہائے بشارت میں سب سے بلند وبالا چیزوں کا تذکرہ فرمایا۔ اسی بارے میں امام ابن ابی جمرہ رحمہ اللہ تعالیٰ رقم طراز ہیں:

" فِيهِ دَلِيلٌ عَلَى اَنَّ السُّنَّةَ فِي الْبُشْرٰى أَنْ تَكُوْنَ بِالْأَقَلِّ ثُمَّ يُخْتَمُ بِالْأَعْلىٰ لِأَنَّهُ أَبْلَغُ فِي الْمَسرة. يُؤْخَذُ ذَلِكَ مِنْ إِجْمَالِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ الْبَشَارَةَ أَوَّلًا ، وَتَبْيِيْنُهَا آخراً لِأَنَّ الْعَامَ احْتَمَلَ أَنْ يَكُوْنَ دُعَاؤُهُمْ بِالْأَعْلىٰ مِنَ الْأُمُوْرِ أَوِالْأَقَلُّ لَكِنْ حَصَلَ بِذَلِكَ سُرُوْرٌ لِأَنَّهُ زِيَادَةُ خَيْرٍ ، وَالَّذِي أَتَى فِي التَّفْسِيرِ هِيَ الْمَغْفِرَةُ وَالرَّحْمَةُ. فَمَنْ غُفِرَلَهُ وَرُحِمَ فَهُوَ أَعْلَى الْجَوَائِزِ". [1]

''اس [حدیث شریف] میں اس بات کی دلیل ہے کہ بشارت میں مسنون طریقہ یہ ہے کہ اس کی ابتداء ادنیٰ اور اختتام اعلیٰ سے ہو، کیونکہ اس سے مسرت زیادہ حاصل ہوتی ہے۔

حدیث شریف سے اس کا ثبوت اس طرح ہے کہ آپ ﷺ نے پہلے بشارت کو اجمالاً ذکر فرمایا، پھر اس کی تفصیل بتائی۔ اور عام دعا میں اس بات کا احتمال ہے کہ وہ سب باتوں سے اعلیٰ کی ہو، یا سب سے کمتر بات کی دعا ہو، لیکن بہر صورت وہ باعث مسرت ہے۔ کیونکہ ان کی دعا خیر میں اضافے کا سبب ہے۔ پھر اس کی تفسیر میں بیان کیا گیا کہ وہ مغفرت ورحمت کی دعا ہے اور کسی کے لیے مغفرت ورحمت کا عطا کیا جانا تمام انعامات سے بلند وبالا ہے۔''

خلاصہ گفتگو یہ کہ ہمارے نبی کریم ﷺ دورانِ تعلیم بسا اوقات اپنی گفتگو کا اجمالی خاکہ پیش فرماتے اور پھر اس کے بعد تفصیل سے گفتگو فرمایا کرتے تھے۔

---

[1] بهجة النفوس ۱/ ۱۹۱.

(21)

اسلوب استفہام

دورانِ تعلیم سامعین کو متوجہ کرنے اور بات کی تاکید کے لیے اسلوب استفہام کا اثر بہت گہرا ہوتا ہے۔

تعلیم و تربیت کے دوران ہمارے نبی کریم ﷺ کثرت سے اس اسلوب کو استعمال فرماتے تھے۔ اس بارے میں سیرت طیبہ میں موجود متعدد شواہد میں سے تین توفیقِ الٰہی سے ذیل میں پیش کیے جارہے ہیں:

ا۔ یوم نحر، ماہ ذوالحجہ اور مکہ کے ناموں کے متعلق سوال:

امام بخاری اور امام مسلم رحمہما اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے بیان کیا:

" خَطَبَنَا النَّبِيُّ ﷺ يَوْمَ النَّحْرِ. قال: " أَتَدْرُونَ أَيُّ يَوْمٍ هٰذَا؟"

قُلْنَا: " اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ أَعْلم."

فَسَكَتَ حَتّٰى ظَنَنَّا أَنَّهُ سَيُسَمِّيْهِ بِغَيْرِ اسْمِهِ، قَال: "أَلَيْسَ يَوْمُ النَّحْرِ؟".

قُلْنَا: "بَلٰى".

قَالَ: أَيُّ شَهْرٍ هٰذا؟".

قُلْنَا: اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ أَعْلَمُ".

فَسَكَتَ حَتّٰى ظَنَنَّا أَنَّهُ سَيُسَمِّيْهِ بِغَيْرِ اسْمِهِ، قَال: "أَلَيْسَ ذُوالْحِجَّةِ؟".

قُلْنَا: "بَلٰى".

قَالَ: أَيُّ بَلَدٍ هٰذَا؟".

قُلْنَا: اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ".

فَسَكَتَ حَتّٰى ظَنَنَّا أَنَّهُ سَيُسَمِّيْهِ بِغَيْرِ اسْمِهِ، قَال: " أَلَيْسَتْ بِالْبَلَدَةِ الْحَرَامِ؟".

قَالَ: "فَإِنَّ دِمَاءَ كُمْ وَأَمْوَالَكُمْ عَلَيْكُمْ حَرَامٌ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هٰذا، فِي شَهْرِكُمْ هٰذا، فِي بَلَدِكُمْ هٰذَا، إِلٰى يَوْمِ تَلْقَوْنَ رَبَّكُمْ. أَلَاهَلْ بَلَّغْتُ؟"

قَالُوْا: "نَعَمْ".

قَالَ: "اَللّٰهُمَّ اشْهَدْ، فَلْيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ، فَرُبَّ مُبَلَّغٍ أَوْعیٰ مِنْ سَامِعٍ، فَلَا تَرْجِعُوْا بَعْدِيْ كُفَّارًا يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ."[1]

نبی ﷺ نے قربانی کے دن ہمیں خطبہ ارشاد فرماتے ہوئے کہا:

''کیا تمہیں معلوم ہے کہ آج کون سا دن ہے؟''

ہم نے عرض کیا: ''اللہ تعالیٰ اور ان کے رسول (ﷺ) زیادہ جانتے ہیں۔''

آپ ﷺ خاموش ہو گئے، یہاں تک کہ ہم نے سمجھا؛ آپ اس کا کوئی اور نام رکھیں گے۔ آپ نے فرمایا: ''کیا یہ قربانی کا دن نہیں؟''

ہم نے عرض کیا: ''کیوں نہیں۔''

آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ کون سا مہینہ ہے؟''

ہم نے عرض کیا: ''اللہ تعالیٰ اور ان کے رسول (ﷺ) زیادہ جانتے ہیں۔''

آپ ﷺ خاموش ہو گئے، یہاں تک کہ ہم نے گمان کیا کہ آپ اس کا کوئی اور نام رکھیں گے۔

آپ نے فرمایا: ''کیا یہ ذوالحجہ نہیں؟''

ہم نے عرض کیا: ہاں ضرور ہے۔''

آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ کون سا شہر ہے؟''

ہم نے عرض کیا: ''اللہ تعالیٰ اور ان کے رسول (ﷺ) زیادہ جانتے ہیں۔''

آپ ﷺ خاموش ہو گئے، یہاں تک کہ ہم نے گمان کیا کہ آپ اس کا کوئی اور نام رکھیں گے۔

آپ نے فرمایا: ''کیا یہ حرمت والا شہر نہیں؟''

ہم نے عرض کیا: ''کیوں نہیں'' آپ ﷺ نے فرمایا: پس تمہارے خون اور تمہارے مال تم پر اسی طرح حرام ہیں جیسے اس دن کی حرمت، اس مہینہ اور اس شہر میں ہے تا آنکہ تم اپنے رب تعالیٰ سے جا ملو۔ کیا میں نے تمہیں پیغام [الٰہی] پہنچا دیا ہے؟'' انہوں نے عرض کیا: ''جی ہاں۔''

آپ ﷺ نے فرمایا: اے اللہ! گواہ ہو جائیے۔ [یہاں] موجود [حضرات] غائب [لوگوں] کو [میری بات] پہنچا دیں۔ پس کتنے ہی لوگ جن تک [بات] پہنچائی جاتی ہے، سننے والوں سے

---

[1] متفق علیه: صحيح البخاري، كتاب الحج، باب الخطبة أيام منى؛ رقم الحديث ۱۷۴۱، ۳/۵۷۳؛ وصحيح مسلم، كتاب القسامة، باب تغليظ تحريم الدماء والأعراض والاموال، رقم الحديث ۲۹ (۱۶۷۹)، ۳/۱۳۰۵-۱۳۰۶. الفاظ حدیث صحیح البخاري کے ہیں۔

زیادہ یاد رکھنے والے ہوتے ہیں۔ میرے بعد کافر نہ ہو جانا، کہ تم آپس میں ایک دوسرے کی گردنیں مارنا شروع کردو۔''

اس حدیث شریف میں آنحضرت ﷺ نے اسلوب استفہام استعمال کرتے ہوئے، تین دفعہ حضرات صحابہ سے استفسار فرمایا: ''کیا تمہیں معلوم ہے کہ یہ دن کون سا ہے؟ یہ مہینہ کون سا ہے؟ یہ شہر کون سا ہے؟''

اور اس اسلوب کے استعمال کے پس منظر میں آپ ﷺ کا مقصود۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ یہ تھا کہ کہ بتلائی جانے والی بات کی طرف حضرات صحابہ مکمل توجہ کریں اور اس بات کی عظمت واہمیت ان کے دلوں میں جاگزیں ہو جائے۔ علمائے امت رحمہم اللہ تعالیٰ نے اس حقیقت کو واضح طور پر بیان کیا ہے۔ اس سلسلے میں علامہ قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ رقم طراز ہیں:

"سُؤَالُهُ ﷺ عَنِ الثَّلَاثَةِ، وَسُكُوتُهُ بَعْدَ كُلِّ سُؤَالٍ مِنْهَا كَانَ لِاسْتِحْضَارِ فُهُومِهِمْ، وَلِيُقْبِلُوا عَلَيْهِ بِكُلِّيَتِهِمْ، وَلِيَسْتَشْعِرُوا عَظَمَةَ مَا يُخْبِرُهُمْ عَنْهُ، وَلِذَلِكَ قَالَ بَعْدَ هٰذَا: "فَإِنَّ دِمَاءَ كُمْ ......الخ" مُبَالَغَةً فِي تَحْرِيمِ هٰذِهِ الْأَشْيَاءِ".[1]

''آپ ﷺ کا تین مرتبہ پوچھنا اور پھر ان میں سے ہر سوال کے بعد خاموش ہونا اس لیے تھا تاکہ وہ حاضر الذہن ہو کر کلی طور پر متوجہ ہو جائیں اور انہیں بتلائی جانے والی بات کی عظمت کا احساس ہو جائے۔ اور آپ ﷺ نے اس کے بعد فرمایا:

﴿ فَإِنَّ دِمَآءَ كُمْ............. ﴾

''یقیناً تمہارے خون.....'' تاکہ ان اشیاء [خونوں اور مالوں] کی حرمت خوب واضح ہو جائے۔''

اسی بارے میں امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے تحریر کیا ہے:

" هٰذَا السُّؤَالُ وَالسُّكُوتُ وَالتَّفْسِيرُ أَرَادَ بِهِ التَّفْخِيمَ وَالتَّقْرِيرَ وَالتَّنْبِيهَ عَلَى عَظِيمِ مَرْتَبَةِ هٰذَا الشَّهْرِ وَالْبَلَدِ وَالْيَوْمِ".[2]

''آنحضرت ﷺ کے اس استفسار، سکوت اور تفسیر کا مقصود اس مہینے، شہر اور دن کی عظمت اور بلندی کو اُجاگر کرنا، اس کی طرف توجہ دلانا اور [حاضرین کو] ذہن نشین کروانا تھا۔''

ملا علی القاری رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

" أَرَادَ بِهٰذَا الْإِسْتِفْهَامِ أَنْ يُقَرِّرَ فِيْ نُفُوْسِهِمْ حُرْمَةَ الشَّهْرِ وَالْبَلْدَةِ وَالْيَوْمِ لِيَبْنِيَ

---

[1] منقول از: فتح الباري ۱/۱۵۹؛ نیز ملاحظہ ہو: عمدة القاري ۲/۳۹.
[2] شرح النووي ۱/۱۶۹.

عَلَيْهِ مَا أَرَادَهُ". [1]

"آپ ﷺ نے اس استفہام کے ذریعہ ان کے ذہنوں میں اس ماہ، شہر اور دن کی حرمت کو راسخ کرنا چاہا تاکہ اپنے مقصود کی اس پر بنیاد رکھیں۔"

حدیث شریف میں فائدہ دیگر:

اس حدیث شریف میں آنحضرت ﷺ نے خونوں، مالوں اور عزتوں کی حرمت کو یوم نحر، ماہ ذوالحجہ اور مکہ مکرمہ کی حرمت و تقدس سے تشبیہ دی ہے اور بلاشبہ اس سے بات کے مکمل طور پر سمجھنے میں آسانی ہوتی ہے۔

علامہ طیبی رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے:

" فِي هٰذَا التَّمْثِيلِ دَلِيلٌ عَلَى اسْتِحْبَابِ ضَرْبِ الْأَمْثَالِ ، وَإِلْحَاقِ النَّظِيرِ بِالنَّظِيرِ قِيَاسًا". [2]

"اس مثال کے بیان کرنے میں ایک چیز کو اس جیسی دوسری چیز پر قیاس کرنے کے استحباب کی دلیل ہے۔"

۲۔ پانچ دفعہ غسل کے بعد میل باقی رہنے کے متعلق پوچھنا:

امام بخاری اور امام مسلم رحمہما اللہ تعالیٰ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

أَرَأَيْتُمْ لَوْ أَنَّ نَهْرًا بِبَابِ أَحَدِكُمْ يَغْتَسِلُ فِيهِ كُلَّ يَوْمٍ خَمْسًا، مَا تَقُولُ ذٰلِكَ يُبْقِي مِنْ دَرَنِهِ؟".

قَالُوْا: " لَا يُبْقِي مِنْ دَرَنِهِ شَيْئًا".

قَالَ: " فَذٰلِكَ مَثَلُ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ يَمْحُوا اللّٰهُ بِهَا الْخَطَايَا". [3]

"اگر کسی شخص کے دروازے پر نہر [جاری] ہو، اور وہ روزانہ اس میں پانچ مرتبہ غسل کرے، تو تم کیا سمجھتے ہو کہ ایسا کرنا اس کی میل کچیل کو باقی چھوڑے گا؟"

---

[1] مرقاة المفاتيح ٥/٥٤٧؛ نیز ملاحظہ ہو: شرح الطيبي ٦/٢٠١٤-٢٠١٥.

[2] المرجع السابق ٦/٢٠١٥. اس بارے میں تفصیل کتاب ھذا کے صفحات ۱۴۴-۱۴۹ پر دیکھئے۔

[3] متفق عليه: صحيح البخاري، كتاب مواقيت الصلاة، باب الصلوات الخمس كفارة، رقم الحديث ٥٢٨، ٢/١١؛ وصحيح مسلم، كتاب المساجد و مواضع الصلاة، باب المشي إلى الصلاة تمحى به الخطايا و ترفع به الدرجات، رقم الحديث ٢٨٣(٦٦٧)، ١/٤٦٢-٤٦٣. الفاظ حدیث صحيح البخاري کے ہیں۔

انہوں نے عرض کیا: ''وہ اس کی میل کو باقی نہ رہنے دے گا۔''

آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہی حال پانچ نمازوں کا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔''

اس حدیث شریف میں بھی آنحضرت ﷺ نے سامعین کو کلی طور پر متوجہ کرنے کے لیے سوالیہ انداز اختیار فرمایا۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"[أَرَأَيْتُمْ]: هُوَ اسْتِفْهَامُ تَقْرِيرٍ مُتَعَلِّقٌ بِالإِسْتِخْبَارِ، أَيْ: أَخْبِرُونِي هَلْ يُبْقِي؟".[1]

''خبر طلب کرنے کی غرض سے یہ استفہام تقریری ہے، یعنی: مجھے بتلاؤ کیا وہ باقی رہنے دے گا؟''

امام طیبی رحمہ اللہ تعالیٰ شرح حدیث میں رقم طراز ہیں:

"لَفْظُ (لَوْ) يَقْتَضِي أَنْ يَدْخُلَ عَلَى الْفِعْلِ، وَأَنْ يُجَابَ، لٰكِنَّهُ وُضِعَ الْإِسْتِفْهَامُ مَوْضِعَهُ تَأْكِيداً وَتَقْرِيرًا، وَالتَّقْدِيرُ لَوْ ثَبَتَ نَهْرٌ صِفَتُه كَذَا لَمَا بَقِيَ كَذَا".[2]

''لفظ [لو] کا تقاضا ہے کہ فعل پر داخل ہو [یعنی اس کے بعد فعل ہو]، اور اس کا جواب دیا جائے، لیکن آپ ﷺ نے اس کی جگہ بات کی تاکید اور پختگی کی خاطر استفہام استعمال فرمایا اور مقصود یہ ہے کہ اگر اس قسم کی نہر موجود ہو تو [میل کچیل] باقی نہ رہے گی۔''

اس حدیث شریف میں آپ ﷺ نے تشبیہ بھی استعمال فرمائی ہے، لیکن آپ ﷺ نے تشبیہ کو اُلٹ دیا ہے اور نہر کے میل کو دور کرنے کو پانچ نمازوں کے گناہوں کو دور کرنے سے تشبیہ دی ہے۔ ملا علی القاری رحمہ اللہ تعالیٰ رقم طراز ہیں:

" وَعَكَسَ فِي التَّشْبِيهِ، حَيْثُ إِنَّ الْأَصْلَ تَشْبِيهُ الْمَعْقُوْلِ بِالْمَحْسُوْسِ مُبَالَغَةً".[3]

''آپ ﷺ نے مبالغہ کی غرض سے تشبیہ کو اُلٹ دیا، کیونکہ تشبیہ کی اصل صورت یہ ہوتی ہے کہ معنوی چیز کو محسوس چیز سے تشبیہ دی جائے۔''

---

[1] فتح الباري ۲/۱۱.

[2] منقول از: المرجع السابق ۲/۱۱.

[3] مرقاة المفاتيح ۲/۲۶۷. علاوہ ازیں مثالیں بیان کرنے کے اسلوب کے متعلق تفصیل کتاب ھذا کے صفحات ۱۴۴۔۱۴۹ پر ملاحظہ فرمائیے۔

۳۔ مالِ وارث سے لگاؤ کے متعلق سوال:

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے بیان کیا:

" قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: "أَيُّكُمْ مَالُ وَارِثِهِ أَحَبُّ إِلَيْهِ مِنْ مَالِهِ؟".

قَالُوْا: "يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! مَا مِنَّا أَحَدٌ إِلَّا مَالُهُ أَحَبُّ إِلَيْهِ؟".

قَالَ: "فَإِنَّ مَالَهُ مَا قَدَّمَ، وَمَالَ وَارِثِهِ مَا أَخَّرَ".[1]

''نبی ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے کون ہے جسے اپنے مال سے زیادہ اپنے وارث کا مال پیارا ہو؟''

انہوں نے عرض کیا: ''یا رسول اللہ ﷺ! ہم میں سے کوئی بھی ایسا نہیں جس کو اپنا مال زیادہ پیارا نہ ہو۔''

آپ ﷺ نے فرمایا: ''سو بے شک اس کا مال وہ ہے جو اس نے آگے بھیجا [یعنی موت سے پہلے راہ اللہ میں خرچ کیا۔] اور اس نے جو [مال] پیچھے چھوڑا، وہ اس کے وارث کا مال ہے۔''

خلاصہ گفتگو یہ ہے کہ تعلیم و تربیت کے دوران ہمارے نبی کریم ﷺ حاضرین کو مکمل طور پر متوجہ کرتے اور بات کی تاکید اور پختگی کی غرض سے اسلوب استفہام استعمال فرمایا کرتے تھے۔

---

[1] صحيح البخاري، كتاب الرقاق، باب ما قدّم من ماله فهو له، رقم الحديث ٦٤٤٢، ١١/٢٦٠.

(22)

طلبہ سے استفسار

استاد کے طلبہ سے استفسار میں غور و فکر کی دعوت، بتلائی جانے والی بات کی طرف کلی توجہ کے لیے تنبیہ اور بات سمجھنے کی قوی ترغیب ہوتی ہے۔ ہمارے نبی کریم ﷺ بسا اوقات بات بتلانے سے پہلے اسی موضوع کے متعلق شاگردوں سے استفسار فرمایا کرتے تھے۔ توفیقِ الٰہی سے ذیل میں اس سلسلے میں تین شواہد پیش کیے جا رہے ہیں:

ا۔ مسلمان جیسے درخت کے متعلق استفسار:

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے بیان کیا:

" قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ : "إِنَّ مِنَ الشَّجَرِ شَجَرَةً لَا يَسْقُطُ وَرَقُهَا ، وَإِنَّهَا مَثَلُ الْمُسْلِمِ ، فَحَدِّثُوْنِي مَا هِيَ؟".

فَوَقَعَ النَّاسُ فِي شَجَرِ الْبَوَادِيْ.

قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ رضی اللہ عنہ : " وَوَقَعَ فِيْ نَفْسِيْ أَنَّهَا النَّخْلَةُ ، فَاسْتَحْيَيْتُ".

ثُمَّ قَالُوا: " حَدِّثْنَا مَا هِيَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ!".

قَالَ: "هِيَ النَّخْلَةُ".[1]

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''درختوں میں سے ایک درخت ایسا ہے کہ اس کے پتے نہیں جھڑتے اور وہ یقیناً مسلمان کی مانند ہے۔ پس تم مجھے بتلاؤ کہ وہ کون سا ہے؟

لوگوں کا خیال جنگل کے درختوں کی طرف دوڑا۔

عبداللہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا: ''میرے دل میں آیا کہ وہ کھجور کا درخت ہے، [مگر] میں شرمایا'' [یعنی شرم کی بنا پر خاموش رہا]

پھر انہوں [صحابہ نے] عرض کیا: اللہ کے رسول (ﷺ)! ہمیں بتلائیے! وہ کون سا درخت ہے؟

[1] صحيح البخاري ، كتاب العلم ، باب قول المحدِّث(حدثنا) ، أو (أخبرنا) و (أنبانا) ، رقم الحديث ٦١، ١٤٥/١.

آپ ﷺ نے فرمایا: ''وہ کھجور کا درخت ہے۔''

اس حدیث شریف کے مطابق آنحضرت ﷺ نے حضرات صحابہ سے ایسے درخت کے متعلق استفسار کیا، جو کہ مسلمان کی مانند ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس حدیث کو اپنی کتاب [الجامع الصحیح] میں متعدد مقامات پر روایت کیا ہے۔ ایک مقام پر اس حدیث کے باب کا عنوان بایں الفاظ درج فرمایا ہے:

[بَابُ طَرْحِ الْإِمَامِ الْمَسْأَلَةَ عَلَىٰ أَصْحَابِهِ لِيَخْتَبِرَ مَا عِنْدَهُمْ مِنَ الْعِلْمِ][1]

[اُستاد کا شاگردوں سے ان کا علم جانچنے کی خاطر سوال کرنے کے متعلق باب]

علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے شرح حدیث میں تحریر کیا ہے:

''فِيهِ اِسْتِحْبَابُ إِلْقَاءِ الْعَالِمِ الْمَسْأَلَةَ عَلَى أَصْحَابِهِ لِيَخْتَبِرَ أَفْهَامَهُمْ وَيُرَغِّبَهُمْ فِي الْفِكْرِ''.[2]

''اس [حدیث] میں عالم کا اپنے شاگرد کی سمجھ بوجھ جانچنے اور انہیں غور وفکر کی ترغیب دینے کے لیے ان سے استفسار کرنے کا استحباب [ثابت ہوتا] ہے۔''

ایک دوسرے مقام پر حضرت امام رحمہ اللہ تعالیٰ نے عنوانِ باب بایں الفاظ تحریر فرمایا ہے:

[بَابُ الْفَهْمِ فِي الْعِلْمِ][3]

[علم میں سمجھ بوجھ سے کام لینے کے متعلق باب]

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ نے حدیث شریف کی شرح میں تحریر کیا ہے:

'' وَفِيهِ التَّحْرِيضُ عَلَى الْفَهْمِ فِي الْعِلْمِ ، وَقَدْ بَوَّبَ عَلَيْهِ الْمُؤَلِّفُ: [بَابُ الْفَهْمِ فِي الْعِلْمِ]''[4]

''اس [حدیث شریف] میں [حصول] علم کے لیے سمجھ بوجھ سے کام لینے کی ترغیب ہے۔ مؤلف نے اس حدیث پر باب کا عنوان [علم میں سمجھ بوجھ سے کام لینے کے متعلق باب] رکھا ہے۔''

حدیث شریف میں فائدہ دیگر:

علاوہ ازیں اس حدیث شریف میں آنحضرت ﷺ نے مؤمن کی کیفیت اور حالت کو مثال سے بیان

---

[1] صحيح البخاري، كتاب العلم، ١/١٤٧.
[2] عمدة القاري ٢/١٠٥.
[3] صحيح البخاري، كتاب العلم، ١/١٦٥.
[4] فتح الباري ١/١٤٦.

فرمایا ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ نے تحریر کیا ہے:

"وَفِيهِ ضَرْبُ الْأَمْثَالِ وَالْأَشْبَاهِ لِزِيَادَةِ الْإِفْهَامِ، وَتَصْوِيرِ الْمَعَانِي لِتَرْسَخَ فِي الذِّهْنِ وَلِتَحْدِيدِ الْفِكْرِ فِي النَّظْرِ فِي حُكْمِ الْحَادِثَةِ".[1]

''اس [حدیث] سے [بات کو] اچھی طرح سمجھانے اور معانی کی تصویر کشی کے لیے مثالوں کا ذکر کرنا اور تشبیہ دینا ثابت ہوتا ہے تاکہ بات ذہن نشین ہو جائے اور پیش آمدہ بات پر توجہ مرکوز ہو جائے۔''

۲۔ مفلس کے بارے میں استفسار:

امام مسلم رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دریافت فرمایا:

"أَتَدْرُونَ مَا الْمُفْلِسُ؟".

قَالُوا: "اَلْمُفْلِسُ فِينَا مَنْ لَا دِرْهَمَ لَهُ وَلَا مَتَاعَ".

فَقَالَ: "إِنَّ الْمُفْلِسَ مِنْ أُمَّتِي مَنْ يَأْتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِصَلَاةٍ وَصِيَامٍ وَزَكَاةٍ، وَيَأْتِي قَدْ شَتَمَ هٰذَا، وَقَذَفَ هٰذَا، وَأَكَلَ مَالَ هٰذَا، وَسَفَكَ دَمَ هٰذَا، وَضَرَبَ هٰذَا، فَيُعْطَىٰ هٰذَا مِنْ حَسَنَاتِهِ وَهٰذَا مِنْ حَسَنَاتِهِ. فَإِنْ فَنِيَتْ حَسَنَاتُهُ، قَبْلَ أَنْ يُقْضَىٰ مَا عَلَيْهِ، أُخِذَ مِنْ خَطَايَاهُمْ فَطُرِحَتْ عَلَيْهِ، ثُمَّ طُرِحَ فِي النَّارِ".[2]

''کیا تم جانتے ہو کہ مفلس کون ہے؟

صحابہ نے عرض کیا: ''ہم میں سے مفلس وہ ہے جس کے پاس درہم ہوں نہ سامان۔''

اس پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''بے شک میری اُمت میں سے مفلس روزِ قیامت نماز، روزے اور زکاۃ کے ساتھ آئے گا اور اس نے کسی کو گالی دی ہوگی، کسی پر تہمت باندھی ہوگی، کسی کا مال [ناجائز] کھایا ہوگا، کسی کا خون [ناحق] بہایا ہوگا، اور کسی کو [ناجائز] مارا ہوگا۔ اس [مظلوم] کو اس کی نیکیوں سے دیا جائے گا، دوسرے کو بھی اس کی نیکیوں سے دیا جائے گا۔ [اسی طرح] اگر اس کے ذمہ حقوق کی ادائیگی سے پیشتر اس کی نیکیاں ختم ہو گئیں تو ان [مظلوموں] کے گناہوں کو لے کر اس پر ڈال دیا جائے گا،

[1] المرجع السابق ۱۴۷/۱ . اس بارے میں تفصیل کتاب ہذا کے صفحات ۱۴۴۔۱۴۹ پر دیکھیے۔
[2] صحیح مسلم، کتاب البر والصلة والآداب، باب تحريم الظلم، رقم الحديث ۵۹ (۲۵۸۱)، ۱۹۹۷/۴.

پھر اس کو [جہنم کی] آگ میں پھینک دیا جائے گا۔''

اس حدیث شریف میں آنحضرت ﷺ نے گفتگو کا آغاز صحابہ سے [مفلس] کے متعلق استفسار سے فرمایا۔ جب وہ ٹھیک جواب نہ دے پائے، تو آپ ﷺ نے انہیں درست جواب سے آگاہ فرمایا۔

۳۔ غیبت کے متعلق سوال:

امام مسلم رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے استفسار فرمایا:

"أَتَدْرُونَ مَا الْغِيبَةُ؟".

قَالُوا: "اَللّٰهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ".

قَالَ: "ذِكْرُكَ أَخَاكَ بِمَا يَكْرَهُ".

قِيلَ: "أَفَرَأَيْتَ إِنْ كَانَ فِي أَخِي مَا أَقُولُ؟".

قَالَ: "إِنْ كَانَ فِيهِ مَا تَقُولُ فَقَدِ اغْتَبْتَهُ، وَإِنْ لَمْ يَكُنْ فِيهِ مَا تَقُولُ، فَقَدْ بَهَتَّهُ". [1]

''کیا تم جانتے ہو کہ غیبت کیا ہے؟

انہوں نے عرض کیا: ''اللہ تعالیٰ اور ان کے رسول ﷺ زیادہ جانتے ہیں۔''

آپ ﷺ نے فرمایا: ''اپنے بھائی کے متعلق تمہارا وہ بات ذکر کرنا جس کو وہ ناپسند کرتا ہو۔''

عرض کیا گیا: ''اگر میرے بھائی میں میری کہی ہوئی بات موجود ہو، تو آپ [اس بارے میں] کیا فرماتے ہیں؟''

آپ ﷺ نے فرمایا: ''اگر اس میں تمہاری کہی ہوئی بات ہو، تو تم نے اس کی غیبت کی اور اگر اس میں تمہاری کہی ہوئی بات نہ ہو، تو تم نے اس پر بہتان باندھا۔''

اس حدیث شریف سے یہ واضح ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرات صحابہ کو حقیقت غیبت بتانے سے پیشتر انہی سے اس بارے میں دریافت فرمایا اور یہ طرزِ تعلیم بلاشک وشبہ طلبہ کو خود غور وفکر کرنے کی عادت ڈالتا ہے اور بعد میں بتلائی جانے والی بات کی طرف ان کی کلی توجہ مبذول کروانے کا باعث بنتا ہے۔

[1] صحیح مسلم، كتاب البر والصلة والآداب، باب تحريم الغيبة، رقم الحديث ۷۰ (۲۵۸۹)، ۴/۲۰۰۱.

(23)

قابلِ شرم باتوں کا کنایۃً ذکر کرنا

ہمارے نبی محترم ﷺ سراپا حیا تھے۔ آپ ﷺ پردہ نشین دوشیزہ سے بھی زیادہ شرمیلے تھے۔[1] بدزبانی اور بیہودہ گوئی نہ تو آپ کی عادت مبارکہ میں شامل تھی اور نہ ہی آپ ایسا تکلف سے کرنے والے تھے۔[2] تعلیم وتربیت کے دوران اگر کسی قابلِ شرم بات کا ذکر کرنا ضروری ہوتا، تو آپ ﷺ اس کو رمز و کنایہ سے سمجھادیتے۔ توفیق الٰہی سے سیرت طیبہ سے اس بارے میں تین مثالیں پیش کی جارہی ہیں:

۱۔ قصہ جریج رحمہ اللہ تعالیٰ میں کنایہ:

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے اور انہوں نے نبی کریم ﷺ سے روایت نقل کی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

" لَمْ يَتَكَلَّمْ فِي الْمَهْدِ إِلَّا ثَلَاثَةٌ : عِيسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ ، وَكَانَ فِي بَنِي إِسْرَائِيلَ رَجُلٌ ، يُقَالُ لَهُ جُرَيْجٌ ، كَانَ يُصَلِّي ، فَجَاءَ تْهُ أُمُّهُ ، فَدَعَتْهُ ، فَقَالَ : " أُجِيبُهَا أَوْ أُصَلِّي؟ ".

فَقَالَتْ : " اَللّٰهُمَّ لَا تُمِتْهُ حَتّٰى تُرِيَهُ وُجُوْهَ الْمُوْمِسَاتِ ".

وَكَانَ جُرَيْجٌ فِي صَوْمَعَتِهِ ، فَتَعَرَّضَتْ لَه اِمْرَأَةٌ ، وَكَلَّمَتْهُ ، فَأَبٰى ، فَأَتَتْ رَاعِيًا ، فَأَمْكَنَتْهُ مِنْ نَفْسِهَا ، فَوَلَدَتْ غُلَامًا ، فَقَالَتْ : " مِنْ جُرَيْجٍ ".

فَأَتَوْهُ ، فَكَسَرُوْا صَوْمَعَتَه ، وَأَنْزَلُوْهُ ، وَسَبُّوْهُ ، فَتَوَضَّأَ وَصَلّٰى ، ثُمَّ أَتَى الْغُلَامَ ، فَقَالَ : " مَنْ أَبُوْكَ يَا غُلَامُ؟ ".

قَالَ : " اَلرَّاعِي ".

قَالُوْا : " نَبْنِيْ صَوْمَعَتَكَ مِنْ ذَهَبٍ ".

قَالَ : لَا ، إِلَّا مِنْ طِيْنٍ ".[3]

" گود میں تین بچوں کے سوا کسی نے بات نہیں کی: عیسیٰ علیہ السلام، [دوسرے بچے کا واقعہ یہ ہے کہ] بنو

---

[1] ملاحظہ ہو: صحيح البخاري، كتاب المناقب، باب صفة النبي ﷺ ، رقم الحديث ٣٥٦٢، ٦/٥٦٦.

[2] ملاحظہ ہو: المرجع السابق، رقم الحديث ٣٥٥٩، ٦/٥٦٦.

[3] صحيح البخاري، باب قول الله تعالى: ﴿ وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ مَرْيَمَ إِذِانْتَبَذَتْ مِنْ أَهْلِهَا مَكَانًا شَرْقِيًّا ﴾، جزء من رقم الحديث ٣٤٣٦، ٦/٤٧٦.

اسرائیل میں جریج نامی ایک شخص تھے، وہ نماز پڑھ رہے تھے کہ ان کی والدہ آئیں اور ان کو بلایا۔
انہوں نے [اپنے دل میں] کہا: ''میں والدہ کو جواب دوں یا نماز پڑھتا رہوں؟''
اس پر [ناراض ہوکر] ان کی [والدہ] نے کہا: ''اے اللہ! اس کو اس وقت تک موت نہ دینا، جب تک کہ آپ اس کو زانیہ عورتوں کے منہ نہ دکھادیں۔''
جریج اپنی عبادت گاہ میں تھے کہ ایک عورت ان کے روبرو آئی اور ان سے بات کی، لیکن انہوں نے انکار کردیا۔
پھر وہ ایک چرواہے کے پاس آئی، خود کو اس کے سپرد کیا اور ایک بچے کو جنم دیا۔ پھر کہا'' [یہ بچہ] جریج سے ہے۔''
لوگ ان کے پاس آئے، ان کے عبادت خانے کو توڑا، انہیں نیچے اُتارا اور گالیاں دیں۔ انہوں نے وضو کیا اور نماز پڑھی، پھر بچے کے پاس آ کر کہا: ''اے بچے! تیرا باپ کون ہے؟'' وہ بولا: ''چرواہا''
لوگوں نے کہا: ''ہم آپ کی عبادت گاہ سونے کی بنادیتے ہیں۔''
انہوں نے کہا: ''ہرگز نہیں! مگر مٹی ہی سے [بناؤ]......الحدیث''

اس حدیث شریف میں آنحضرت ﷺ نے فاحشہ عورت کی دعوتِ برائی کا ذکر رمز و کنایہ سے کیا۔ آپ ﷺ نے اس بارے میں صرف یہ فرمایا: ''ایک عورت ان کے روبرو آئی اور ان سے بات کی اور انہوں نے انکار کردیا۔''

امام ابن ابی جمرہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے شرح حدیث میں تحریر کیا ہے:
''وَفِیْهِ دَلِیْلٌ عَلیٰ أَنَّ مِنْ أَدَبِ السُّنَّةِ الْکِنَایَةَ عَنِ الْأُمُوْرِ الْفَاحِشَةِ.''[1]
''یہ [حدیث] اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ سنت سے ثابت شدہ ادب یہ ہے کہ قابل شرم باتوں کا ذکر کنایہ سے کیا جائے۔''

۲۔ غسل حیض میں کنایہ:

امام بخاری اور امام مسلم رحمہما اللہ تعالیٰ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے بیان فرمایا:
'' سَأَلَتِ امْرَأَةٌ النَّبِيَّ ﷺ : '' کَیْفَ تَغْتَسِلُ مِنْ حَیْضَتِهَا؟''.

[1] بهجة النفوس ٤٦/٤.

قَالَ: "فَذَكَرَتْ أَنَّهُ عَلَّمَهَا كَيْفَ تَغْتَسِلُ ثُمَّ تَأْخُذُ فِرْصَةً مِنْ مِسْكٍ فَتَطَهَّرُ بِهَا".

قَالَتْ: "كَيْفَ أَتَطَهَّرُ بِهَا؟".

قَالَ: "تَطَهَّرِي بِهَا سُبْحَانَ اللّٰهِ". وَاسْتَتَرَ (وَأَشَارَ لَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ بِيَدِهِ عَلَى وَجْهِهِ.)

قَالَ: "قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا: "وَاجْتَذَبْتُهَا إِلَيَّ، وَعَرَفْتُ مَا أَرَادَ النَّبِيُّ ﷺ فَقُلْتُ: "تَتَبَّعِي بِهَا أَثَرَ الدَّمِ".[1]

''ایک عورت نے نبی ﷺ سے پوچھا کہ وہ اپنے حیض کا غسل کیسے کرے۔''

اس راوی] نے کہا: ''انہوں [عائشہ رضی اللہ عنہا] نے ذکر کیا کہ آپ ﷺ نے اس کو طریقہ غسل بتلایا۔ [پھر آپ ﷺ نے فرمایا]: ''پھر تم مشک میں بسا ہوا کپڑا لے کر اس سے پاکی حاصل کر لو۔''

اس [عورت] نے پوچھا: ''میں اس سے کس طرح پاکی حاصل کروں؟''

آپ ﷺ نے فرمایا: ''سبحان اللہ! اس سے پاکی حاصل کرو۔''

آپ ﷺ نے اپنے چہرے کو چھپا لیا [سفیان بن عیینہ نے اپنے ہاتھ کو اپنے چہرے پر رکھتے ہوئے ہمارے لیے اشارہ کیا]

اس [راوی] نے بیان کیا: ''عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ''میں نے اس کو اپنی طرف کھینچا اور اس کو نبی ﷺ کا مقصود سمجھاتے ہوئے کہا: ''اس کو خون لگی جگہوں پر پھیر لیا کرو۔''

اس حدیث شریف میں آنحضرت ﷺ نے غسل حیض کے بعد عورت کے شرم گاہ پر کپڑے کے پھیرنے کا ذکر رمز و کنایہ سے کرتے ہوئے بیان فرمایا: ''پھر تم مشک میں بسا ہوا کپڑے لے کر اس سے پاکی حاصل کرو۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ اس حدیث شریف کی شرح کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

"فِيهِ اسْتِحْبَابُ الْكِنَايَاتِ فِيمَا يَتَعَلَّقُ بِالْعَوْرَاتِ."[2]

''اس [حدیث] سے پردے والی باتوں کے متعلق کنایہ کرنے کا استحباب ثابت ہوتا ہے۔

---

[1] متفق عليه: صحيح البخاري، كتاب الحيض، باب دلك المرأة نفسها إذا تطهّرت من المحيض، وكيف تغتسل ......، رقم الحديث ٣١٤، ١/٤١٤؛ وصحيح مسلم، كتاب المحيض، باب استحباب استعمال المغتسلة من الحيض فرصة من مسك في موضع الدم، رقم الحديث ٦٠ (٣٣٢)، ١/٢٦٠. الفاظ حدیث صحیح مسلم کے ہیں۔

[2] ملاحظہ ہو: فتح الباري ١/٤١٦۔

انہوں نے یہ بھی تحریر کیا ہے:

" وَفِيْهِ الْإِكْتِفَاءُ بِالتَّعْرِيْضِ وَالْإِشَارَةِ فِي الْأُمُوْرِ الْمُسْتَهجَنَةِ."[1]

''اس سے قابلِ شرم باتوں کے بارے میں رمز واشارہ پر اکتفاء کرنا ثابت ہوتا ہے۔''

حدیث شریف میں دیگر فوائد:

(۱) آنحضرت ﷺ کا خاتون کو دین سے متعلق بات کی تعلیم دینا۔[2]

(۲) نبی کریم ﷺ کا سائلہ کو سمجھانے کی خاطر جواب کا اعادہ کرنا۔[3]

(۳) سائلہ کے ساتھ نرمی، تحمل اور اعلیٰ اخلاق سے برتاؤ کرنا۔[4]

(۴) اپنی موجودگی میں عورت کے سوال کا تفصیلی جواب دینے کی خاطر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو موقع دینا۔ امام ابن ابی جمرہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے تحریر کیا ہے:

" يُوْخَذُ مِنْهُ تَعْلِيْمُ الْمَفْضُوْلِ بَيْنَ يَدَيِ الْفَاضِلِ ، لٰكِنْ بَعْدَ مَا يُلْقِي الْفَاضِلُ الْحُكْم ، فَيَكُوْنُ ذٰلِكَ مِنْ بَابِ الْخِدْمَةِ لَهُ، لَا سِيّما فِيْ أَمرٍ يَكُوْنُ الْفَاضِلُ يَخجَلُ مِنْهُ ، وَالْمَفْضُوْلُ لَيْسَ ذٰلِكَ مِمَّا يَخْجَلُ ، لِأَنَّ تَحَدُّثَ النِّسَآءِ بَيْنَهُنَّ لَا يَقَعُ مِنْهُ خَجلٌ كَمَا يَقَعُ مِنْ حَدِيْثِ الرِّجَالِ."[5]

''اس سے فاضل کے روبرو مفضول کا تعلیم دینا اخذ کیا جاتا ہے، لیکن یہ فاضل کی جانب سے حکم بیان کرنے کے بعد کی بات ہے۔ خصوصاً جب کہ اس معاملے میں فاضل کے لیے شرم اور ہچکچاہٹ ہو۔ اور مفضول کے لیے ایسی بات نہ ہو، کیونکہ اس میں مردوں کے برعکس عورتوں کی باہمی گفتگو میں شرم والی کوئی بات نہیں ہے۔''

۳۔ عورت کی جانب سے دعوتِ برائی کے متعلق کنایہ:

امام بخاری اور امام مسلم رحمہما اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے اور انہوں نے نبی کریم ﷺ کے کہ آپ نے فرمایا:

---

[1] ملاحظہ ہو: فتح الباري ١/٤١٦؛ نیز ملاحظہ ہو: شرح النووي ٤/١٤؛ و عمدة القاري ٣/٢٨٧.

[2] اس سلسلے میں تفصیل کے لیے صفحات ۶۱۔۶۳ پر دیکھئے۔

[3] ملاحظہ ہو: فتح الباري ١/٤١٦ و عمدة القاري ٣/٢٨٧. نیز ملاحظہ ہو: کتاب ھذا کے صفحات ۱۲۰۔۱۳۴.

[4] ملاحظہ ہو: فتح الباري ١/٤١٦؛ و عمدة القاري ٣/٢٨٧؛ و بهجة النفوس ١/١٦٩. نیز ملاحظہ ہو: کتاب ھذا کے صفحات ۲۵۷۔۲۶۵.

[5] المرجع السابق ١/١٦٨. نیز ملاحظہ ہو: کتاب ھذا کے صفحات ۲۴۳۔۲۴۷.

" سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللّٰهُ فِي ظِلِّهِ يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهُ: اَلْإِمَامُ الْعَادِلُ، وَشَابٌّ نَشَأَ فِي عِبَادَةِ رَبِّهِ ، وَرَجُلٌ قَلْبُهُ مُعَلَّقٌ فِي الْمَسَاجِدِ، وَرَجُلَانِ تَحَابَّا فِي اللّٰهِ اجْتَمَعَا عَلَيْهِ وَتَفَرَّقَا عَلَيْهِ ، وَرَجُلٌ طَلَبَتْهُ امْرَأَةٌ ذَاتُ مَنْصِبٍ وَجَمَالٍ فَقَالَ: " إِنِّي أَخَافُ اللّٰهِ ......الحديث[1]

''سات قسم کے لوگوں کو اللہ تعالیٰ اس دن اپنے سائے میں جگہ دے گا، جب کہ اس کے سائے کے سوا کوئی اور سایہ نہ ہوگا: انصاف کرنے والا امام، اپنے رب کی عبادت میں پروان چڑھنے والا نوجوان، ایسا آدمی جس کا دل مسجد کے ساتھ لٹکا رہتا ہے، دو ایسے اشخاص جو اللہ تعالیٰ کے لیے باہمی محبت کرتے ہیں، ان کے ملنے اور جدا ہونے کی اساس یہی [للّٰہی محبت] ہے، وہ آدمی جس کو حسب ونسب اور حسن والی عورت نے بلایا تو اس نے جواب دیا: ''بے شک میں تو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں......الحدیث''

اس حدیث شریف میں آنحضرت ﷺ نے عورت کی دعوتِ برائی کا ذکر رمز واشارہ سے کرتے ہوئے فرمایا: ''اس کو حسب ونسب اور حسن والی عورت نے بلایا۔'' امام ابن جمرہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے تحریر کیا ہے:

" هُنَا مِنَ الْفِقْهِ أَنَّ مِنَ السُّنَّةِ الْكِنَايَةَ عَنِ الشَّيْءِ الْقَبِيحِ شَرْعًا، وَالْإِعْرَاضَ عَنْ تَسْمِيَتِه. يُؤْخَذُ ذٰلِكَ مِنْ قَوْلِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ: " طَلَبَتْهُ" وَالطَّلَبُ هُنَا يَعْنِي طَلَبَتْ مِنْهُ وُقُوعَ الْفَاحِشَةِ الْمُحَرَّمَةِ ، فَكَنّٰى بِطَلَبَتِهِ عَنْ هٰذَا الْأَمْرِ الْمَمْنُوعِ شَرْعًا ، وَلَمْ يَفْصَحْ بِهِ".[2]

''یہاں سے یہ مسئلہ معلوم ہوتا ہے کہ شرع کی نظر میں بری چیز کا ذکر کنایہ سے کیا جائے اور یہ آنحضرت ﷺ کے الفاظ [اس عورت نے اس کو طلب کیا] سے اخذ کیا جاتا ہے، اور [طلب] سے مراد یہ ہے کہ اس نے مرد کو اس کے ساتھ بدکاری کی غرض سے دعوت دی۔ اور آپ ﷺ نے شرعاً ممنوع بات کا ذکر کنایہ سے کیا، صراحت سے نہ کیا۔''

تنبیہ

قابل شرم باتوں کے کنایہ سے ذکر کرنے کی عادت مبارکہ کے باوجود ہمارے نبی کریم ﷺ حدود میں رمز واشارہ سے بات نہ فرماتے، بلکہ اس صورت میں صراحت اور وضاحت سے گفتگو فرماتے تھے۔ امام بخاری

---

[1] حدیث شریف کی تخریج کتاب ھذا کے ص ۱۶۲ پر ملاحظہ فرمائیے۔
[2] بهجة النفوس ۲۳۱/۱.

رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے بیان کیا:

"لَمَّا أَتَىٰ مَاعِزُ بْنُ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ لَهُ: "لَعَلَّكَ قَبَّلْتَ، أَوْ غَمَزْتَ، أَوْ نَظَرْتَ؟".

قَالَ: "لَا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ!".

قَالَ: "أَنِكْتَهَا؟"...... لَا يُكَنِّي.

قَالَ: "فَعِنْدَذٰلِكَ أَمَرَ بِرَجْمِهِ".[1]

''جب ماعز بن مالک نبی ﷺ کے پاس حاضر ہوئے، تو آپ نے ان سے فرمایا: ''شاید کہ تو نے بوسہ دیا ہے، یا اشارہ کیا ہے [یا ہاتھ سے چھوا ہے]، یا دیکھا ہے؟'' انہوں نے عرض کیا: ''نہیں یا رسول اللہ ﷺ۔''

آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تو نے اس کے ساتھ ہم بستری کر لی ہے؟''

آپ ﷺ نے کنایہ سے کام نہ لیا۔

انہوں [راوی] نے بیان کیا: ''اس موقع پر آپ ﷺ نے انہیں رجم کرنے کا حکم دیا۔''

علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ رقم طراز ہیں:

"حَاصِلُهٗ أَنَّهٗ صَرَّحَ بِلَفْظِ النَّيْكِ، لِأَنَّ الْحُدُوْدَ لَا تَثْبُتُ بِالْكِنَايَاتِ".[2]

''مقصود یہ ہے کہ آپ ﷺ نے [ہم بستری کی] کے الفاظ کے ساتھ صراحت فرمائی، کیونکہ حدود کنایات کے ساتھ ثابت نہیں ہوتیں۔''

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ نے تحریر فرمایا:

"مَحَلُّ وُجُوْدِ الْحَيَاءِ مِنْهُ ﷺ فِيْ غَيْرِ حُدُوْدِ اللّٰهِ، وَلِهٰذَا قَالَ لِلَّذِيْ اِعْتَرَفَ بِالزِّنَا: "أَنِكْتَهَا؟".[3]

''آپ ﷺ کی طرف سے [قابل شرم باتوں کے ذکر میں] حیا حدود اللہ کے علاوہ دیگر باتوں میں تھی۔ اسی لیے آپ نے اعتراف زنا کرنے والے سے دریافت فرمایا: ''کیا تو نے اس کے ساتھ ہم بستری کر لی ہے؟''

---

[1] صحيح البخاري، كتاب الحدود، باب هل يقول الإمام للمقر: "لعلك لمست أو غمزت"، رقم الحديث ٦٨٢٤، ١٢/١٣٥.

[2] عمدة القاري ٢٤/٣.

[3] فتح الباري ٦/٥٧٧.

(24)

ضروری باتوں کی تعلیم میں نہ شرمانا

جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ ہمارے نبی کریم ﷺ باپردہ دوشیزہ سے بھی زیادہ شرم وحیا والے تھے، لیکن اس کے باوجود آپ ﷺ مردوں اور عورتوں کو ضروری دینی باتوں کی تعلیم دیتے۔ توفیق الٰہی سے ذیل میں اس سلسلے میں چند ایک شواہد پیش کیے جارہے ہیں:

ا۔ قضائے حاجت کے آداب کی تعلیم:

ا: حدیث ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ:

امام نسائی رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے اور انہوں نے نبی کریم ﷺ سے کہ آپ نے ارشاد فرمایا:

" إِنَّمَا أَنَا لَكُمْ مَثَلُ الْوَالِدِ ، أُعَلِّمُكُمْ: إِذَا ذَهَبَ أَحَدُكُمْ إِلَى الْخَلَاءِ فَلَا يَسْتَقْبِلِ الْقِبْلَةَ وَلَا يَسْتَدْبِرْهَا ، وَلَا يَسْتَنْجِ بِيَمِينِهِ".

وَكَانَ يَأْمُرُ بِثَلَاثَةِ أَحْجَارٍ ، وَنَهَى عَنِ الرَّوْثِ وَالرِّمَّةِ".[1]

"میں تمہارے لیے باپ کی مانند ہوں، میں تمہیں سکھاتا ہوں: جب تم میں سے کوئی قضائے حاجت کے لیے جائے، تو قبلہ کی طرف نہ چہرہ کرے اور نہ ہی پشت اور نہ دائیں ہاتھ سے استنجا کرے۔"

اور آپ ﷺ تین پتھر استعمال کرنے کا حکم دیتے، اور گوبر اور بوسیدہ ہڈی سے منع فرماتے۔ شرح حدیث میں علامہ سندھی رحمہ اللہ تعالیٰ نے تحریر کیا ہے:

"إِنَّمَا أَنَا لَكُمْ مَثَلُ الْوَالِدِ): كَمَا يُعَلِّمُ الْوَالِدُ وَلَدَهُ مَا يَحْتَاجُ إِلَيْهِ مُطْلَقًا ، وَلَا يُبَالِي بِمَا يُسْتَحْيَى بِذِكْرِهِ. فَهٰذَا تَمْهِيدٌ لِمَا يُبَيِّنُ لَهُمْ مِنْ آدَابِ الْخَلَاءِ إِذَا الْإِنْسَانُ كَثِيرًا مَا يَسْتَحْيِي مِنْ ذِكْرِهَا لَا سِيمَا فِي مَجْلِسِ الْعُظَمَاءِ".[2]

---

[1] سنن النسائي، كتاب الطهارة، النهي عن الاستطابة بالروث، ۳۸/۱۔ شیخ البانی نے اس حدیث کو [حسن صحیح] کہا ہے۔ (ملاحظہ ہو: صحيح سنن النسائي ۱۰/۱)۔

[2] حاشية السندي ۳۸/۱۔

(25)

سوال کرنے کی اجازت

ہمارے نبی کریم ﷺ نے حضرات صحابہ کو مفید اور ضروری سوالات پوچھنے کی اجازت دے رکھی تھی۔ صرف یہی نہیں بلکہ آنحضرت ﷺ بوقت ضرورت سائل کو اعادہ سوال سے بھی نہ روکتے۔ اسی طرح ایک شخص کو ایک ہی مجلس میں متعدد کارآمد استفسارات کرنے سے بھی منع نہ فرماتے۔ سیرت طیبہ میں اس بارے میں موجود شواہد میں سے تین توفیق الٰہی سے ذیل میں پیش کیے جارہے ہیں:

۱۔ ایک ہی مجلس میں تین سوالات:

امام بخاری اور امام مسلم رحمہما اللہ تعالیٰ نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے کہا:

" سَأَلْتُ النَّبِيَّ ﷺ : " أَيُّ العَمَلِ أَحَبُّ إِلَى اللّٰه؟".

قَالَ : " اَلصَّلَاةُ عَلٰى وَقْتِهَا".

قَالَ : " ثُمَّ أَيٌّ؟".

قَالَ : " بِرُّ الْوَالِدَيْنِ".

قَالَ : ثُمَّ أَيٌّ؟ "

قَالَ : "اَلْجِهَادُ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ".

قَالَ : " حَدَّثَنِي بِهِنَّ ، وَلَوِاسْتَزَدْتُهُ لَزَادَنِي".[1]

''میں نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا: ''کون سا عمل اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے پیارا ہے؟''

آپ ﷺ نے فرمایا: ''نماز اپنے وقت پر [ادا کرنا]۔''

انہوں نے دریافت کیا: ''پھر کونسا؟''

آپ ﷺ نے فرمایا: ''والدین کے ساتھ نیکی کرنا۔''

انہوں نے دریافت کیا: ''پھر کونسا؟''

آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کی راہ میں جہاد کرنا۔''

[1] متفق علیه: صحيح البخاري ، كتاب مواقيت الصلاة ، باب فضل الصلاة لوقتها ، رقم الحديث ٥٢٧، ٩/٢؛ وصحيح مسلم ، كتاب الإيمان ، باب كون الإيمان بالله تعالىٰ أفضل الأعمال ، رقم الحديث ١٣٩ (٨٥) ، ٩٠/١.

۲۔ احتلامِ عورت کے حکم کا بیان:

امام مسلم رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ:

" جَاءَ تْ أُمُّ سُلَيْمٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا (وَهِيَ جَدَّةُ إِسْحَاقَ) إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ، فَقَالَتْ لَهُ، وَعَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا عِنْدَهُ: " يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ!

اَلْمَرْأَةُ تَرَى مَا يَرَى الرَّجُلُ فِي الْمَنَامِ، فَتَرَى مِنْ نَفْسِهَا مَايَرَى الرَّجُلُ مِنْ نَفْسِهِ".

فَقَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا: " يَا أُمَّ سُلَيْمٍ! فَضَحْتِ النِّسَاءَ، تَرِبَتْ يَمِيْنُكِ".

فَقَالَ ﷺ لِعَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا: " بَلْ أَنْتِ، فَتَرِبَتْ يَمِيْنُكِ. نَعَمْ، فَلْتَغْتَسِلْ يَا أُمَّ سُلَيْمٍ! إِذَا رَأَتْ ذٰلِكَ". [1]

''ام سلیم رضی اللہ عنہا [اسحاق کی دادی] رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور آپ سے عرض کیا اور اس وقت عائشہ رضی اللہ عنہا بھی آپ ﷺ کے پاس [تشریف فرما] تھیں: ''یا رسول اللہ ﷺ! عورت خواب میں وہی کچھ دیکھتی ہے، جو آدمی دیکھتا ہے۔ اور وہی چیز وہ اپنے ہاں پاتی ہے، جو مرد پاتا ہے''

عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: ''اے اُم سلیم! تم نے عورتوں کو رسوا کر دیا ہے، تمہارا دایاں ہاتھ خاک آلود ہو جائے۔''

آپ ﷺ نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: '' بلکہ تیرا دایاں ہاتھ خاک آلود ہو جائے، اے ام سلیم! ہاں، جب عورت ایسا دیکھے، تو اسے غسل کرنا چاہیے۔''

اس حدیث شریف میں ہم دیکھتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت اُمّ سلیم رضی اللہ عنہا کے سوال کو ناپسند نہیں فرمایا، بلکہ خواتین کی حاجت کے پیش نظر اس کا جواب دیا۔ آنحضرت ﷺ نے صرف اسی پر اکتفانہ فرمایا، بلکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ان پر اعتراض کی بنا پر انہی کا احتساب فرمایا۔ امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے تحریر کیا ہے:

" فَمَعْنَاهُ أَنْتِ أَحَقُّ أَنْ يُقَالَ لَكِ هٰذَا، فَإِنَّهَا فَعَلَتْ مَا يَجِبُ عَلَيْهَا مِنَ السُّؤَالِ عَنْ دِيْنِهَا، فَلَمْ تَسْتَحِقِّ الْإِنْكَارَ، وَاسْتَحَقَقْتِ أَنْتِ الْإِنْكَارَ لِإِنْكَارِكِ مَا لَا إِنْكَارَ فِيْهِ". [2]

---

[1] صحيح مسلم، كتاب الحيض، باب وجوب الغسل على المرأة بخروج المني منها، رقم الحديث ٢٩ (٣١٠)، ٢٥٠/١.

[2] شرح النووي ٢٢١/٣.

''اس سے مراد یہ ہے کہ تم ان کلمات [تیرا دایاں ہاتھ خاک آلود ہو جائے] کی زیادہ سزاوار ہو، کیونکہ انہوں نے تو دین کی ایک ضروری بات کے متعلق استفسار کیا، اس لیے ان پر اعتراض درست نہیں، [البتہ] تم احتساب کی مستحق ہو کیونکہ تم نے ایک ایسی بات پر ملامت کی ہے، جو کہ قابلِ ملامت نہیں۔''

۳۔ عورت کی دبر میں جماع کی ممانعت:

حضرات ائمہ احمد بن حنبل، ابن ماجہ اور ابن حبان رحمہم اللہ تعالیٰ نے حضرت خزیمہ ابن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے بیان کیا:

" قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: " إِنَّ اللّٰهَ لَا يَسْتَحِي مِنَ الْحَقِّ. " ثَلَاثَ مَرَّاتٍ "لَا تَأْتُوا النِّسَاءَ فِي أَدْبَارِهِنَّ".[1]

''رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''بے شک اللہ تعالیٰ حق [بات بیان کرنے] سے نہیں شرماتا۔'' تین مرتبہ آپ ﷺ نے یہ بات بیان فرمائی ''عورتوں کی دبر [پیٹھ] میں جماع نہ کرو۔''

اس حدیث شریف میں آنحضرت ﷺ نے عورتوں کی پیٹھوں میں جماع کرنے سے منع فرمایا اور اس سے پیشتر بطور تمہید تین بار اس حقیقت کو واضح فرمایا کہ اللہ تعالیٰ شرم و حیا کی بنا پر بیان حق کو ترک نہیں فرماتے۔ اسی سلسلے میں علامہ طیبی رحمہ اللہ تعالیٰ نے تحریر کیا ہے:

" إِنَّ اللّٰهَ لَا يَسْتَحِي مِنَ الْحَقِّ "، ثَلَاثَ مَرَّاتٍ وَلَا يَخْفَى مَا لِلتَّكْرَارِ فِي التَّعْلِيمِ مِنْ أَثَرٍ فِي تَأْكِيدِ الْأَمْرِ وَتَرْسِيخِ الْمَعْلُومَاتِ."[2]

''(بے شک اللہ تعالیٰ شرماتا نہیں): یعنی بلاشبہ اللہ تعالیٰ حق کے کہنے اور ظاہر کرنے کو نہیں چھوڑتے، ظاہری طور پر تو یہ کہنا چاہیے تھا کہ ''یقیناً میں شرماتا نہیں'' [لیکن] آپ ﷺ نے بات میں زیادہ مبالغہ اور تاکید کی غرض سے اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت فرمائی۔''

---

[1] المسند ۲۱۴/۵ (ط: المکتب الاسلامي)؛ وسنن ابن ماجة، أبواب النكاح، النهي عن إتيان النساء في أدبارهن، رقم الحديث ۱۹۳۱، ۳۵۴/۱؛ والإحسان في تقريب صحيح ابن حبان، كتاب النكاح، باب النهي عن إتيان النساء في أعجازهن، رقم الحديث ۴۲۰۰، ۵۱۴/۹۔۵۱۵. الفاظ حدیث سنن ابن ماجہ کے ہیں۔ شیخ البانی نے اس حدیث کو [صحیح] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: صحیح سنن ابن ماجہ ۳۲۴/۱؛ وصحیح موارد الظمآن إلی زوائد ابن حبان ۵۲۱/۱).

[2] ملاحظہ ہو: شرح الطیبی ۲۳۰۷/۷۔۲۳۰۸.

حدیث شریف میں فائدہ دیگر:

آنحضرت ﷺ نے اپنے الفاظ ''یقیناً اللہ تعالیٰ حق سے نہیں شرماتے۔'' تین مرتبہ فرمائے، بات کی اہمیت کو اُجاگر کرنے اور اس کو ذہن نشین کروانے میں اعادہ کلام کا اثر محتاج بیان نہیں۔[1]

تنبیہ

ضروری باتوں کی تعلیم میں نہ شرمانے کے متعلق سیرت طیبہ میں مذکورہ بالا تین واقعات کے علاوہ بہت سے شواہد کتبِ حدیث کے طہارت، حیض اور نکاح کے ابواب میں دیکھے جاسکتے ہیں۔

---

[1] اس بارے میں تفصیل کتاب ھذا کے صفحات ۱۲۰۔۱۳۴ پر ملاحظہ فرمائیے۔

''(بلاشبہ میں تمہارے لیے والد کی مانند ہوں) جیسے والد اپنے بچے کو ہر ضروری بات سکھاتا ہے اور اس سلسلے میں قابل شرم بات کی تمیز نہیں کرتا۔ آپ ﷺ نے جو آداب قضائے حاجت بیان فرمائے، یہ بات اس کے لیے بمنزلہ تمہید تھی، کیونکہ انسان عام طور پر ایسی باتوں کا ذکر کرتے ہوئے اور خصوصاً بڑے لوگوں کی مجلس میں شرم محسوس کرتا ہے۔''

ب: حدیث سلمان رضی اللہ عنہ:

امام مسلم رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے بیان کیا:

" قِيلَ لَهُ: " قَدْ عَلَّمَكُمْ نَبِيُّكُمْ كُلَّ شَيْءٍ حَتَّى الْخِرَاءَةَ".

قَالَ: " فَقَالَ: " أَجَلْ، لَقَدْ نَهَانَا أَنْ نَسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةَ بِغَائِطٍ أَوْ بَوْلٍ، أَوْ أَنْ نَسْتَنْجِيَ بِالْيَمِينِ، أَوْ أَنْ نَسْتَنْجِيَ بِأَقَلَّ مِنْ ثَلَاثَةِ أَحْجَارٍ، أَوْ أَنْ نَسْتَنْجِيَ بِرَجِيعٍ أَوْ عَظْمٍ".[1]

''ان سے [بطورِ طعن] کہا گیا: کیا تمہارے نبی [ﷺ] نے تمہیں ہر بات سکھائی ہے، یہاں تک کہ قضائے حاجت بھی؟''

راوی نے بیان کیا: ''انہوں [سلمان رضی اللہ عنہ] نے فرمایا: ''بالکل بلاشبہ انہوں نے ہمیں منع فرمایا کہ ہم رفع حاجت یا پیشاب کرتے وقت قبلہ رخ ہوں اور یہ کہ ہم دائیں ہاتھ سے استنجا کریں، یا ہم تین سے کم پتھر (ڈھیلے) استعمال کریں، یا ہم گوبر یا ہڈی سے استنجاء کریں۔''

امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کے قول کی شرح میں تحریر کیا ہے:

" أَجَلْ" مَعْنَاهُ: نَعَمْ، وَهِيَ بِتَخْفِيفِ اللَّامِ، وَمُرَادُ سَلْمَانَ رضي الله عنه أَنَّهُ ﷺ عَلَّمَنَا كُلَّ مَا نَحْتَاجُ إِلَيْهِ فِي دِينِنَا حَتَّى الْخِرَاءَةَ الَّتِي ذَكَرْتَ أَيُّهَا الْقَائِلُ، فَإِنَّهُ عَلَّمَنَا آدَابَهَا، فَنَهَانَا فِيهَا عَنْ كَذَا وَكَذَا، وَاللّٰهُ أَعْلَمُ."[2]

''اجل'' کا معنی [ہاں] ہے اور یہ لام پر جزم کے ساتھ ہے۔ سلمان رضی اللہ عنہ کا مقصود یہ ہے کہ آپ ﷺ نے ہمیں دین کی ہر ضروری بات سکھائی اور اے نکتہ چیں! تو جو قضائے حاجت کا ذکر کر رہا ہے، تو انہوں نے ہمیں اس کے آداب کی بھی تعلیم دی ہے اور اس سلسلے میں فلاں فلاں بات سے منع فرمایا ہے۔ واللہ اعلم''

[1] صحيح مسلم، كتاب الطهارة، باب الاستطابة، رقم الحديث ٥٧ (٢٦٢)، ١/٢٢٣.
[2] شرح النووي ٣/١٥٤.

انہوں نے بیان کیا: ''رسول اللہ ﷺ نے مجھے ان [اعمال] کے متعلق بتلایا۔ اگر میں مزید [سوالات] پوچھتا، تو آپ ﷺ اور زیادہ بتلاتے۔''

اس حدیث سے یہ بات واضح ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ایک ہی موقع پر تین بار سوال کیا۔ آپ ﷺ اس سے خفا نہ ہوئے، بلکہ ہر مرتبہ جواب سے نوازا۔ صرف یہی نہیں، بلکہ اگر ابن مسعود رضی اللہ عنہ مزید استفسارات بھی کرتے، تو آپ ﷺ ان کے جوابات دینے کے لیے بھی تیار اور آمادہ تھے۔ امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے شرح حدیث میں تحریر کیا ہے:

"وَفِيهِ صَبْرُ الْمُفْتِي وَالْمُعَلِّمِ عَلَى مَنْ يُفْتِيهِ أَوْ يُعَلِّمُهُ، وَاحْتِمَالُ كَثْرَةِ مَسَائِلِهِ وَتَقْرِيرَاتِهِ."[1]

''اس [حدیث] سے ثابت ہوتا ہے کہ مفتی اور معلم کو اس شخص [کی بات] پر صبر کرنا چاہیے، جسے وہ فتویٰ یا تعلیم دے رہا ہو، نیز سوالات اور استفسارات کی کثرت کو برداشت کرنا چاہیے۔''

علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

"وَفِيهِ السُّؤَالُ عَنْ مَسَائِلَ شَتَّى فِي وَقْتٍ وَاحِدٍ، وَجَوَازُ تَكْرِيرِ السُّؤَالِ."[2]

''ایک ہی وقت میں مختلف مسائل کے متعلق استفسار کرنا اور سوال کے اعادہ کا جواز اس [حدیث] سے ثابت ہوتا ہے۔''

اس حدیث شریف سے یہ بات بھی واضح ہے کہ آنحضرت ﷺ راہ نمائی طلب کرنے والوں کی راہنمائی کرنے میں کسر اُٹھا نہ رکھتے تھے۔

۲۔ ایک ہی مسئلہ کے متعلق چار استفسارات:

امام بخاری اور امام مسلم رحمہما اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے بیان کیا:

" قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: "عَلَىٰ كُلِّ مُسْلِمٍ صَدَقَةٌ".

قَالُوا: "فَإِنْ لَمْ يَجِدْ".

قَالَ: "فَيَعْمَلُ بِيَدَيْهِ فَيَنْفَعُ نَفْسَهُ، وَيَتَصَدَّقُ".

قَالُوا: "فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ، أَوْ لَمْ يَفْعَلْ".

---

[1] شرح النووي ۷۹/۲۔ [2] عمدة القاري ۱٤/٥۔

قَالَ: ”فَيُعِينُ ذَاالْحَاجَةِ الْمَلْهُوفِ“.

قَالُوا: ”فَإِنْ لَمْ يَفْعَلْ“.

قَالَ: ”فَلْيَأْمُرْ بِالْخَيْرِ“، أَوْ قَالَ: ”بِالْمَعْرُوفِ“.

قَالُوا: ”فَإِنْ لَمْ يَفْعَلْ“.

قَالَ: ”فَلْيُمْسِكْ عَنِ الشَّرِّ، فَإِنَّهُ لَه صَدَقَةٌ“.[1]

''رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''ہر مسلمان کے ذمہ صدقہ ہے۔''

انہوں [صحابہ] نے پوچھا: ''پس اگر وہ [صدقہ کرنے کے لیے کوئی چیز] نہ پائے؟''

آپ ﷺ نے فرمایا: ''تو وہ اپنے ہاتھوں سے کام کرے۔ خود اپنے آپ کو فائدہ پہنچائے اور صدقہ کرے۔''

انہوں نے عرض کیا: ''اگر اس میں [کام کرنے کی] استطاعت ہی نہ ہو، یا وہ نہ کرے؟

آپ ﷺ نے فرمایا: ''پس وہ کسی حاجت مند پریشان حال کی اعانت کرے۔'' انہوں نے عرض کیا: ''تو اگر وہ یہ [بھی] نہ کرسکتا ہو؟''

آپ ﷺ نے فرمایا: ''تو وہ خیر کا حکم دے'' یا آپ ﷺ نے ''نیکی کا حکم دے'' انہوں نے عرض کیا: ''تو وہ اگر یہ [بھی] نہ کرسکے؟''

آپ ﷺ نے فرمایا: ''وہ برائی سے باز رہے، بلاشبہ یہی اس کے لیے صدقہ ہے۔''

اس حدیث شریف سے یہ بات واضح ہے کہ آنحضرت ﷺ سے ایک ہی موقع پر ایک بات کے بارے میں چار دفعہ سوال کیا گیا، لیکن آپ نہ تو غصے میں آئے، نہ ہی خفا ہوئے اور نہ ہی سوال کرنے والوں کو ڈانٹ ڈپٹ کی، بلکہ ہر دفعہ سوال کا جواب دیا۔ فَصَلَواتُ رَبِّي وَسَلَامُهُ عَلَيْهِ.

حدیث شریف میں دیگر فوائد:

۱۔ حدیث شریف میں ایک ہی موقع پر ایک ہی بات کے متعلق چار سوال کرنے کا ہی ذکر نہیں، بلکہ علاوہ ازیں یہ بات بھی ہے کہ صحابہ کی جانب سے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں خود اپنی ہی فرمائی ہوئی بات پر نظر ثانی کی طلب بھی ہے اور استاد کے لیے اپنی بات کے متعلق طلبہ کی نظر ثانی کی طلب کو سننا اور گوارا کرنا کچھ آسان کام نہیں۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ نے تحریر کیا ہے:

---

[1] متفق عليه: صحيح البخاري، كتاب الأدب، باب كل معروف صدقة، رقم الحديث ٢٢، ٦، ١٠/٤٤٧؛ وصحيح مسلم، كتاب الزكاة، باب بيان أن اسم الصدقة يقع على كل نوع من المعروف، رقم الحديث ٥٥(١٠٠٨)، ٢/٦٩٩. الفاظ حدیث صحیح البخاري کے ہیں۔

"فِيهِ مُرَاجعةُ الْعَالِمِ فِي تَفْسِيرِ الْمُجْمَلِ وَتَخْصِيصِ الْعَام."[1]

''اس [حدیث] سے مجمل کی تفسیر اور عام کی تخصیص کی خاطر عالم کی طرف رجوع کرنا [ثابت ہوتا] ہے۔''

۲: تعلیم وتربیت میں آنحضرت ﷺ کی آسانی:

آپ ﷺ نے نیکی کی متعدد راہوں کی طرف راہ نمائی فرمائی اور یہ بھی واضح فرمادیا کہ اگر ان میں سے ایک یا نیکی کے کچھ کام کسی کے دائرہ استطاعت میں نہ ہوں، تو وہ نیکی کا کوئی ایسا کام کرے، جو اس کے بس میں ہو۔ علامہ ابن ابی جمرہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے تحریر کیا ہے:

"فِي هٰذَا الْكَلَامِ إِشَارَةٌ إِلَى أَنَّ الصَّدَقَةَ لَا تَنْحَصِرُ فِي الْأَمْرِ الْمَحْسُوسِ مِنْهُ، فَلَا يَخْتَصُّ بِأَهْلِ الْيَسَارِ مَثَلًا، بَلْ كُلُّ وَاحِدٍ قَادِرٌ عَلَى أَنْ يَفْعَلَهَا فِي أَكْثَرِ الْأَحْوَالِ بِغَيْرِ مُشَقَّةٍ".[2]

''اس کلام میں یہ اشارہ ہے کہ بلاشبہ صدقہ کسی ایک محسوس کام میں منحصر نہیں۔ مثال کے طور پر [استطاعت] صدقہ صرف مال و دولت والوں ہی کے ساتھ خاص نہیں، بلکہ ہر شخص عام حالات میں بلا مشقت صدقہ کرسکتا ہے۔''

اور اس میں چنداں تعجب نہیں، کیونکہ ہمارے نبی کریم ﷺ۔ جیسا کہ آپ ﷺ نے خود فرمایا ہے۔ آسانی کرنے والے معلّم بنا کر مبعوث کیے گئے تھے۔[3]

۳۔ ایک ہی نشست میں ضمام رضی اللہ عنہ کے متعدد سوالات:

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں:

" بَيْنَمَا نَحْنُ جُلُوسٌ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِي الْمَسْجِدِ دَخَلَ رَجُلٌ عَلَى جَمَلٍ، فَأَنَاخَه فِي الْمَسْجِدِ، ثُمَّ عَقَلَهٗ ثُمَّ قَالَ لَهُمْ: "أَيُّكُمْ مُحَمَّدٌ ﷺ؟ وَالنَّبِيُّ ﷺ مُتَّكِئٌ بَيْنَ ظَهْرَانَيْهِمْ،

فَقُلْنَا: "هٰذَا الرَّجُلُ الْأَبْيَضُ الْمُتَّكِئُ."

فَقَالَ لَهُ الرَّجُلُ: "اِبْنَ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ؟".

---

[1] فتح الباري ۱/۳۰۹؛ نیز ملاحظہ ہو: بهجة النفوس ۱/۱٤٦؛ اور کتاب ھذا کے صفحات ۲۳۰۔۲۳۷۔

[2] منقول از فتح الباري ۱۰/٤٤٨؛ نیز ملاحظہ ہو: عمدة القاري ۲۲/۱۱۲۔

[3] اس حدیث کی تخریج اور اس کے بارے میں تفصیل کتاب ھذا کے ص ۳۲٦ پر ملاحظہ فرمائیے۔

فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ: "قَدْ أَجَبْتُكَ".

فَقَالَ الرَّجُلُ لِلنَّبِيِّ ﷺ: "إِنِّي سَائِلُكَ فَمُشَدِّدٌ عَلَيْكَ فِي الْمَسْأَلَةِ، فَلَا تَجِدْ عَلَيَّ فِي نَفْسِكَ".

فَقَالَ: "سَلْ عَمَّا بَدَا لَكَ".

فَقَالَ: "أَسْأَلُكَ بِرَبِّكَ، وَرَبِّ مَنْ قَبْلَكَ، آللّٰهُ أَرْسَلَكَ إِلَى النَّاسِ كُلِّهِمْ؟".

فَقَالَ: "اَللّٰهُمَّ نَعَمْ".

قَالَ: "أَنْشُدُكَ بِاللّٰهِ! آللّٰهُ أَمَرَكَ أَنْ نُصَلِّيَ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسَ فِي الْيَوْمِ وَاللَّيْلَةِ؟".

قَالَ: "اَللّٰهُمَّ نَعَمْ".

قَالَ: "أَنْشُدُكَ بِاللّٰهِ! آللّٰهُ أَمَرَكَ أَنْ نَصُومَ هٰذَا الشَّهْرَ مِنَ السَّنَةِ؟

قَالَ: "اَللّٰهُمَّ نَعَمْ".

قَالَ: "أَنْشُدُكَ بِاللّٰهِ! آللّٰهُ أَمَرَكَ أَنْ تَأْخُذَ هٰذِهِ الصَّدَقَةَ مِنْ أَغْنِيَائِنَا فَتَقْسِمَهَا عَلٰى فُقَرَائِنَا؟".

فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: "اَللّٰهُمَّ نَعَمْ".

فَقَالَ الرَّجُلُ: "آمَنْتُ بِمَا جِئْتَ بِهِ، وَأَنَا رَسُولُ مَنْ وَرَائِي مِنْ قَوْمِي، وَأَنَا ضِمَامُ بْنُ ثَعْلَبَةَ أَخُو بَنِي سَعْدِ بْنِ بَكْرٍ رضي الله عنه".[1]

''ایک دفعہ ہم مسجد میں نبی ﷺ کے ساتھ بیٹھے تھے کہ اونٹ پر سوار ایک شخص داخل ہوا، اس نے اس کو مسجد میں بٹھایا، پھر اس کے گھٹنوں کو باندھا، پھر ان (صحابہ کرام) سے دریافت کیا: ''تم میں محمد (ﷺ) کون ہے؟''

نبی ﷺ اس وقت ٹیک لگائے لوگوں کے روبرو تشریف فرما تھے۔

ہم نے کہا: ''یہ سفید رنگ والے ٹیک لگائے ہوئے شخص۔''

اس [شخص] نے آپ ﷺ سے کہا: ''کیا عبدالمطلب کے فرزند ہو!''

نبی ﷺ نے اس سے فرمایا: '' بے شک میں تمہیں جواب دے چکا ہوں۔'' اس آدمی نے

---

[1] صحيح البخاري، كتاب العلم، باب ما جاء في العلم، وقوله تعالىٰ: ﴿وَقُلْ رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا﴾، رقم الحديث ٦٣، ١/١٤٩.

کہا: ''بلاشبہ میں تم سے [کچھ] دریافت کر رہا ہوں اور دورانِ سوال تم پر سختی کروں گا۔ تو تم اپنے دل میں میرے بارے ملال نہ لانا۔''

آپ ﷺ نے فرمایا: ''جو چاہو پوچھو۔''

اس نے کہا: ''میں تمہیں تمہارے رب، اور تم سے پہلے لوگوں کے رب کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ آیا اللہ تعالیٰ نے تمہیں تمام لوگوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا ہے؟''

آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں، اللہ کی قسم!''

اس نے کہا: ''میں تمہیں اللہ تعالیٰ کی قسم دیتا ہوں: کیا اللہ تعالیٰ نے تمہیں حکم دیا کہ ہم رات دن میں پانچ نمازیں پڑھیں؟''

آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں، اللہ تعالیٰ کی قسم!''

اس نے کہا: ''میں تمہیں اللہ تعالیٰ کی قسم دیتا ہوں کیا اللہ تعالیٰ نے تمہیں حکم دیا ہے کہ ہم سال میں اس ماہ کے روزے رکھیں؟''

آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں، اللہ کی قسم!''

اس نے کہا: ''میں تمہیں اللہ تعالیٰ کی قسم دیتا ہوں کہ کیا تمہیں اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ تم یہ زکوٰۃ ہمارے اغنیاء سے لے کر ہمارے فقراء میں تقسیم کر دو؟''

آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں، اللہ کی قسم!''

تب وہ شخص کہنے لگا: ''آپ جو [دین] لائے میں اس پر ایمان لاتا ہوں، میں اپنی قوم کا، جو کہ میرے پیچھے ہیں، قاصد ہوں، میں ضمام بن ثعلبہ، قبیلہ سعد بن بکر سے ہوں۔''

اس روایت سے واضح ہے کہ ضمام رضی اللہ عنہ نے ایک ہی نشست میں چار سوالات کیے، دورانِ گفتگو درشت لہجہ اختیار کیا اور صادق و مصدوق نبی کریم ﷺ کو قسم دے کر ہر سوال کے جواب کا تقاضا کیا۔ صرف یہی نہیں بلکہ صحیح مسلم کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ ضمام رضی اللہ عنہ نے ان چار سوالات کے علاوہ، کچھ اور استفسارات بھی کیے۔ اسی روایت میں ہے:

"قَالَ: "فَمَنْ خَلَقَ السَّمَاءَ؟"

قَالَ: "اَللّٰهُ".

قَالَ: "فَمَنْ خَلَقَ الْأَرْضَ؟".

قَالَ: "اَللّٰہُ".
قَالَ: "فَمَنْ نَصَبَ هٰذِهِ الْجِبَالَ وَجَعَلَ فِيهَا مَا جَعَلَ؟"
قَالَ: "اَللّٰہُ".
قَالَ: "فَبِالَّذِي خَلَقَ السَّمَاءَ، وَخَلَقَ الْأَرْضَ، وَنَصَبَ هٰذِهِ الْجِبَالَ، آللّٰهُ أَرْسَلَكَ؟".
قَالَ: "نَعَمْ".
قَالَ: "وَزَعَمَ رَسُولُكَ أَنَّ عَلَيْنَا خَمْسَ صَلَوَاتٍ فِي يَوْمِنَا وَلَيْلَتِنَا".
قَالَ: "صَدَقَ".
قَالَ: فَبِالَّذِي أَرْسَلَكَ، آللّٰهُ أَمَرَكَ بِهٰذَا؟
قَالَ: "نَعَمْ."
قَالَ: "وَزَعَمَ رَسُولُكَ أَنَّ عَلَيْنَا زَكَاةً فِي أَمْوَالِنَا".
قَالَ: "صَدَقَ".
قَالَ: "فَبِالَّذِي أَرْسَلَكَ، آللّٰهُ أَمَرَكَ بِهٰذَا؟".
قَالَ: "نَعَمْ".
قَالَ: وَزَعَمَ رَسُولُكَ أَنَّ عَلَيْنَا صَوْمَ شَهْرِ رَمَضَانَ فِي سَنَتِنَا". قَالَ: "صَدَقَ".
قَالَ: "فَبِالَّذِي أَرْسَلَكَ، آللّٰهُ أَمَرَكَ بِهٰذَا؟".
قَالَ: "نَعَمْ".
قَالَ وَزَعَمَ رَسُولُكَ أَنَّ عَلَيْنَا حَجَّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا".
قَالَ: "صَدَقَ".[1]

اس نے کہا: ''آسمان کی تخلیق کس نے کی؟''
آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے۔''
اس نے پوچھا: ''زمین کی تخلیق کس نے کی؟''
آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے۔''
اس نے دریافت کیا: ''ان پہاڑوں کو کس نے نصب کیا اور جو کچھ ان میں رکھا گیا ہے وہ کس نے

---

[1] صحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب السوال عن أركان الإسلام، جزء من رقم الرواية ١٠ (١٢)، ١/ ٤١-٤٢.

رکھا؟''

آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے۔''

اس نے کہا: ''اس ذات کی قسم جس نے آسمان کو بنایا، زمین کی تخلیق کی اور ان پہاڑوں کو گاڑا، کیا اللہ تعالیٰ نے تجھے [رسول بنا کر] بھیجا ہے؟''

آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں''

اس نے کہا: ''اور تمہارے قاصد نے گمان کیا کہ دن اور رات میں ہمارے ذمہ پانچ نمازیں ہیں؟''

آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس نے سچ کہا۔''

اس نے کہا: ''تجھے اس ذات کی قسم جس نے تجھے مبعوث کیا! کیا اللہ تعالیٰ نے تجھے اس بات کا حکم دیا ہے؟''

آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں''

اس نے کہا: ''اور تمہارے قاصد نے گمان کیا کہ ہمارے ذمہ ہمارے مالوں کی زکوٰۃ ہے؟''

آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس نے سچ کہا۔''

اس نے کہا: ''تجھے اس ذات کی قسم جس نے تجھے رسول بنا کر بھیجا، کیا اللہ تعالیٰ نے تجھے اس بات کا حکم دیا ہے؟''

آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں''

اس نے کہا: '' اور تیرے قاصد نے گمان کیا کہ سال میں ہم پر ماہِ رمضان کے روزے [فرض] ہیں؟''

آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس نے سچ کہا۔''

اس نے کہا: ''تجھے اس ذات کی قسم جس نے تمہیں بھیجا! کیا اللہ تعالیٰ نے تمہیں اس بات کا حکم دیا ہے؟''

آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں۔''

اس نے کہا: ''اور تیرے قاصد نے گمان کیا کہ ہم میں سے صاحب استطاعت پر حج فرض ہے؟''

آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس نے سچ کہا۔''

اس روایت سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت ضمام رضی اللہ عنہ نے سابقہ روایت میں موجود چار سوالات کے علاوہ آنحضرت ﷺ کے روبرو اور استفسارات بھی پیش کیے۔ آپ ﷺ ایک ہی نشست میں، ایک ہی شخص کی طرف سے متعدد سوالات کرنے پر خفا نہ ہوئے، بلکہ ہر سوال کا جواب دیا۔

اے ہمارے اللہ کریم! سائلین کے سوالات کے جواب دینے میں ہمیں نبی کریم ﷺ کے اسوۂ مبارکہ کو اختیار کرنے کی توفیق عطا فرما۔ آمین یا حی یا قیوم.

(26)

عمدہ استفسار کی تعریف

ہمارے نبی کریم ﷺ اچھے سوال کو پسند فرماتے اور اس کے کرنے والے کی تعریف کرتے۔ سیرت طیبہ میں موجود شواہد میں سے چار ذیل میں توفیق الٰہی سے پیش کیے جا رہے ہیں:

ا۔ معاذ رضی اللہ عنہ کے عمدہ سوال کی تعریف:

امام ابوداود طیالسی رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے بیان کیا:

" قُلْتُ: " يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! أَخْبِرْنِيْ بِعَمَلٍ يُّدْخِلُنِي الْجَنَّةَ".

قَالَ: " بَخٍ بَخٍ، لَقَدْ سَأَلْتَ عَنْ عَظِيْمٍ، وَإِنَّهُ لَيَسِيْرٌ عَلَى مَنْ يَسَّرَهُ اللّٰهُ، صَلِّ الصَّلَاةَ الْمَكْتُوْبَةَ، وَأَدِّ الزَّكَاةَ الْمَفْرُوْضَةَ".[1]

''میں نے عرض کیا: ''یارسول اللہ ﷺ! مجھے جنت میں داخل کر دینے والا عمل بتلائیے!''

آپ ﷺ نے فرمایا: ''شاباش! شاباش! بے شک تو نے عظیم [چیز] کے بارے میں سوال کیا۔ اور بلاشبہ وہ اس شخص کے لیے آسان عمل ہے، جس پر اللہ تعالیٰ آسان کر دے۔ فرض نماز پڑھو اور فرضِ زکوٰۃ ادا کرو۔''

اس حدیث شریف سے واضح ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے عمدہ سوال کو سراہا اور ان کی تعریف بایں الفاظ فرمائی: ''آفرین! آفرین! بلاشبہ تو نے عظیم [چیز] کے بارے میں سوال کیا ہے۔'' لفظ [بخ] جیسا کہ علامہ اسماعیل جوہری رحمہ اللہ تعالیٰ نے بیان کیا ہے۔ کسی چیز کی تعریف اور اس کے بارے میں اظہارِ خوشی کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ علاوہ ازیں آپ ﷺ نے بات میں زور پیدا کرنے کی خاطر یہ لفظ دو مرتبہ فرمایا۔[2]

---

[1] مسند أبی داود الطیالسي، أحادیث معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ، جزء من رقم الحدیث ٥٦١، ١/٤٥٥۔٤٥٦. اس حدیث کے متعلق ڈاکٹر محمد بن عبدالمحسن الترکی نے تحریر کیا ہے کہ یہ اپنی [متعدد] اسانید کے جمع کرنے سے [حسن] ہے۔ (ملاحظہ ہو: ہامش المسند ١/٤٥٧).

[2] ملاحظہ ہو: الصحاح، باب الخاء، فصل الباء، مادۃ [بخ]، ١/٤١٨.

۲۔ اچھے سوال پر ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی تعریف:

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ بلاشبہ انہوں نے عرض کیا:

" يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! مَنْ أَسْعَدُ النَّاسِ بِشَفَاعَتِكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ؟".

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: " لَقَدْ ظَنَنْتُ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ أَنْ لَا يَسْأَلَنِي عَنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ أَحَدٌ أَوَّلَ مِنْكَ لِمَا رَأَيْتُ مِنْ حِرْصِكَ عَلَى الْحَدِيْثِ. أَسْعَدُ النَّاسِ بِشَفَاعَتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَنْ قَالَ: " لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ خَالِصًا مِنْ قَلْبِهِ أَوْ نَفْسِهِ". [1]

''یا رسول اللہ ﷺ! روزِ قیامت آپ کی شفاعت کی سعادت کس کو سب سے زیادہ میسر آئے گی؟''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اے ابو ہریرہ! حدیث کے متعلق تمہاری حرص کے پیش نظر مجھے یقین تھا کہ تم سے پہلے اس کے متعلق مجھ سے کوئی دریافت نہ کرے گا۔ روزِ قیامت میری شفاعت سے سب سے زیادہ فیض یاب وہ ہوگا، جس نے سچے دل یا سچے جی سے ''لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ'' کہا۔''

امام ابن ابی جمرہ رحمہ اللہ تعالیٰ شرح حدیث میں رقم طراز ہیں:

" فِي هٰذَا دَلِيْلٌ عَلٰى أَنَّ مِنَ السُّنَّةِ إِدْخَالَ السُّرُوْرِ عَلَى السَّائِلِ قَبْلَ رَدِّ الْجَوَابِ عَلَيْهِ لِأَنَّهُ عَلَيْهِ السَّلَام قَدَّمَ قَوْلَهُ: " لَقَدْ ظَنَنْتُ"، عَلَى رَدِّ الْجَوَابِ عَلَيْهِ. وَالسِّرُّ الَّذِي فِي هٰذَا الْإِخْبَارِ مِنْ إِدْخَالِ السُّرُوْرِ، وَهُوَ أَنَّهُ لَا يَتَأَتَّى مَا أَخْبَرَ بِهِ حَتَّى يَكُوْنَ كَمَا قَالَ: " لِمَا رَأَيْتُ مِنْ حِرْصِكَ عَلَى الْحَدِيْثِ". وَلَا يَظْهَرُ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَام مِنْهُ الْحِرْصُ عَلَى الْحَدِيْثِ إِلَّا إِذَا كَانَ يَلْتَفِتُ إِلَيْهِ عَلَى الدَّوَامِ، وَيُرَاعِي أَقْوَالَهُ وَأَفْعَالَهُ، وَالْتِفَاتَهُ عَلَيْهِ السَّلَام لَحْظَةً وَاحِدَةً لِلشَّخْصِ كَانَ عِنْدَ الصَّحَابَةِ أَعْظَمَ مَا يَكُوْنَ مِنَ السُّرُوْرِ، فَكَيْفَ بِهَا فِي مُرُوْرِ الْأَيَّامِ وَاللَّيَالِي". [2]

''اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ مسنون طریقہ یہ ہے کہ جواب دینے سے پیشتر سائل کو خوش کیا جائے، جیسا کہ آپ ﷺ نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا [حدیث کے بارے میں تمہاری حرص کے پیش نظر۔

---

[1] صحيح البخاري، كتاب العلم، باب الحرص على الحديث، رقم الحديث ۹۹، ۱/۱۹۳.

[2] بهجة النفوس ۱/۱۳۳.

حدیث کے بارے میں ان کی حرص آنحضرت ﷺ کے لیے تب ہی ظاہر ہوئی ہوگی، جب کہ آپ تسلسل کے ساتھ ان کی طرف التفات فرماتے رہے ہوں گے اور ان کے اقوال و افعال کا جائزہ لیتے رہے ہوں گے۔ صحابہ کے نزدیک لمحہ بھر کے لیے آنحضرت ﷺ کا کسی کی جانب نظرِ عنایت فرمانا عظیم ترین مسرت کی بات تھی، تو جب یہ تسلسل کے ساتھ دنوں اور راتوں میں ہو، تو پھر سرور اور مسرت کس قدر ہوگی؟''

حضرت امام رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ بھی بیان فرمایا کہ آنحضرت ﷺ نے دو اور طریقوں سے بھی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے لیے سرور و شادمانی کا سامان مہیا فرمایا: ان میں سے پہلی بات یہ تھی کہ آنحضرت ﷺ کا ان کے متعلق سب سے پہلے سوال کرنے کے گمان کرنے کا سبب یہ تھا کہ انہیں حصولِ حدیث کی شدید خواہش تھی۔ اللہ اکبر! یہ سبب کس قدر جلیل القدر اور عظیم الشان ہے! ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ اے ہمارے مولائے کریم! ہم ناکاروں کو بھی اس عظیم نعمت سے بہرہ ور فرما دیجیے۔ إِنَّكَ قَرِيْبٌ مُجِيْبٌ.

دوسری بات یہ تھی کہ آنحضرت ﷺ نے جواب دینے سے پیشتر کنیت سے پکارا۔ اور اس طرح پکارنے سے شاگرد کو ہونے والی خوشی محتاجِ بیان نہیں اور خصوصاً جب کہ ندا کرنے والے حبیب رب العالمین ﷺ ہوں۔[1]

حدیث شریف میں دیگر فوائد:

حدیث شریف میں موجود دیگر فوائد میں سے چار درج ذیل ہیں:

[۱] آنحضرت ﷺ کا شاگرد کی استعداد اور صلاحیت سے آگاہ ہونا۔ علامہ ابن بطال رحمہ اللہ تعالیٰ نے تحریر کیا ہے:

"فِي الْحَدِيْثِ أَنَّ لِلْعَالِمِ أَنْ يَتَفَرَّسَ فِيْ مُتَعَلِّمِيْهِ ، فَيَنْظُرَ فِيْ كُلِّ وَاحِدٍ مِقْدَارَ تَقَدُّمِهٖ فِيْ فَهْمِهٖ ."[2]

''حدیث سے یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ عالم کو چاہیے کہ اپنے شاگردوں پر گہری نظر رکھے، اور ہر ایک کی سمجھ بوجھ کی صلاحیت سے آگاہ ہو۔''

[۲] آنحضرت ﷺ کا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو ان کی حرص حدیث کے متعلق اپنی رائے سے آگاہ فرمانا۔ علامہ

[1] ملاحظہ ہو: بهجة النفوس ۱/۱۳۳۔۱۳۴.

[2] منقول از: الكواكب الدراري في شرح صحيح البخاري ۲/۹۵.

عینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فوائد حدیث بیان کرتے ہوئے تحریر کیا ہے:

" فِيهِ تَفَرُّسِ الْعَالِمِ فِي مُتَعَلِّمِهِ ، وَتَنْبِيهُهُ عَلَى ذَلِكَ لِكَوْنِهِ أَبْعَثَ عَلَى اِجْتِهَادِهِ فِي الْعِلْمِ ."[1]

"عالم کا اپنے شاگرد کی صلاحیت کو پہچاننا اور اس کو اس سے آگاہ کرنا، کیونکہ یہ بات [حصول] علم کے لیے کوشش کرنے پر بہت زیادہ اُبھارتی ہے۔"

۳۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے سوال کرنے تک آنحضرت ﷺ کا اس حدیث کے متعلق سکوت اختیار فرمانا۔ اس بارے میں علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ رقم طراز ہیں:

" فِيهِ سُكُوتُ الْعَالِمِ عَنِ الْعِلْمِ إِذَا لَمْ يُسأَلُ حَتَّى يُسْأَلَ ، وَلَا يَكُونُ ذَلِكَ كَتْمًا لِأَنَّ عَلَى الطَّالِبِ السُّؤَالَ، اَللّٰهُمَّ إِذَا تعيّن عَلَيْهِ فَلَيْسَ لَهُ السُّكُوتُ إِلَّا إِذَا تَعَذَّرَ ."[2]

"اس سے عالم کا سوال پوچھے جانے تک کسی علمی بات کے متعلق چپ رہنا [ثابت ہوتا] ہے۔ اور ایسا کرنا [علم کے] چھپانے کے زمرہ میں نہیں آتا، کیونکہ طالب علم کی ذمہ داری ہے کہ وہ سوال کرے، ہاں البتہ جب بتلانا [عالم پر] لازم ہو جائے، تو پھر مجبوری کے بغیر خاموش رہنے کا اس کو اختیار نہیں۔"

۴۔ آنحضرت ﷺ نے جواب میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے متعلقہ بات کا پہلے ذکر کیا اگرچہ انہوں نے اس کے بارے میں دریافت نہیں کیا تھا۔ اس سلسلے میں امام ابن ابی جمرہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے تحریر کیا ہے:

" فِيهِ دَلِيلٌ عَلَى تَقْدِيمِ الْأَوْلىٰ فِي حَقِّ السَّائِلِ ، وَإِنْ كَانَ لَمْ يَسْأَلْ عَنْهُ لِأَنَّهُ عليه السلام عَدَلَ عَنِ الْجوابِ الَّذِي هُوَ عَام لِلسَّائِلِ وَغَيْرِهُ ، وَذَكَرَ قَبْلَهُ مَا هُوَ الْأَوْلىٰ فِي حَقِّهِ، وَمَا يُسَرُّ بِهِ."[3]

"اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ سائل کے حق میں زیادہ مفید بات کو پہلے ذکر کیا جائے، خواہ اس نے اس کے بارے میں دریافت نہ [بھی] کیا ہو۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ نے سائل اور دوسرے لوگوں سے متعلق عام جواب کو چھوڑا اور اس [بات] کو پہلے ذکر فرمایا، جو ان کے حق میں زیادہ مفید تھی اور جس کے ساتھ وہ خوش ہونے والے تھے۔"

---

[1] عمدة القاري ۲/۱۲۸.
[2] المرجع السابق ۲/۱۲۸.
[3] بهجة النفوس ۱/۱۳٤.

۳۔ بدو کے عمدہ سوال کی تعریف:

امام بخاری اور امام بیہقی رحمہما اللہ تعالیٰ نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے بیان فرمایا:

"جَاءَ أَعْرَابِيٌّ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: : "عَلِّمْنِي عَمَلًا يُدْخِلُنِي الْجَنَّةَ".

قَالَ: " لَئِنْ كُنْتَ أَقْصَرْتَ الْخُطْبَةَ، لَقَدْ أَعْرَضْتَ الْمَسْأَلَةَ أَعْتِقِ النَّسَمَةَ وَفُكَّ الرَّقَبَةَ".

قَالَ: "أَوَ لَيْسَا وَاحِدًا؟".

قَالَ: " لَا، عِتْقُ النَّسَمَةِ أَنْ تَفَرَّدَ بِعِتْقِهَا، وَفَكُّ الرَّقَبَةِ أَنْ تُعِيْنَ فِي ثَمَنِهَا، وَالْمِنْحَةَ الْوَكُوْفَ وَالْفَيْءَ عَلَى ذِي الرَّحِمِ الظَّالِمِ فَإِنْ لَمْ تُطِقْ ذٰلِكَ فَأَطْعِمِ الْجَائِعَ، وَاسْقِ الظَّمْآنَ، وَأْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ، وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ. فَإِنْ لَمْ تُطِقْ ذٰلِكَ فَكُفَّ لِسَانَكَ إِلَّا مِنْ خَيْرٍ."[1]

"ایک بدو نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: "مجھے جنت میں داخل کر دینے والا عمل سکھا دیجیے!""

آپ ﷺ نے فرمایا: "بات تو اگرچہ تمہاری مختصر ہے، لیکن مطلوب بہت بڑا ہے، جان آزاد کرو اور گردن چھڑواؤ۔"

اس نے عرض کیا: "کیا یہ دونوں [بیان کردہ اعمال] ایک ہی نہیں؟"

آپ ﷺ نے فرمایا: "نہیں، جان آزاد کرنا یہ ہے کہ تو تنہا اس کو آزاد کرے اور گردن چھڑانا یہ ہے کہ اس کی قیمت کی ادائیگی میں اعانت کرے اور بہت زیادہ دودھ دینے والی اونٹنی یا بکری کا عطیہ دینا اور ظالم قرابت دار سے اچھا سلوک کرنا۔ پس اگر اس کی طاقت نہ ہو، تو بھوکے کو کھلاؤ اور پیاسے کو پلاؤ اور نیکی کا حکم دو اور برائی سے منع کرو اور اگر اس کی [بھی] استطاعت نہ ہو تو خیر کے علاوہ اپنی زبان کو روکے رکھو۔"

[1] مشكاة المصابيح، كتاب العتق، الفصل الثاني، رقم الحديث ٣٣٨٤ (٣)، ٢/ ٢٠، ١٠١١-١٠١١؛ نیز ملاحظہ ہو: الأدب المفرد، باب فضل من يصل ذا الرحم الظالم، رقم الحديث ٦٩، ص ٤٠؛ والسنن الكبرى، كتاب العتق، باب فضل إعتاق النسمة وفك الرقبة، رقم الحديث ٢١٣١٣، ١٠/ ٤٦١؛ البتہ الأدب المفرد میں یہ الفاظ نہیں کہ: "فإن لم تُطق ذلك فأطعم الجائع واسق الظمآن". شیخ البانی نے اس حدیث کی [اسناد کو صحیح] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: هامش مشكاة المصابيح ٢/ ١٠١١؛ وصحيح الأدب المفرد ٤٢-٤٣).

اس حدیث شریف میں آنحضرت ﷺ نے بدو کے عمدہ سوال کی بایں الفاظ تعریف فرمائی:

"لَئِنْ كُنْتَ أَقْصَرْتَ الْخُطْبَةَ لَقَدْ أَعْرَضْتَ الْمَسْأَلَةَ".

''تمہاری بات تو اگرچہ مختصر ہے، لیکن مطلوب بہت بڑا ہے۔''

حدیث شریف میں دیگر فوائد:

حدیث شریف میں دیگر فوائد میں سے دو درج ذیل ہیں:

۱۔ بدو نے آنحضرت ﷺ کے بیان کردہ جواب کے متعلق اپنے اشکال کا اظہار کیا، تو آپ ﷺ خفا نہ ہوئے، بلکہ اس کے اشکال کو دور فرمایا۔[1]

۲۔ جنت میں داخل کرنے والے اعمال کا ذکر فرماتے ہوئے آپ ﷺ نے امت پر آسانی اور سہولت فرمائی۔ [کسی نفس کو آزاد کرنے] سے جنت میں داخل کروانے والے اعمال کا آغاز فرما کر بات کو یہاں تک پہنچایا کہ کچھ اور کرنے کی استطاعت نہ ہو تو [خیر کے علاوہ اپنی زبان کو روکے رکھو]۔[2]

۴۔ اچھے سوال کی بنا پر ایک اور بدو کی تعریف:

امام مسلم رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ:

" إِنَّ أَعْرَابِيًّا عَرَضَ لِرَسُولِ اللّٰهِ ﷺ وَهُوَ فِي سَفَرٍ ، فَأَخَذَ بِخِطَامِ نَاقَتِهِ أَوْ بِزِمَامِهَا ، ثُمَّ قَالَ : " يَا رَسُولَ اللّٰهِ! أَوْيَا مُحَمَّدُ ﷺ! أَخْبِرْنِي بِمَا يُقَرِّبُنِي مِنَ الْجَنَّةِ وَمَا يُبَاعِدُنِي مِنَ النَّارِ".

قَالَ : " فَكَفَّ النَّبِيُّ ﷺ ، ثُمَّ نَظَرَ فِي أَصْحَابِهِ ، ثُمَّ قَالَ : "لَقَدْ وُفِّقَ أَوْ لَقَدْ هُدِيَ." قَالَ : كَيْفَ قُلْتُ؟

قَالَ : فَأَعَادَ.

فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : " تَعْبُدُ اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا، وَتُقِيمُ الصَّلَاةَ ، وَتُؤْتِي الزَّكَاةَ ، وَتَصِلُ الرَّحِمَ ، دَعِ النَّاقَةَ".[3]

''بے شک ایک اعرابی دورانِ سفر نبی ﷺ کے روبرو آیا، آپ کی اونٹنی کی لگام کو تھاما، پھر کہنے لگا: یا رسول اللہ! (ﷺ) یا[4]...... یا محمد ﷺ! مجھے وہ عمل بتلایئے جو مجھے جنت سے قریب کردے

---

[1] اس بارے میں تفصیل کتاب ھذا کے صفحات ۲۳۰۔۲۳۷ پر ملاحظہ ہو۔

[2] اس بارے میں تفصیل کتاب ھذا کے صفحات ۳۲۶۔۳۳۴ پر ملاحظہ فرمایئے۔

[3] صحيح مسلم ، كتاب الإيمان ، باب بيان الإيمان الذي يدخل به الجنة ، وأن من تمسك بما أمر به دخل الجنة ، رقم الحديث ۱۲(۱۳) ، ۱/۴۲۔۴۳۔

[4] راوی کو تردد ہے کہ اس بدو نے (یا رسول اللہ ﷺ!) کہا یا (یا محمد ﷺ!) کے ساتھ ندا دی۔

اور [جہنم کی] آگ سے دور کر دے۔"

راوی نے بیان کیا: "نبی ﷺ رُک گئے، پھر آپ نے اپنے صحابہ کی طرف دیکھا، پھر ارشاد فرمایا: "بلاشبہ یہ [بدو اپنے سوال میں] توفیق خیر عطا کیا گیا ہے، یا اس کی راہ نمائی کی گئی ہے۔"[1]

آپ ﷺ نے [بدو سے] فرمایا: "تم نے کیسے کہا ہے؟"

راوی نے بیان کیا: "اس نے [اپنے سوال کا] اعادہ کیا۔"

نبی ﷺ نے فرمایا: تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ، نماز قائم کرو، زکاۃ ادا کرو اور صلہ رحمی کرو۔ [اب میری] اونٹنی کو چھوڑ دو۔"

اس حدیث سے واضح ہے کہ آپ ﷺ نے اعرابی کے سوال پر اپنی پسندیدگی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا: "بلاشبہ اس کو توفیق دی گئی۔" یا "یقیناً وہ ہدایت دیا گیا۔"

حدیث شریف میں دیگر فوائد:

حدیث شریف میں موجود دیگر فوائد میں سے تین درج ذیل ہیں:

۱۔ آنحضرت ﷺ کا دورانِ سفر سواری پر تشریف فرما ہوتے ہوئے سلسلہ تعلیم کو جاری رکھنا۔[2]

۲۔ آنحضرت ﷺ کا حلم، بردباری اور تواضع کہ بدو کے سواری کی لگام تھام کر روکنے پر آپ ﷺ نے ڈانٹ ڈپٹ نہیں کی، بلکہ سوال کا جواب دینے کی خاطر رکے۔ حضرات صحابہ کو متوجہ فرمایا، عمدہ سوال پر اعرابی کی تعریف کی اور اس کے سوال کا جواب دیا۔[3]

۳۔ آنحضرت ﷺ نے سوال کا جواب دینے سے پیشتر حاضرین کی توجہ اپنی طرف مبذول کروائی تاکہ وہ بھی آپ کے جواب سے فیض یاب ہوں۔

---

[1] راوی کو تردد ہے کہ آنحضرت ﷺ نے دونوں جملوں میں سے کون سا جملہ فرمایا۔

[2] اس بارے میں کتاب ھذا کے صفحات ۵۰۔۵۴ بھی دیکھئے۔

[3] اس بارے میں تفصیل کتاب ھذا کے صفحات ۲۵۰۔۲۵۶ پر دیکھئے۔

(27)

جواب میں تشبیہ وقیاس کا استعمال

ہمارے نبی کریم ﷺ بسا اوقات جواب میں تشبیہ وقیاس سے کام لیتے تھے۔ سائل کے مطمئن کرنے میں اس کا اثر چنداں محتاج بیان نہیں۔ توفیق الٰہی سے اس سلسلے میں چار مثالیں ذیل میں پیش کی جارہی ہیں:

ا۔ مقام جہنم کے سائل سے مکانِ شب وروز کے متعلق استفسار:

امام ابن حبان اور امام حاکم رحمہما اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے بیان فرمایا:

" جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ، فَقَالَ: " يَا مُحَمَّدُ ﷺ! أَرَأَيْتَ جَنَّةً عَرْضُهَا السَّمَاوَاتُ وَالْأَرْضُ فَأَيْنَ النَّارُ؟".

قَالَ: " أَرَأَيْتَ اللَّيْلَ الَّذِي قَدْ أَلْبَسَ كُلَّ شَيْءٍ فَأَيْنَ جُعِلَ النَّهَارُ؟".

قَالَ: " اَللّٰهُ أَعْلَمُ".

قَالَ: " كَذٰلِكَ اللّٰهُ يَفْعَلُ مَا يَشَاءُ".[1]

''ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: ''اے محمد (ﷺ)! جنت کا عرض آسمانوں اور زمین کے برابر ہے، تو فرمائیے کہ [جہنم کی] آگ کہاں ہے؟''

آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم بتلاؤ کہ رات ہر چیز پر چھا جاتی ہے، تو دن کو کہاں رکھا گیا؟'' اس نے عرض کیا: ''اللہ تعالیٰ زیادہ بہتر جانتا ہے۔''

آپ ﷺ نے فرمایا: ''اسی طرح اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔''

امام ابن حبان رحمہ اللہ تعالیٰ کی روایت میں ہے:

[1] الإحسان في تقريب صحيح ابن حبان، كتاب العلم، رقم الحديث ۱۰۳، ۳۰۶/۱؛ والمستدرك على الصحيحين، كتاب الإيمان، جواب من سال عن النار، ۳۶/۱. الفاظ حدیث المستدرك على الصحيحين کے ہیں۔ امام حاکم نے اس حدیث کو [صحیحین کی شرط پر صحیح] اور خالی از علت قرار دیا ہے اور حافظ ذہبی نے ان کی تائید کی ہے۔ (ملاحظہ ہو: المرجع السابق ۳۶/۱؛ والتلخيص ۳۶/۱)۔ شیخ شعیب ارناؤوط نے ابن حبان کی سند کو [صحیح مسلم کی شرط پر صحیح] کہا ہے۔ (ملاحظہ ہو: هامش الإحسان ۳۰۷/۱)۔ حافظ ہیثمی نے البزار کی اسی معنی کی حدیث روایت کرنے کے بعد تحریر کیا ہے کہ [اس کے روایت کرنے والے صحیح کے روایت کرنے والے ہیں]۔ (ملاحظہ ہو: مجمع الزوائد ۲۲۷/۶)۔

"فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: "أَرَأَيْتَ هٰذَا اللَّيْلَ قَدْ كَانَ، ثُمَّ لَيْسَ شَيْءٌ، أَيْنَ جُعِلَ؟".
قَالَ: "اَللّٰهُ أَعْلَمُ".
قَالَ: "فَإِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يَشَاءُ".[1]

نبی ﷺ نے فرمایا: ''تم دیکھتے ہو کہ رات تھی، پھر کچھ بھی نہیں، اس کو کہاں رکھا گیا؟''
اس نے عرض کیا: ''اللہ تعالیٰ زیادہ بہتر جانتا ہے۔''
آپ ﷺ نے فرمایا: ''یقیناً اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔''

اس حدیث شریف میں آنحضرت ﷺ نے سائل کی توجہ ایک ایسی بات کی طرف مبذول کروائی، جس کو وہ اچھی طرح جانتا تھا اور صورت مسئولہ کو اسی سے تشبیہ دی۔ امام ابن حبان رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس حدیث شریف پر بایں الفاظ عنوان تحریر کیا ہے:

[ذِكْرُ الْخَبَرِ الدَّالِّ عَلَى إِبَاحَةِ إِجَابَةِ الْعَالِمِ السَّائِلَ بِالْأَجْوِبَةِ عَلَى سَبِيلِ التَّشْبِيهِ وَالْمُقَايَسَةِ دُونَ الْفَصْلِ فِي الْقِصَّةِ][2]

[قصہ میں فیصلہ کن انداز اختیار کیے بغیر عالم کا سائل کو تشبیہ و قیاس کے طریقے سے جواب دینے کے جواز پر دلالت کناں حدیث]

۲۔ بچے اور والدین کے رنگوں میں اختلاف کے لیے اونٹوں کی مثال:

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے اور انہوں نے نبی کریم ﷺ سے کہ:

"أَنَّ أَعْرَابِيًّا أَتَى رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ، فَقَالَ: "إِن امْرَأَتِي وَلَدَتْ غُلَامًا أَسْوَدَ، وَإِنِّي أَنْكَرْتُهُ".
فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: "هَلْ لَكَ مِنْ إِبِلٍ؟".
قَالَ: "نَعَمْ".
قَالَ: "فَمَا أَلْوَانُهَا؟".
قَالَ: "حُمْرٌ".
قَالَ: "هَلْ فِيهَا مِنْ أَوْرَقَ؟".

---
[1] الإحسان في تقريب صحيح ابن حبان، ۱/۳۰۶-۳۰۷.
[2] المرجع السابق ۱/۳۰۶.

قَالَ : " إِنَّ فِيهَا لَوُرْقًا".

قَالَ : " فَأَنَّى تُرَى ذٰلِكَ جَاءَ هَا؟".

قَالَ : " يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! عِرْقٌ نَزَعَهَا".

قَالَ : " وَلَعَلَّ هٰذَا عِرْقٌ نَزَعَهُ". وَلَمْ يُرَخِّصْ لَهُ فِي الْاِنْتِفَاءِ مِنْهُ."[1]

''ایک اعرابی نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: ''میری بیوی نے ایک کالے لڑکے کو جنم دیا ہے اور بلاشبہ میں اس کا انکار کرتا ہوں [یعنی اس کو اپنا نہیں سمجھتا]۔''

رسول اللہ ﷺ نے اس سے فرمایا: ''کیا تمہارے پاس اونٹ ہیں؟''

اس نے عرض کیا: ''جی ہاں۔''

آپ ﷺ نے پوچھا: ''ان کے رنگ کیا ہیں؟''

اس نے عرض کیا: ''سرخ''

آپ ﷺ نے دریافت فرمایا: ''کیا ان میں کوئی خاکی بھی ہے؟''

اس نے عرض کیا: ''ان میں خاکی رنگ کے ہیں۔'' [یعنی ایک سے زیادہ ہیں۔]

آپ ﷺ نے فرمایا: ''تمہارے خیال میں یہ [رنگ] کس طرح ان کے پاس آ گیا؟''

اس نے جواب دیا: ''یا رسول اللہ ﷺ! کسی رگ نے اس [رنگ] کو کھینچ لیا ہوگا۔''

آپ ﷺ نے فرمایا: ''شاید اس [یعنی بچے کے رنگ] کو [بھی] کسی رگ نے کھینچ لیا ہو۔'' اور آپ ﷺ نے اس کو [بچے کے] انکار کی اجازت نہ دی۔''

اس حدیث شریف میں آنحضرت ﷺ نے بچے اور والدین کے رنگوں میں باہمی اختلاف کی بنا پر بچے کو اپنانے سے انکار کرنے والے اعرابی کے لیے اونٹوں کی مثال بیان کی، جن کے بارے میں وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ بسا اوقات سرخ اونٹ خاکی رنگ کے بچوں کو جنم دیتے ہیں۔ آپ ﷺ نے اس کے لیے واضح فرمایا کہ اسی طرح بسا اوقات سفید رنگ کے والدین کے ہاں سیاہ رنگ والا بچہ پیدا ہوتا ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس حدیث شریف پر باب بایں الفاظ باندھا ہے:

[بَابُ مَنْ شَبَّهَ أَصْلًا مَعْلُوْمًا بِأَصْلٍ مُّبَيَّنٍ ، وَقَدْ بَيَّنَ النَّبِيُّ ﷺ حُكْمَهُمَا لِيُفْهِمَ السَّائِلَ][2]

---

[1] صحيح البخاري، كتاب الاعتصام بالكتاب والسنة، رقم الحديث ٧٣١٤، ١٣/٢٩٦.

[2] المرجع السابق ١٣/٢٩٦.

[اس بارے میں باب کہ ایک امر معلوم کو دوسرے امر واضح سے تشبیہ دینا تا کہ پوچھنے والا سمجھ جائے اور نبی ﷺ دونوں کا حکم، بیان فرما چکے ہوں]

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ نے تحریر کیا ہے:

"إِنَّ الَّذِي وَرَدَ عَنْهُ ﷺ مِنَ التَّمْثِيْلِ إِنَّمَا هُوَ تَشْبِيْهُ أَصْلٍ بِأَصْلٍ، وَالْمُشَبَّهُ أَخْفىٰ عِنْدَ السَّائِلِ مِنَ الْمُشَبَّهِ بِهِ، وَفَائِدَةُ التَّشْبِيْهِ التَّقْرِيْبُ لِفَهْمِ السَّائِلِ."[1]

"جو مثال آنحضرت ﷺ سے وارد ہے وہ ایک اصل کو دوسری اصل سے تشبیہ دینے کی ہے اور مشبّہ سائل کے نزدیک مشبّہ بہ سے نسبتاً زیادہ مخفی ہے اور تشبیہ کا فائدہ [بات کو] فہم سائل کے قریب کرنا ہے۔"

حدیث شریف میں دیگر فوائد:

حدیث شریف میں موجود دیگر فوائد میں سے دو مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ آنحضرت ﷺ نے اسلوب استفہام استعمال فرماتے ہوئے اعرابی کے اشکال کا آخری جواب دینے سے پیشتر اس سے چار سوالات کیے۔[2]

۲۔ آپ ﷺ نے مثال بیان کرتے وقت اعرابی کے احوال کو پیش نظر رکھا کہ آپ نے اونٹ کی مثال بیان فرمائی اور بدوؤں کا اونٹوں سے تعلق محتاج بیان نہیں۔[3]

۳۔ نذر حج کی قرض سے تشبیہ:

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے کہ:

"أَنَّ امْرَأَةً جَاءَتْ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَتْ: "إِنَّ أُمِّي نَذَرَتْ أَنْ تَحُجَّ فَمَاتَتْ قَبْلَ أَنْ تَحُجَّ، أَفَأَحُجُّ عَنْهَا؟".

قَالَ: "نَعَمْ، حُجِّي عَنْهَا، أَرَأَيْتِ لَوْ كَانَ عَلَى أُمِّكِ دَيْنٌ أَكُنْتِ قَاضِيَتَهُ؟".

قَالَتْ: "نَعَمْ".

قَالَ: "فَاقْضُوا اللّٰهَ الَّذِي لَهُ، فَإِنَّ اللّٰهَ أَحَقُّ بِالْوَفَاءِ".[4]

---

[1] فتح الباري ۲۹۶/۱۳.

[2] اس بارے میں تفصیل کتاب ھذا کے صفحات ۱۶۵۔۱۷۰ پر ملاحظہ ہو۔

[3] اس بارے میں تفصیل کتاب ھذا کے صفحات ۲۸۸۔۳۰۱ پر ملاحظہ فرمائیے۔

[4] صحيح البخاري، كتاب الاعتصام بالكتاب والسنة، باب من شبه أصلاً معلوماً بأصل مبين ......، رقم الحديث ۷۳۱۵، ۲۹۶/۱۳.

''ایک خاتون نبی ﷺ کے پاس آئیں اور اس نے عرض کیا: ''میری ماں نے حج کی نذر مانی تھی، [لیکن] وہ حج کرنے سے پہلے فوت ہوگئیں۔ کیا میں ان کی طرف سے حج کروں؟''

آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں! ان کی طرف سے حج کرو، تمہارا کیا خیال ہے کہ اگر تمہاری والدہ کے ذمہ قرض ہوتا، تو تم اس کو ادا کرتیں؟''

اس نے عرض کیا: ''جی ہاں۔''

آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''پس جو اللہ تعالیٰ کا حق ہے اس کو ادا کرو، کیونکہ اللہ تعالیٰ وفا [ادائے قرض] کا سب سے زیادہ حق دار ہے۔''

اس حدیث میں آنحضرت ﷺ نے نذر حج کی صورت میں سائلہ کی ماں کے ذمہ جو قرض الٰہی تھا، اس کو بندوں کے واجب الذمہ قرض سے تشبیہ دیتے ہوئے فرمایا کہ: ''اللہ تعالیٰ وفا کا سب سے زیادہ حق دار ہے۔'' اور سوال کرنے والی خاتون لوگوں کے واجب الذمہ قرض کی ادائیگی کے حکم سے خوب آگاہ تھی۔

۴۔ میّت پر واجب روزوں کی قرض سے تشبیہ:

امام مسلم رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے بیان کیا:

" جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: " يَا رَسُولَ اللّٰهِ! إِنَّ أُمِّي مَاتَتْ، وَعَلَيْهَا صَوْمُ شَهْرٍ، أَفَأَقْضِيهِ عَنْهَا؟".

فَقَالَ: "لَوْ كَانَ عَلَى أُمِّكَ دَيْنٌ أَكُنْتَ قَاضِيَهُ عَنْهَا؟"

قَالَ: " نَعَمْ".

قَالَ: " فَدَيْنُ اللّٰهِ أَحَقُّ أَنْ يُقْضَى". [1]

''ایک شخص نے نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: ''یا رسول اللہ ﷺ! میری والدہ فوت ہوگئی ہیں اور ان کے ذمہ ایک ماہ کے روزے ہیں۔ کیا میں ان کی طرف سے روزے رکھوں؟''

آپ ﷺ نے فرمایا: ''اگر تمہاری والدہ کے ذمہ قرض ہو، تو کیا تم ان کی طرف سے اس کو ادا کرو گے؟''

اس نے عرض کیا: ''جی ہاں۔''

---

[1] صحيح مسلم، كتاب الصيام، باب قضاء الصيام عن الميت، رقم الحديث ١٥٥ (١١٤٨)، ٢/٤ ٨٠٤.

آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کا قرض ادائیگی کا زیادہ حق دار ہے۔'' [یعنی اللہ تعالیٰ کے قرض کا ادا کرنا زیادہ ضروری ہے۔]''

اس حدیث شریف میں آنحضرت ﷺ نے جواب دینے سے پیشتر فوت ہونے والی عورت کے ذمہ واجب روزوں کو قرض سے تشبیہ دی اور یہ انداز اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے سائل کی تشفی اور تسلی میں اضافے کا سبب بنتا ہے۔

حدیث شریف میں فائدہ دیگر:

علاوہ ازیں آنحضرت ﷺ نے اس حدیث شریف اور سابقہ حدیث شریف میں اسلوب استفہام استعمال فرمایا۔[1]

گفتگو کا خلاصہ یہ ہے کہ ہمارے نبی کریم ﷺ بسا اوقات سوال کا جواب دیتے وقت تشبیہ اور قیاس استعمال فرمایا کرتے تھے۔

[1] اس بارے میں تفصیل کتاب ھذا کے صفحات ۱۶۵۔۱۷۰ پر ملاحظہ ہو۔

(28)

سوال سے زیادہ جواب

ہمارے نبی کریم ﷺ سوال کرنے والے کی حاجت اور ضرورت کو مدِ نظر رکھتے ہوئے پوچھی گئی بات سے بسا اوقات زیادہ بھی بتا دیا کرتے تھے۔ آپ ﷺ کا یہ مبارک طریقہ آپ کے عظیم علم، امت کے لیے کمال خیر خواہی اور تعلیم وتزکیہ کی شدید خواہش پر دلالت کناں ہے۔ اس سلسلے میں ذیل میں توفیق الٰہی سے چار شواہد پیش کیے جا رہے ہیں:

ا۔ سمندری پانی سے وضو کے سائل کو مردار سمندر کا حکم بتانا:

حضرات ائمہ احمد، ابوداود، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ رحمہم اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں:

" سَأَلَ رَجُلٌ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ: " يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنَّا نَرْكَبُ الْبَحْرَ، وَنَحْمِلُ مَعَنَا الْقَلِيْلَ مِنَ الْمَاءِ، فَإِنْ تَوَضَّأْنَا بِهِ عَطِشْنَا، أَفَنَتَوَضَّأُ بِمَاءِ الْبَحْرِ؟".

فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "هُوَ الطَّهُوْرُ مَاؤُهُ، وَالْحِلُّ مَيْتَتُهُ".[1]

''ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے استفسار کرتے ہوئے عرض کیا: ''یا رسول اللہ ﷺ! ہم سمندر میں سوار ہوتے ہیں۔[2] اور پانی کی قلیل مقدار اپنے ہمراہ لے جاتے ہیں۔ اگر ہم [اس سے] وضو کریں تو پیاسے رہ جائیں۔ تو کیا ہم سمندر کے پانی سے وضو کر لیا کریں؟'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس کا پانی پاک اور پاک کرنے والا ہے اور اس کا مردار حلال ہے۔''

اس حدیث شریف سے یہ بات واضح ہے کہ آنحضرت ﷺ سے صرف سمندر کے پانی سے وضو کے

---

[1] المسند ٢/٣٦١ (ط: المكتب الاسلامي)؛ وسنن أبي داود، كتاب الطهار، باب الوضوء بماء البحر، رقم الحديث ٨٣، ١/١٠٦؛ وجامع الترمذي، أبواب الطهارة، باب ما جاء في ماء البحر أنه طهور، رقم الحديث ٦٩، ١/١٨٧-١٨٨؛ وسنن النسائي، كتاب المياه، الوضوء بماء البحر، ١/١٧٦؛ وسنن ابن ماجة، أبواب الطهارة، باب الوضوء بماء البحر، رقم الحديث ٤٠٠، ١/٧٦. الفاظ حدیث سنن أبي داود کے ہیں۔ امام ترمذی نے اس حدیث کو [حسن صحیح] اور شیخ البانی نے [صحیح] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: جامع الترمذي ١/١٩٢، وصحيح سنن أبي داود ١/١٩).

[2] یعنی کشتیوں میں سوار ہو کر اس میں سفر کرتے ہیں۔ (ملاحظہ ہو: مرقاة المفاتيح ٢/ ١٨٠).

متعلق سوال کیا گیا، تو آپ نے صرف اسی بات کا جواب دینے پر اکتفا نہ کیا، بلکہ سائل کی ضرورت کو پیش نظر رکھتے ہوئے سمندر کے مردار کا حکم بھی بیان فرمادیا۔ اس بارے میں امام رافعی رحمہ اللہ تعالیٰ رقم طراز ہیں:

" لَمَّا عَرَّفَ اِشْتِبَاهَ الْأَمْرِ عَلَى السَّائِلِ فِي مَاءِ الْبَحْرِ أَشْفَقَ أَنْ يَشْتَبِهَ عَلَيْهِ حُكْمُ مَيْتَتِهِ ، وَقَدْ يَبْتَلِي بِهَا رَاكِبُ الْبَحْرِ، فَعقَّبَ الجَوابَ عَنْ سُؤَالِهِ بِبَيَانِ حُكْمِ الْمَيْتَةِ."[1]

''جب آپ ﷺ نے بحری پانی کے متعلق سائل کا اشتباہ دیکھا، تو آپ کو خدشہ ہوا کہ وہ اس کے مردار کے بارے میں بھی اشتباہ کا شکار ہوگا اور بسا اوقات سمندری سوار اس اشتباہ میں مبتلا بھی ہوجاتا ہے،[2] سو آپ ﷺ نے اس کے سوال کا جواب دینے کے بعد مردار کا حکم بھی بیان فرمادیا۔''

ملا علی القاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے تحریر کیا ہے:

" لَمَّا سُئِلَ النَّبِيُّ ﷺ عَنْ مَاءِ الْبَحْرِ ، وَعَلِمَ جَهْلَهُمْ بِحُكْمِ مَائِهِ قَاسَ جَهْلَهُمْ بِحُكْمِ صَيْدِهِ مَعَ عُمُومِ قَوْلِهِ تَعَالَىٰ: ﴿ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ ﴾، فَزَادَ فِي الْجَوَابِ إِرْشَادًا وَهِدَايَةً ، كَمَا هُوَ حَالُ الْحَكِيمِ الْعَارِفِ بِالدَّاءِ وَالدَّوَاءِ ، فَقَالَ: " اَلْحِلُّ مَيْتَتُهُ".[3]

''جب آپ ﷺ سے سمندر کے پانی کے بارے میں سوال کیا گیا اور آپ ان کی اس کے حکم سے بے خبری سے آگاہ ہوئے، تو آپ نے اس پر اس کے شکار کے حکم سے ان کی بے خبری کو قیاس فرمایا، خصوصاً اللہ تعالیٰ کے ارشادِ عام کے بعد کہ [تم پر مردار کو حرام کیا گیا][4] آپ ﷺ نے ارشاد و ہدایت کی غرض سے زائد جواب دیا، جیسا کہ بیماری اور علاج سے باخبر دانا شخص کرتا ہے اور فرمایا: ''اس کا مردار حلال ہے۔''

امام ابن العربی رحمہ اللہ تعالیٰ نے تحریر کیا ہے:

" وَذَلِكَ مِنْ مَحَاسِنِ الْفَتْوَىٰ أَنْ يُجَاءَ فِي الْجَوَابِ بِأَكْثَرَ مِمَّا سُئِلَ عَنْهُ تَتْمِيمًا لِلْفَائِدَةِ ، وَإِفَادَةً لِعِلْمٍ غَيْرِ الْمَسْؤُولِ عَنْهُ".[5]

---

[1] منقول از: سبل السلام شرح بلوغ المرام ۱/۱۶.
[2] یعنی اس کو سمندری مردار کھانے کی ضرورت پیش آتی ہے۔
[3] مرقاۃ المفاتیح ۲/۱۸۱.
[4] یعنی اس آیت کریمہ کو اچھی طرح نہ سمجھنے کی بنا پر قوی احتمال تھا کہ وہ غلط فہمی سے سمندری مردار کو بھی حرام سمجھنے لگیں۔
[5] منقول از: سبل السلام ۱/۱۶؛ نیز ملاحظہ ہو: عون المعبود ۱/۱۰۷.

''محاسن فتوی میں سے ہے کہ اتمام فائدہ کی غرض سے پوچھی گئی بات سے زائد جواب دیا جائے اور نہ پوچھی گئی بات کے متعلق [بھی] بتلایا جائے۔''

علامہ امیر صنعانی نے مذکورہ بالا کلام کی شرح میں لکھا ہے:

" وَيَتأَكَّدُ ذَلِكَ عِنْدَ ظُهورِ الْحَاجَةِ إِلَى الْحُكْمِ كَمَا هُنَا ، لِأَنَّ مَنْ توقَّفَ فِي طُهُورِيَّةِ مَاءِ الْبَحْرِ فَهُوَ عَنِ الْعِلْمِ بِحِلِّ مَيْتَتِهِ مَعَ تَقَدُّمِ تَحْرِيمِ الْمَيْتَةِ أَشَدُّ تَوَقُّفًا."[1]

''[کسی چیز کا] حکم جاننے کی ضرورت کے ظاہر ہونے پر، جیسا کہ اس مقام پر ہے، اس بات کی اہمیت اور زیادہ ہو جاتی ہے، کیونکہ سمندری پانی کی طہارت میں متردّد شخص تو اس کے مردار کے حلال ہونے کے متعلق تو بہت ہی زیادہ تردد کا شکار ہوگا، خصوصاً جب کہ پہلے سے مردار کی حرمت کا حکم موجود ہے۔''

۲۔ خراب طریقے سے نماز پڑھنے والے کو نماز کے ساتھ وضو کی تعلیم:

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ:

" أَنَّ رَجُلًا دَخَلَ الْمَسْجِدَ يُصَلِّيْ ، وَرَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِيْ نَاحِيَةِ الْمَسْجِدِ ، فَجَاءَ ،فَسَلَّمَ عَلَيْهِ ،فَقَالَ لَهُ : " اِرْجِعْ فَصَلِّ فَإِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ".

فَرَجَعَ فَصَلَّى ، ثُمَّ سَلَّمَ ، فَقَالَ : " وَعَلَيْكَ، اِرْجِعْ فَصَلِّ فَإِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ".

قَالَ فِي الثَّالِثَةِ : " فَأَعْلِمْنِي".

قَالَ : " إِذَا قُمْتَ إِلَى الصَّلَاةِ فَأَسْبِغِ الْوُضُوْءَ ، ثُمَّ اسْتَقْبِلِ الْقِبْلَةَ ، فَكَبِّرْ ، وَاقْرَأْ بِمَا تَيَسَّرَ مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ ، ثُمَّ ارْكَعْ حَتَّى تَطْمَئِنَّ رَاكِعًا، ثُمَّ ارْفَعْ رَأْسَكَ حَتَّى تَعْتَدِلَ قَائِمًا ، ثُمَّ اسْجُدْ حَتَّى تَطْمَئِنَّ سَاجِدًا، ثُمَّ ارْفَعْ حَتَّى تَسْتَوِيَ وَتَطْمَئِنَّ جَالِسًا ، ثُمَّ اسْجُدْ حَتَّى تَطْمَئِنَّ سَاجِدًا ، ثُمَّ ارْفَعْ حَتَّى تَسْتَوِيَ قَائِمًا، ثُمَّ افْعَلْ ذٰلِكَ فِيْ صَلَاتِكَ كُلِّهَا".[2]

''ایک آدمی نماز پڑھنے کی غرض سے مسجد میں داخل ہوا، اور اس وقت رسول اللہ ﷺ مسجد کے ایک کنارے میں تشریف فرما تھے۔ وہ شخص آیا اور آپ ﷺ کو سلام کہا، تو آپ نے اس کو

---

[1] سبل السلام ۱/۱۶.

[2] صحیح البخاري ، كتاب الأيمان والنذور ، باب إذا حنث ناسياً في الأيمان ، رقم الحديث ۶۶۶۷، ۱۱/۵۴۹.

فرمایا: ''واپس جاؤ اور نماز پڑھو، کیونکہ بلاشبہ تم نے نماز نہیں پڑھی''

پس وہ واپس گیا اور نماز پڑھی، پھر [حاضر خدمت ہو کر] سلام کیا، تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''تجھ پر بھی [سلام ہو]، واپس ہو جاؤ اور نماز پڑھو، یقیناً تم نے نماز نہیں پڑھی''

اس نے تیسری دفعہ عرض کیا: ''مجھے [طریقہ نماز] بتلا دیجیے۔''

آپ ﷺ نے فرمایا: ''جب تم نماز کے لیے کھڑے ہو[1] تو پورا وضو کرو، پھر قبلہ رو ہو کر اللہ اکبر کہو اور اپنے پاس موجود قرآن کا جو حصہ آسانی سے پڑھ سکو پڑھو، پھر رکوع کرو، یہاں تک کہ تم حالت رکوع میں اطمینان سے ہو جاؤ، پھر اپنے سر کو اُٹھاؤ، یہاں تک کہ سیدھے کھڑے ہو جاؤ، پھر سجدہ کرو، یہاں تک کہ حالت سجدہ میں اطمینان سے ہو جاؤ، پھر [اپنے سر کو] اٹھاؤ، یہاں تک کہ سیدھے کھڑے ہو جاؤ، پھر اپنی پوری نماز میں ایسے ہی کرو۔''

اور امام ابوداود رحمہ اللہ تعالیٰ کی روایت میں ہے:

" فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : " إِنَّهَا لَا تَتِمُّ صَلَاةُ أَحَدِكُمْ حَتّٰى يُسْبِغَ الْوُضُوْءَ كَمَا أَمَرَهُ اللّٰهُ تَعَالَى، فَيَغْسِلُ وَجْهَهُ وَيَدَيْهِ إِلَى الْمِرْفَقَيْنِ ، وَيَمْسَحُ بِرَأْسِهِ وَرِجْلَيْهِ إِلَى الْكَعْبَيْنِ ، ثُمَّ يُكَبِّرُ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ وَيَحْمَدُهُ......".[2]

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے کسی کی اس وقت تک نماز پوری نہیں ہوتی، جب تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق مکمل وضو نہ کرے۔ وہ اپنے چہرے اور دونوں بازوؤں کو کہنیوں تک دھوئے، اپنے سر کا مسح کرے اور دونوں قدموں کو ٹخنوں تک [دھوئے] پھر اللہ عزوجل کی بڑائی بیان کرے اور اس کی تعریف کرے۔''

اس قصہ سے یہ بات واضح ہے کہ اس شخص نے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں طریقہ نماز سکھانے کی درخواست کی، لیکن آپ ﷺ نے اس کی صورتِ حال کے پیش نظر نماز کے ساتھ ساتھ اس کو طریقہ وضو بھی سمجھا دیا۔ اسی بارے میں امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ رقم طراز ہیں:

" وَإِنَّ الْمُفْتِي إِذَا سُئِلَ عَنْ شَيْءٍ ، وَكَانَ هُنَاكَ شَيْءٌ آخَرُ يَحْتَاجُ إِلَيْهِ السَّائِلُ،يَسْتَحِبُّ لَهُ أَنْ يَذْكُرَهُ لَهُ ، وَإِنْ لَمْ يَسْأَلْهُ عَنْهُ ، وَيَكُوْنُ مِنْ بَابِ النَّصِيْحَةِ ، لَا مِنَ الْكَلَامِ فِيمَا لَا مَعْنَى لَهُ. وَمَوْضِعُ الدَّلَالَةِ مِنْهُ كَوْنُهُ قَالَ:

---

[1] یعنی ادائے نماز کا ارادہ کر لو۔

[2] سنن أبي داود ، كتاب الصلاة ، باب صلاة من لا يقيم صلبه في الركوع والسجود ، جزء من رقم الحديث ٨٥٨، ٣/٧٠. شیخ البانی نے اس حدیث کو [صحیح] کہا ہے۔ (ملاحظہ ہو: صحيح سنن أبي داود ١/١٦١)۔

"عَلِّمْنِي". أَيِ الصَّلَاةَ ، فَعَلَّمَهُ الصَّلَاةَ وَمُقَدِّمَاتِهَا".[۱]

''جب مفتی سے کسی چیز کے بارے میں استفسار کیا جائے اور وہاں کوئی اور ایسی بات ہو جس کے سمجھنے کی سائل کو ضرورت ہو، تو اس کے لیے مستحب ہے کہ وہ اس کو سائل کے لیے بیان کر دے ، اگرچہ اس نے اس کے متعلق نہ پوچھا ہو۔ یہ طرزِ عمل خیر خواہی کے زمرہ میں آتا ہے۔ بے کار گفتگو میں اس کا شمار نہ ہوگا۔ اس [حدیث] میں اس کے لیے محلِ شاہد یہ ہے کہ اس شخص نے تعلیم نماز کی درخواست کی اور آپ ﷺ نے اس کو نماز اور اس کے مقدمات[۲] کی تعلیم دی۔''

۳۔ بیٹھ کر نماز کے سوال پر لیٹ کر نماز پڑھنے کا بیان:

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے اور وہ بواسیر کے مریض تھے، انہوں نے بیان کیا:

" سَأَلْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ عَنْ صَلَاةِ الرَّجُلِ قَاعِدًا ، فَقَالَ : "إِنْ صَلّٰى قَائِمًا فَهُوَ أَفْضَلُ ، وَمَنْ صَلّٰى قَاعِدًا فَلَهُ نِصْفُ أَجْرِ الْقَائِمِ ، وَمَنْ صَلّٰى نَائِمًا ، فَلَهُ نِصْفُ أَجْرِ الْقَاعِدِ".[۳]

''میں نے رسول اللہ ﷺ سے کسی آدمی کے بیٹھ کر نماز [ادا کرنے] کے بارے میں سوال کیا، تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''اگر کھڑے ہو کر نماز پڑھے، تو وہ افضل ہے اور جو کوئی بیٹھ کر نماز پڑھے ، تو اس کے لیے کھڑے ہو کر نماز پڑھنے والے سے آدھا ثواب ہے اور جو کوئی لیٹے لیٹے نماز پڑھے اس کے لیے بیٹھ کر پڑھنے والے سے نصف ثواب ہے۔''

اس حدیث شریف کے مطابق حضرت عمران رضی اللہ عنہ نے صرف بیٹھ کر نماز پڑھنے کے بارے میں استفسار کیا تھا، لیکن آنحضرت ﷺ نے صرف اسی قدر سوال کا جواب دینے پر اکتفا نہ فرمایا، بلکہ سائل کی حاجت کو مدنظر رکھتے ہوئے لیٹے لیٹے نماز پڑھنے کا حکم بھی بیان فرما دیا۔

۴۔ معاذ رضی اللہ عنہ کے سوال سے زیادہ جواب:

امام ترمذی اور امام ابن ماجہ رحمہما اللہ تعالیٰ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں

---

[۱] منقول از: فتح الباري ۲/۲۸۱۔
[۲] یعنی نماز سے پہلے کرنے والے ضروری کام جیسا کہ وضو ہے۔
[۳] صحیح البخاري، كتاب تقصير الصلاة ، باب صلاة القاعد ، رقم الحديث ۱۱۱۵، ۲/۵۸۴۔

نے بیان کیا:

"كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِي سَفَرٍ ، فَأَصْبَحْتُ يَوْمًا قَرِيبًا مِنْهُ وَنَحْنُ نَسِيرُ، فَقُلْتُ: "يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! أَخْبِرْنِي بِعَمَلٍ يُدْخِلُنِي الْجَنَّةَ ، وَيُبَاعِدُنِي عَنِ النَّارِ".

قَالَ: "لَقَدْ سَأَلْتَنِي عَنْ عَظِيمٍ ، وَإِنَّهُ لَيَسِيرٌ عَلَىٰ مَنْ يَسَّرَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ: "تَعْبُدُ اللّٰهَ ، وَلَا تُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا ، وتُقِيمُ الصَّلَاةَ ، وَ تُؤتِي الزَّكَاةَ ، وَتَصُومُ رَمَضَانَ ، وَتَحُجُّ الْبَيْتَ".

ثُمَّ قَالَ: "أَلَا أَدُلُّكَ عَلَى أَبْوَابِ الْبِرِّ؟ اَلصَّوْمُ جُنَّةٌ ، وَالصَّدَقَةُ تُطفِئُ الْخَطِيئَةَ كَمَا يُطْفِئُ الْمَاءُ النَّارَ ، وَصَلَاةُ الرَّجُلِ مِنْ جَوْفِ اللَّيْلِ". قَالَ: "ثُمَّ تَلَا:

﴿ تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّ طَمَعًا وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ○ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِيَ لَهُمْ مِنْ قُرَّةِ أَعْيُنٍ جَزَآءً بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴾[1]

ثُمَّ قَالَ: "أَلَا أُخْبِرُكَ بِرَأْسِ الْأَمْرِ كُلِّهِ ، وَعَمُودِهِ ، وَذِرْوَةِ سَنَامِهِ".

قُلْتُ: "بَلىٰ ، يَا رَسُوْلَ اللّٰه! ـ ﷺ ـ".

قَالَ: "رَأْسُ الْأَمْرِ الْإِسْلَامُ ، وَعَمُوْدُهُ الصَّلَاةُ ، وَذِرْوَةُ سَنَامِهِ الْجِهَادُ".

ثُمَّ قَالَ: "أَلَا أُخْبِرُكَ بِمِلَاكِ ذٰلِكَ كُلِّهِ؟".

قُلْتُ: "بَلىٰ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ!".

قَالَ: "فَأَخَذَ بِلِسَانِهِ ، قَالَ: كُفَّ عَلَيْكَ هٰذَا".

فَقُلْتُ: "يَا نَبِيَّ اللّٰهِ! وَإِنَّا لَمُؤَاخَذُوْنَ بِمَا نَتَكَلَّمُ بِهِ؟".

فَقَالَ: "ثَكِلَتْكَ أُمُّكَ يَا مُعَاذُ! وَهَلْ يَكُبُّ النَّاسَ فِي النَّارِ عَلَى وُجُوْهِهِمْ أَوْ عَلَى مَنَاخِرِهِمْ إِلَّا حَصَائِدُ أَلْسِنَتِهِمْ؟".[2]

---

[1] سورة السجده /الآيتان ۱۶ـ۱۷.

[2] جامع الترمذي ، أبواب الإيمان ، باب ما جاء في حرمة الصلاة ، رقم الحديث ۲۶۱۶، ۷/۳۰۵ـ۳۰۶؛ وسنن ابن ماجة ، أبواب الفتن ، باب كف اللسان في الفتنة ، رقم الحديث ۴۰۲۱، ۲/۳۷۳. الفاظ حدیث جامع الترمذي کے ہیں۔ امام ترمذي نے اس حدیث کو [حسن صحیح] کہا ہے۔ (ملاحظہ ہو: جامع الترمذي ۷/۳۰۶)؛ شیخ البانی نے اس کو [صحیح] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: صحیح سنن الترمذی ۲/۳۲۹؛ و صحیح سنن ابن ماجه ۲/۳۵۹). علامہ مبارکپوری نے تحریر کیا ہے: "اس کو احمد، نسائی اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔" (ملاحظہ ہو: تحفة الاحوذي ۷/۳۰۶).

''میں ایک سفر میں نبی ﷺ کے ساتھ تھا۔ایک دن، جب کہ ہم چل رہے تھے، میں نبی ﷺ کے قریب ہو گیا اور میں نے عرض کیا:''یارسول اللہ ﷺ! مجھے جنت میں داخل کرنے والا، اور [جہنم کی] آگ سے دور کرنے والا عمل بتلائیے۔''

آپ ﷺ نے فرمایا:''بے شک تم نے عظیم [چیز] کے بارے میں استفسار کیا ہے، اور جس کسی کے لیے اللہ تعالیٰ آسان فرمائے، وہ یقیناً سہل ہے: تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور کسی چیز کو بھی اس کا شریک نہ ٹھہراؤ۔ نماز کو قائم کرو، زکاۃ کو ادا کرو، رمضان کے روزے رکھو اور بیت [اللہ] کا حج کرو۔''

پھر آنحضرت ﷺ نے فرمایا:''کیا میں خیر کے دروازوں کی طرف تمہاری راہنمائی نہ کروں؟ روزہ ڈھال ہے۔ صدقہ گناہ کو اس طرح ختم کر دیتا ہے جیسا کہ پانی آگ کو بجھا دیتا ہے۔ اور دورانِ شب بندے کی نماز [بھی]۔''

اس (راوی) نے بیان کیا:''پھر آپ ﷺ نے [یہ دو آیات کریمہ] تلاوت فرمائیں [جن کا ترجمہ] یہ ہے: [ان] کے پہلو بستروں سے الگ رہتے ہیں۔ اپنے رب کو خوف اور لالچ سے پکارتے ہیں اور ہم نے جو رزق انہیں دیا ہے اس میں سے وہ خرچ کرتے ہیں۔ پس کوئی شخص نہیں جانتا کہ اس کے نیک اعمال کے بدلے آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچانے والی کون سی نعمتیں چھپا کر رکھی گئی ہیں۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا:''کیا میں تمہیں تمام باتوں کی اصل، اس کے ستون اور اس کی چوٹی کی بات نہ بتلاؤں؟''

میں نے عرض کیا:''یارسول اللہ ﷺ ضرور بتلائیے''

آپ ﷺ نے فرمایا:''بات [دین] کی جڑ اسلام ہے، اس کا ستون نماز ہے اور اس کی چوٹی کی بات جہاد ہے۔''

پھر آنحضرت ﷺ نے فرمایا:''کیا میں تمہیں اس سب کچھ کو محکم اور مضبوط کرنے والی بات نہ بتلاؤں؟''

میں نے عرض کیا:''کیوں نہیں، یارسول اللہ ﷺ!''

انہوں نے بیان کیا:''آپ ﷺ نے اپنی زبان کو پکڑ کر فرمایا:''اس کو روکے رکھو۔''

میں نے عرض کیا:''یا نبی اللہ ﷺ! اور ہماری گفتگو پر بھی ہمارا مواخذہ ہو گا؟''

آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے معاذ! تمہاری ماں تمہیں گم کردیں! لوگ [جہنم کی] آگ میں چہروں کے یا نتھنوں کے بل نہ گرائے جائیں گے مگر اپنی زبانوں کی کمائی کی وجہ سے۔''

اس حدیث شریف سے یہ بات واضح ہے کہ آنحضرت ﷺ نے صرف حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے سوال کا جواب دینے پر اکتفا نہ فرمایا، بلکہ اس کے علاوہ انہیں خیر کے دروازوں، دین کی جڑ، اس کے ستون، اس کی چوٹی کی بات اور پھر سب باتوں کو محکم اور مضبوط کرنے والی بات سے بھی آگاہ فرمایا۔

حدیث شریف میں دیگر فوائد:

اس حدیث شریف میں موجود دیگر فوائد میں سے پانچ درج ذیل ہیں:

۱۔ دورانِ سفر سلسلہ تعلیم جاری رکھنا۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ اور آنحضرت ﷺ کے درمیان یہ سوال و جواب سفر میں ہوئے تھے۔[1]

۲۔ آنحضرت ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے عمدہ سوال کی تعریف فرمائی۔[2]

۳۔ آنحضرت ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو کلی طور متوجہ کرنے کی غرض سے درج ذیل باتیں ارشاد فرمائیں:

ا: کیا میں تمہاری خیر کے دروازوں کی طرف راہنمائی نہ کروں؟

ب: کیا میں تمہیں تمام باتوں کی اصل۔ اس کے ستون اور اس کی چوٹی کی بات نہ بتلاؤں؟

ج: کیا میں تمہیں اس سب کچھ کو محکم اور مضبوط کرنے والی بات نہ بتلاؤں؟[3]

۴۔ آنحضرت ﷺ نے روزے کو ڈھال سے، صدقہ کے خطاؤں کے مٹانے کو پانی کے آگ کو بجھانے سے، اسلام یعنی توحید و رسالت کی گواہی کو ہر چیز کی جڑ سے، نماز کو ستون سے، جہاد کو اونٹ کی کوہان کے بالائی حصے سے اور انسان کی گفتگو کو کٹی ہوئی کھیتی سے تشبیہ دی ہے۔ آخری تشبیہ کے متعلق علامہ مبارکپوری رحمہ اللہ تعالیٰ نے تحریر کیا ہے:

''شَبَّهُ (النَّبِيُّ ﷺ) مَا يَتَكَلَّمُ بِهِ الْإِنْسَانُ بِالزَّرْعِ الْمَحْصُوْدِ بِالْمِنْجَلِ ، وَهُوَ مِنْ بَلَاغَةِ النُّبُوَّةِ ، فَكَمَا أَنَّ الْمِنْجَلَ يَقْطَعُ ، وَلَا يُمَيِّزُ بَيْنَ الرَّطْبِ وَالْيَابِسِ ، وَالْجَيِّدِ وَالرَّدِيْءِ ، فَكَذٰلِكَ لِسَانُ بَعْضِ النَّاسِ يَتَكَلَّمُ بِكُلِّ نَوْعٍ مِّنَ الْكَلَامِ

---

[1] اس بارے میں کتاب ھذا کے صفحات ۵۰۔۵۴ بھی ملاحظہ فرمائیے۔
[2] اس بارے میں کتاب ھذا کے صفحات ۱۹۵۔۲۰۱ پر دیکھئے۔
[3] اس بارے میں کتاب ھذا کے صفحات ۱۶۵۔۱۷۰ پر ملاحظہ ہو۔

حَسَنًا وَقَبِيحًا". [۱]

''نبی ﷺ نے انسان کی گفتگو کو درانتی کے ساتھ کٹی ہوئی کھیتی کے ساتھ تشبیہ دی ہے اور یہ بلاغت نبوت میں سے ہے کہ جس طرح درانتی کھیتی کو کاٹتے وقت رطب ویابس، اچھی اور بری کھیتی میں فرق روا نہیں رکھتی، اسی طرح بعض لوگوں کی زبانیں بولتے وقت اچھی اور بری بات میں تمیز نہیں کرتیں [بلکہ جو منہ میں آیا کہہ دیا۔]''

۵ آنحضرت ﷺ نے اسلوب اشارۃ استعمال فرمایا۔ آپ نے اپنی زبان مبارک کو پکڑا اور اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: ''اس کو روک کر رکھو''

علامہ مبارک پوری رحمہ اللہ تعالیٰ رقم طراز ہیں:

" وَإِيْرَادُ اِسْمِ الْإِشَارَةِ لِمَزِيدِ التَّعْيِيْنِ أَوْ لِلتَّحْقِيرِ ، وَهُوَ مَفْعُوْلُ [كُفَّ]، وَإِنَّمَا أَخَذَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ بِلِسَانِهِ وَأَشَارَ إِلَيْهِ مِنْ غَيْرِ إِكْتِفَاءٍ بِالْقَوْلِ ، تَنْبِيهًا عَلَى أَنَّ أَمْرَ اللِّسَانِ صَعْبٌ." [۲]

''اسم اشارہ کا لانا تعیین مزید یا اظہار حقارت کی خاطر تھا اور وہ [کف] [یعنی روکو] کا مفعول ہے [مراد یہ ہے کہ اس کو روکے رکھو]۔ آنحضرت ﷺ نے اپنی زبان کو پکڑا، صرف اپنے قول پر اکتفا نہ کیا، بلکہ زبان کے معاملہ کی سنگینی پر تنبیہ کی غرض سے اس کی طرف اشارہ [بھی] فرمایا۔''

خلاصہ گفتگو یہ ہے کہ ہمارے نبی کریم ﷺ سائل کی ضرورت کے پیش نظر بسا اوقات پوچھی گئی بات سے زیادہ بھی ارشاد فرمایا کرتے تھے۔ فَصَلَوٰتُ رَبِّيْ وَسَلَامُهُ عَلَيْهِ.

---

[۱] تحفة الأحوذي ۷/۳۰۶. اس کی مزید تفصیل کتاب ہذا کے صفحات ۱۴۴۔۱۴۹ پر ملاحظہ فرمایئے۔

[۲] تحفة الأحوذي ۷/۳۰۷. اس کی مزید تفصیل کتاب ہذا کے صفحات ۱۳۵۔۱۳۸ پر ملاحظہ فرمایئے۔

(29)

نامعلوم بات کے جواب میں خاموشی

بلاشک وشبہ ہمارے نبی کریم ﷺ تمام مخلوق میں سے سب سے بلند و بالا، اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے زیادہ معزز و محترم اور علم و تقویٰ میں سب سے اونچے مقام پر فائز تھے، لیکن اس سب کچھ کے باوجود، اگر آپ ﷺ سے کسی ایسی بات کے متعلق دریافت کیا جاتا، جس کا آپ کو علم نہ ہوتا، تو آپ یا تو خاموش رہتے یا فرما دیتے: ''مجھے علم نہیں۔''

توفیق الٰہی سے اس بارے میں ذیل میں چار شواہد پیش کیے جا رہے ہیں:

۱۔ روح کے متعلق یہودیوں کے سوال پر خاموشی:

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ:

" بَيْنَا أَنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِي حَرْثٍ۔ وَهُوَ مُتَّكِئٌ عَلَى عَسِيبٍ۔ إِذْ مَرَّ الْيَهُودُ، فَقَالَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ: "سَلُوهُ عَنِ الرُّوحِ"، فَقَالَ: " مَا رَابَكُمْ إِلَيْهِ".

وَقَالَ بَعْضُهُمْ: " لَا يَسْتَقْبِلُكُمْ بِشَيْءٍ تَكْرَهُونَهُ".

فَقَالُوا: " سَلُوهُ".

فَسَأَلُوهُ عَنِ الرُّوحِ، فَأَمْسَكَ النَّبِيُّ ﷺ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيْهِمْ شَيْئًا، فَعَلِمْتُ أَنَّهُ يُوحَى إِلَيْهِ، فَقُمْتُ مَقَامِي.

فَلَمَّا نَزَلَ الْوَحْيُ قَالَ: ﴿ وَيَسْئَلُونَكَ عَنِ الرُّوحِ قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي وَمَآ أُوتِيتُم مِّنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا[1] ﴾[2]

''میں نبی ﷺ کے ساتھ ایک کھیت میں تھا اور آپ کھجور کے ایک تنے کے ساتھ ٹیک لگائے ہوئے تھے، کہ [کچھ] یہودی گزرے، تو ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا: ''اس [نبی ﷺ] سے روح کے متعلق پوچھو۔''

تو [ان میں سے ایک نے دوسرے سے] کہا: ''تم اس [نبی ﷺ] کے متعلق ایسا کیوں سوچتے ہو؟''

---

[1] سورة الإسراء/الآية ٨٥.

[2] صحيح البخاري، كتاب التفسير، باب ﴿ وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الرُّوحِ ﴾، رقم الحديث ٤٧٢١، ٨/٤٠١.

ایک اور [یہودی] نے کہا: ''کہیں وہ تمہارے روبرو ایسی بات نہ کہہ دے جو تمہیں ناپسند ہو۔''

انہوں نے کہا:[1] ''اس سے پوچھو۔''

انہوں نے آپ ﷺ سے روح کے متعلق استفسار کیا۔ نبی ﷺ خاموش ہو گئے اور انہیں کچھ جواب نہ دیا۔ میں سمجھ گیا کہ آپ ﷺ پر وحی نازل ہو رہی ہے اور میں اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا۔''

جب وحی نازل ہو چکی، تو آپ نے [آیت کریمہ کی] تلاوت فرمائی: [جس کا ترجمہ یہ ہے: اور وہ آپ سے روح کے بارے میں سوال کرتے ہیں، آپ کہہ دیجئے کہ روح میرے رب کے حکم سے ہے اور تمہیں بہت ہی کم علم دیا گیا ہے۔]''

اس حدیث شریف سے واضح ہے کہ یہودیوں کے روح کے متعلق استفسار کے موقع پر آپ ﷺ نے خاموشی اختیار فرمائی اور یہود کو کچھ جواب نہ دیا۔

ایک اور روایت میں ہے: ''فَسَكَتَ''[2] آپ ﷺ نے سکوت اختیار فرمایا۔''

۲۔ ''بدترین شہر'' کے استفسار پر اظہارِ لاعلمی:

حضرات ائمہ احمد، ابو یعلیٰ، طبرانی اور حاکم رحمہم اللہ تعالیٰ نے حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ:

'' أَنَّ رَجُلًا أَتَى النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ: ''يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! أَيُّ الْبُلْدَانِ شَرٌّ؟''.

قَالَ: ''لَا أَدْرِيْ.''

فَلَمَّا أَتَاهُ جِبْرِيْلُ قَالَ: ''يَا جِبْرِيْلُ أَيُّ الْبُلْدَانِ شَرٌّ؟''.

قَالَ: ''لَا أَدْرِيْ حَتَّى أَسْأَلَ رَبِّيْ عَزَّوَجَلَّ''.

قَالَ: فَانْطَلَقَ جِبْرِيْلُ فَمَكَثَ مَا شَاءَ اللّٰهُ أَنْ يَمْكُثَ، ثُمَّ جَاءَ فَقَالَ: ''يَا مُحَمَّدُ ﷺ! إِنَّكَ سَأَلْتَنِيْ أَيُّ الْبُلْدَانِ شَرٌّ، فَقُلْتُ: ''لَا أَدْرِيْ''، وَإِنِّيْ سَأَلْتُ رَبِّيْ عَزَّوَجَلَّ: أَيُّ الْبُلْدَانِ شَرٌّ؟ فَقَالَ: ''أَسْوَاقُهَا''.[3]

---

[1] یعنی آخر ان کا باہمی فیصلہ سوال کرنا ہی کا ٹھہرا۔

[2] ملاحظہ ہو: صحیح البخاري، كتاب العلم، باب قول الله تعالىٰ ﴿وَمَآ أُوْتِيْتُمْ مِنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيْلًا﴾ جزء من رقم الرواية ١٢٥، ١/٢٢٣.

[3] مجمع الزوائد و منبع الفوائد، كتاب البيوع، باب ما جاء في الأسواق، ٤/٧٦۔ حافظ ہیثمی نے اس حدیث کے متعلق تحریر کیا ہے: ''اسی طرح اس کو احمد، ابو یعلیٰ اور الطبرانی نے روایت کیا ہے۔'' پھر انہوں نے البزار کی روایت نقل کرنے کے بعد لکھا ہے: ⇐⇐⇐

''بے شک ایک شخص نے نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: ''یا رسول اللہ ﷺ! تمام شہروں میں سے برا شہر کون سا ہے؟''

آپ ﷺ نے فرمایا: ''میں نہیں جانتا۔''

پس جب جبرئیل علیہ السلام آپ کے پاس آئے، تو آپ ﷺ نے پوچھا: ''اے جبرائیل! بدترین شہر کون سا ہے؟''

انہوں نے کہا: ''مجھے پتہ نہیں، یہاں تک کہ میں اپنے رب عزوجل سے دریافت نہ کرلوں۔''

[راوی نے] بیان کیا: ''جبریل علیہ السلام چلے گئے اور جتنی مدت اللہ تعالیٰ نے چاہی وہ رکے رہے۔[یعنی نہ آئے]، پھر تشریف لائے، اور کہا: ''یا محمد ﷺ! بے شک آپ نے بدترین شہر کے متعلق مجھ سے استفسار کیا، تو میں نے کہا: ''میں نہیں جانتا'' اور درحقیقت میں نے اپنے رب عزوجل سے بدترین شہر کے بارے میں پوچھا، تو انہوں نے فرمایا: ''ان [شہروں] کے بازار ہیں۔''

اس حدیث شریف سے یہ بات واضح ہے کہ آنحضرت ﷺ نے بدترین شہر کے بارے میں اپنی عدم آگاہی کے اظہار میں بالکل تردد نہیں فرمایا۔ اللہ تعالیٰ ہمارے ان بعض نادان مدرسین کو ہدایت دیں، جو جہالت کے باوجود اپنی ہمہ دانی کا دعویٰ کرتے ہوئے ذرا بھر شرم محسوس نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان سے دور رکھیں اور اپنے خلیل کریم نبی محترم محمد ﷺ کے نقشِ قدم پر چلائیں۔ اِنَّهٗ سَمِيْعٌ مُّجِيْبٌ.

۳۔ معطر جبہ میں احرام عمرہ کے متعلق خاموشی:

امام مسلم رحمہ اللہ تعالیٰ نے صفوان بن یعلی سے اور انہوں نے اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے بیان کیا:

"كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَأَتَاهُ رَجُلٌ عَلَيْهِ جُبَّةٌ بِهَا أَثَرٌ مِنْ خَلُوْقٍ، فَقَالَ: "يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنِّيْ أَحْرَمْتُ بِعُمْرَةٍ، فَكَيْفَ أَفْعَلُ؟".

فَسَكَتَ عَنْهُ، فَلَمْ يَرْجِعْ إِلَيْهِ. وَكَانَ عُمَرُ رضي الله عنه يَسْتُرُهُ إِذَا أُنْزِلَ عَلَيْهِ الْوَحْيُ، يُظِلُّهُ. فَقُلْتُ لِعُمَرَ رضي الله عنه: "إِنِّيْ أُحِبُّ إِذَا أُنْزِلَ عَلَيْهِ الْوَحْيُ أَنْ أُدْخِلَ رَأْسِيْ مَعَهُ

⇦⇦⇦ ''احمد، ابویعلی اور البزار کے [روایت کرنے والے صحیح] کے روایت کرنے والے ہیں، سوائے عبداللہ بن محمد بن عقیل کے کہ وہ [حسن الحدیث] ہیں اور ان کے بارے میں کلام کی گئی ہے۔]'' (ملاحظہ ہو: المرجع السابق ٤/٧٦). نیز ملاحظہ ہو: المستدرك على الصحيحين، كتاب العلم، ١/٨٩-٩٠؛ والإحسان في تقريب صحيح ابن حبان، كتاب الصلاة، باب المساجد، ذكر البيان بأن خير البقاع في الدنيا المساجد، رقم الحديث ١٥٩٩، ٤/٤٧٦؛ وفتح الباري ١٣/٢٩٠.

فِي الثَّوْبِ".

فَلَمَّا أُنْزِلَ عَلَيْهِ الْوَحْيُ خَمَّرَهُ عُمَرُ رضي الله عنه بِالثَّوْبِ.

فَجِئْتُهُ، فَأَدْخَلْتُ رَأْسِي مَعَهُ فِي الثَّوْبِ، فَنَظَرْتُ إِلَيْهِ.

فَلَمَّا سُرِّيَ عَنْهُ قَالَ: "أَيْنَ السَّائِلُ آنِفًا عَنِ الْعُمْرَةِ؟".

فَقَامَ إِلَيْهِ الرَّجُلُ، فَقَالَ: "اِنْزِعْ عَنْكَ جُبَّتَكَ، وَاغْسِلْ أَثَرَ الْخَلُوْقِ الَّذِيْ بِكَ، وَافْعَلْ فِيْ عُمْرَتِكَ مَا كُنْتَ فَاعِلاً فِيْ حَجِّكَ".[1]

''ہم رسول اللہ ﷺ کی معیت میں تھے کہ آپ کی خدمت میں معطّر جبہ میں ایک شخص حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا: ''یا رسول اللہ ﷺ! یقیناً میں نے [اسی حالت میں] عمرہ کا احرام باندھا ہے، تو [اب] میں کیسے کروں؟''

آپ ﷺ [اس کے جواب میں] چپ رہے اور اس کو کچھ جواب نہ دیا۔ اور جب آپ ﷺ پر وحی کا نزول ہوتا، تو عمر رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کو کپڑا سے ڈھانپ دیتے تھے۔ میں نے عمر رضی اللہ عنہ سے فرمائش کی ہوئی تھی کہ جب آپ ﷺ پر نزولِ وحی ہو، تو میں چاہتا ہوں کہ اپنا سر ان کے ساتھ کپڑے میں داخل کروں۔''

سو جب آپ ﷺ پر وحی نازل کی گئی، تو عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کو کپڑے سے ڈھانپ دیا۔ میں نے آپ ﷺ کے پاس آ کر اپنے سر کو آپ کے ساتھ کپڑے میں داخل کر دیا اور آپ کی طرف دیکھنے لگا۔

پس جب آپ ﷺ سے [نزولِ وحی کے وقت طاری ہونے والی کیفیت] دور کی گئی، تو آپ نے فرمایا: ''ابھی عمرہ کے بارے میں سوال کرنے والا کہاں ہے؟''

تو وہ شخص آپ ﷺ کی طرف اُٹھا۔ آپ نے فرمایا: ''اپنے جبہ کو اُتار دو، تم پر [یعنی تمہارے جسم پر] خوشبو کا جو کوئی اثر ہو اس کو دھوڈالو اور اپنے عمرے میں وہی کچھ کرو، جو تم حج میں کیا کرتے ہو۔''

اس حدیث شریف سے واضح ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اس شخص کے سوال کا جواب دینے کی بجائے خاموشی اختیار کی۔ وحی کے ذریعہ جواب معلوم ہونے پر سائل کو بلا کر جواب کی خبر دی۔ امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے

[1] صحيح مسلم، كتاب الحج، باب ما يُباح للمحرم بحج أو عمرة، وما لا يباح، وبيان تحريم الطيب عليه، رقم الحديث ١٠ (١١٨٠)، ٢/٨٣٨.

شرح حدیث میں تحریر کیا ہے:

" وَفِي هٰذَا الْحَدِيْثِ دَلِيْلٌ لِلْقَاعِدَةِ الْمَشْهُوْرَةِ أَنَّ الْقَاضِيَ أَوْ الْمُفْتِي إِذَا لَمْ يَعْلَمْ حُكْمَ الْمَسْأَلَةِ أَمْسَكَ عَنْ جَوَابِهَا ، حَتّٰى يَعْلَمَهُ أَوْ يَظُنَّهُ بِشَرْطِهِ."[1]

"یہ حدیث اس مشہور قاعدہ کی دلیل ہے کہ جب قاضی یا مفتی کو [پیش آمدہ] مسئلہ کے بارے میں علم نہ ہو، تو جواب سے اس وقت تک خاموش رہے، جب تک کہ اس کو اس کا علم یا (شرعی) شرط کے ساتھ ظن (غالب) حاصل ہو جائے۔"

۴۔ آیت میراث کے نزول تک جواب سے سکوت:

امام بخاری اور امام مسلم رحمہما اللہ تعالیٰ نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں:

" مَرِضْتُ ، فَجَاءَ نِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَعُوْدُنِيْ وَأَبُوْبَكْرٍ رضی اللہ عنہ، وَهُمَا مَاشِيَانِ، فَأَتَانِيْ ، وَقَدْ أُغْمِيَ عَلَيَّ ، فَتَوَضَّأَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ، ثُمَّ صَبَّ وَضُوْءَهُ عَلَيَّ ، فَأَفَقْتُ ، فَقُلْتُ: " يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! وَرُبَّمَا قَالَ سُفْيَانُ: فَقُلْتُ: " أَيْ رَسُوْلَ اللّٰهِ! كَيْفَ أَقْضِيْ فِيْ مَالِيْ؟. كَيْفَ أَصْنَعُ فِيْ مَالِيْ؟".
قَالَ: " فَمَا أَجَابَنِيْ بِشَيْءٍ حَتّٰى نَزَلَتْ آيَةُ الْمِيْرَاثِ".[2]

"میں بیمار ہوا تو رسول اللہ ﷺ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ میری عیادت کی خاطر میرے پاس پیدل چل کر تشریف لائے۔ آپ ﷺ کی تشریف آوری کے وقت مجھ پر بے ہوشی طاری تھی، رسول اللہ ﷺ نے وضو کیا، پھر اپنے وضو کا پانی مجھ پر چھڑکا، تو مجھے افاقہ ہوا اور میں نے عرض کیا:" اے اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ! میں اپنے مال کے بارے میں کس طرح فیصلہ کروں؟ میں اپنے مال میں کیسے کروں؟

انہوں نے بیان کیا: "آنحضرت ﷺ نے مجھے کوئی جواب نہ دیا، یہاں تک کہ میراث کی آیت نازل ہوئی۔"

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس حدیث پر درج ذیل باب باندھا ہے:

[1] شرح النووي ۷۸/۸.

[2] متفق عليه: صحيح البخاري ، كتاب الاعتصام بالكتاب والسنة ، رقم الحديث ۷۳۰۹، ۲۹۰/۱۳؛ وصحيح مسلم ، كتاب الفرائض ، باب ميراث الكلالة ، رقم الحديث ۷(۱۶۱۶) ، ۱۲۳۵/۳. الفاظ حدیث صحیح البخاری کے ہیں۔

[بَابُ مَا كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُسْأَلُ مِمَّا لَمْ يُنْزَلْ عَلَيْهِ الْوَحْيُ فَيَقُولُ: "لَا أَدْرِي"، أَوْلَمْ يُجِبْ حَتَّى يُنْزَلَ عَلَيْهِ الْوَحْيُ، وَلَمْ يَقُلْ بِرَأْيٍ وَلَا بِقِيَاسٍ لِقَوْلِهِ تَعَالَى: "بِمَا أَرَاكَ اللّٰهُ"][1]

[اس بارے میں باب کہ جب نبی ﷺ سے کوئی ایسا مسئلہ پوچھا جاتا جس میں وحی نازل نہ ہوئی ہوتی تو آپ فرماتے "میں نہیں جانتا" یا آپ نزولِ وحی تک کوئی جواب نہ دیتے۔ [علاوہ ازیں] آپ ﷺ نے ارشادِ تعالیٰ (جس کا ترجمہ یہ ہے: [کہ آپ اس کے مطابق فیصلہ کریں جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو بتلایا] کی بنا پر رائے اور قیاس سے [کوئی مسئلہ] نہیں بتلایا]

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ نے عنوان باب کی شرح میں تحریر کیا ہے:

" أَيْ كَانَ لَهُ إِذَا سُئِلَ عَنِ الشَّيْءِ الَّذِيْ لَمْ يُوحَ إِلَيْهِ فِيهِ حَالَانِ: "إِمَّا أَنْ يَقُوْلَ: "لَا أَدْرِيْ"، وَإِمَّا أَنْ يَسْكُتَ، حَتَّى يَأْتِيَهُ بَيَانُ ذٰلِكَ بِالْوَحْيِ، وَالْمُرَادُ بِالْوَحْيِ أَعَمُّ مِنَ الْمُتَعَبَّدِ بِتِلَاوَتِهِ وَمِنْ غَيْرِهِ."[2]

"جب کسی ایسے مسئلے کے بارے میں آپ ﷺ سے استفسار کیا جاتا جس میں وحی نازل نہ ہوئی ہوتی تو اس میں دو صورتیں ہوتیں: یا تو آپ ﷺ فرماتے: "میں نہیں جانتا" اور یا آپ خاموش رہتے، یہاں تک کہ وحی سے اس مسئلہ کی وضاحت ہو جاتی اور وحی سے عمومی وحی مراد ہے جس میں قرآن و سنت دونوں شامل ہیں۔"

تنبیہ:

اسی طرح جب حضرت سعد بن الربیع کی زوجہ محترمہ رضی اللہ عنہا نے میراث کے متعلق استفسار کیا، تو آنحضرت ﷺ خاموش رہے اور آیتِ میراث نازل ہونے تک کوئی جواب نہ دیا۔[3]

---

[1] صحيح البخاري ۱۳/۲۹۰.

[2] فتح الباري ۱۳/۲۹۰.

[3] ملاحظہ ہو: سنن ابن ماجه، ابواب الفرائض، فرائض الصلب، رقم الحديث ۲۷۵۲، ۲/۱۱۹. شیخ البانی نے اس حدیث کو [حسن] کہا ہے۔ (ملاحظہ ہو: صحيح سنن ابن ماجه ۲/۱۱٤)؛ نیز ملاحظہ فرمایئے: المسند، رقم الحديث ۱٤۷۹۸، ۲۲/۱۰۸ (ط: موسسة الرسالة)؛ و سنن أبي داود، كتاب الفرائض، باب ما جاء في ميراث الصلب، رقم الحديث ۲۸۸۷، ۸/۶۹؛ و جامع الترمذي، أبواب الفرائض، باب ما جاء في ميراث البنات، رقم الحديث ۲۷۲/۲، ۶/۲۲۳.

(30)

بے کار اور باعث مشقت سوال پر ناراضی

جیسا کہ گذر چکا ہے کہ ہمارے نبی کریم ﷺ استفسار کرنے کی اجازت دیتے، اچھے سوال کی تعریف فرماتے اور بسا اوقات سوال سے زیادہ جواب دیتے تھے۔ لیکن آپ ﷺ فضول سوالات اور ان کے کرنے میں تکلف کو ناپسند فرماتے تھے۔ اسی طرح آپ ﷺ ان سوالات پر خفا ہوتے جو اُمت کے لیے مشقت کا سبب بنتے۔ توفیق الٰہی سے ذیل میں اس بارے میں چار شواہد پیش کیے جا رہے ہیں:

ا۔ بھٹکے ہوئے اونٹ کے متعلق سوال پر ناراضی:

امام بخاری اور امام مسلم رحمہما اللہ تعالیٰ نے حضرت زید بن خالد الجہنی رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے:

"أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ سَأَلَهُ رَجُلٌ عَنِ اللُّقَطَةِ، فَقَالَ: "اعْرِفْ وِكَاءَهَا۔" أَوْقَالَ: "وِعَاءَهَا وَعِفَاصَهَا۔ ثُمَّ عَرِّفْهَا سَنَةً، ثُمَّ اسْتَمْتِعْ بِهَا، فَإِنْ جَاءَ رَبُّهَا فَأَدِّهَا إِلَيْهِ".

قَالَ: "فَضَالَّةُ الْإِبِلِ؟".

فَغَضِبَ حَتَّى احْمَرَّتْ وَجْنَتَاهُ أَوْقَالَ: احْمَرَّ وَجْهُهُ فَقَالَ: "وَمَالَكَ وَلَهَا؟ مَعَهَا سِقَاؤُهَا وَحِذَاؤُهَا، تَرِدُ الْمَاءَ وَتَرْعَى الشَّجَرَ، فَذَرْهَا حَتَّى يَلْقَاهَا رَبُّهَا".

قَالَ: "فَضَالَّةُ الْغَنَمِ؟".

قَالَ: "لَكَ أَوْ لِأَخِيكَ أَوْ لِلذِّئْبِ".[1]

"بے شک نبی ﷺ سے ایک شخص نے گری پڑی چیز کے بارے میں سوال کیا، تو آپ نے فرمایا: "اس کی بندھن پہچان لے۔ یا فرمایا: اس کا برتن اور اس کی تھیلی، پھر ایک سال تک اس کی شناخت کرواؤ، پھر (اس کا مالک نہ ملنے کی صورت میں) اس سے فائدہ اُٹھاؤ۔ اگر اس کا مالک آ جائے، تو وہ اس کو دے دو۔"

اس شخص نے پوچھا: "گم شدہ اونٹ؟"

---

[1] متفق علیه: صحيح البخاري، كتاب العلم، رقم الحديث ۹۱، ۱/۱۸۶؛ وصحيح مسلم، كتاب اللقطة، رقم الحديث (۱۷۲۲)، ۳/۱۳٤٦. الفاظ حدیث صحیح البخاري کے ہیں۔

اس پر آپ ﷺ ناراض ہوئے، یہاں تک کہ آپ کے رُخسار سرخ ہو گئے۔ یا اس [راوی] نے یہ بیان کیا: ''آپ کا چہرہ سرخ ہو گیا اور آپ ﷺ نے فرمایا: ''تجھے اس سے کیا واسطہ؟ اس کے ساتھ اس کی مشک ہے اور سم ہیں۔ وہ پانی کے پاس خود آ جائے گا اور درخت سے از خود کھا لے گا۔ لہٰذا تم اس کو چھوڑ دو، یہاں تک کہ اس کا مالک اس کو مل جائے۔''

اس نے دریافت کیا: ''گم شدہ بکری؟''

آپ ﷺ نے فرمایا: ''تیرے لیے ہے، یا تیرے بھائی کے لیے، یا بھیڑیے کے لیے۔''

اس حدیث شریف سے یہ بات واضح ہے کہ آپ ﷺ نے گم شدہ اونٹ کے بارے میں استفسار پر اظہارِ خفگی فرمایا۔ امام خطابی رحمہ اللہ تعالیٰ نے تحریر کیا ہے:

''إِنَّمَا كَانَ غَضَبُهُ اِسْتِقْصَارًا لِعِلْمِ السَّائِلِ وَسُوْءِ فَهْمِهِ إِذْ لَمْ يُرَاعِ الْمَعْنَى الْمُشَارَ إِلَيْهِ، وَلَمْ يَتَنَبَّهْ لَهُ، فَقَاسَ الشَّيْءَ عَلَى غَيْرِ نَظِيْرِهِ.''[1]

''آپ ﷺ کا غصہ سائل کی کوتاہ فہمی پر تھا کہ اس نے پیش نظر مقصد ہی کو نہ سمجھتے ہوئے[2] اس کو غیر مشابہ چیز پر قیاس کیا۔''

۲۔ ناپسندیدہ چیزوں کے متعلق زیادہ سوالوں پر ناراضی:

امام بخاری اور امام مسلم رحمہما اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ:

'' سُئِلَ النَّبِيُّ ﷺ عَنْ أَشْيَاءَ كَرِهَهَا، فَلَمَّا أُكْثِرَ عَلَيْهِ غَضِبَ، ثُمَّ قَالَ لِلنَّاسِ: ''سَلُوْنِي عَمَّا شِئْتُمْ''.

قَالَ رَجُلٌ: ''مَنْ أَبِي؟''.

قَالَ: ''أَبُوْكَ حُذَافَةُ''.

فَقَامَ آخَرُ، فَقَالَ: ''مَنْ أَبِي يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ!''. فَقَالَ: ''أَبُوْكَ سَالِمٌ مَوْلَى شَيْبَةَ''.

فَلَمَّا رَأَى عُمَرُ رضي الله عنه مَا فِي وَجْهِهِ، قَالَ: ''يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنَّا نَتُوْبُ إِلَى اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ''.[3]

---

[1] منقول از: عمدة القاري ۲/۱۱۰۔

[2] گری پڑی چیز کو اُٹھانے کا مقصد اس کو ضائع ہونے سے محفوظ کرنا ہوتا ہے اور گم شدہ اونٹ کے بارے میں ایسا خدشہ ہوتا ہی نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

[3] متفق عليه: صحيح البخاري، كتاب العلم، رقم الحديث ۹۲، ۱/۱۸۷؛ صحيح مسلم، كتاب الفضائل، رقم الحديث ۱۳۸ (۲۳۶۰)، ۴/۱۸۳۴. الفاظ حدیث صحیح البخاری کے ہیں۔

''نبی ﷺ سے ناپسندیدہ باتوں کے متعلق سوال کیا گیا۔ جب آپ سے [اسی قسم کے] بہت سے سوالات کیے گئے، تو آپ ناراض ہو گئے۔ پھر لوگوں سے فرمایا: ''[اچھا اب] مجھ سے جو چاہو پوچھو۔''

ایک آدمی نے پوچھا: ''میرا باپ کون ہے؟''

آپ ﷺ نے فرمایا: ''تمہارا باپ حذافہ ہے۔''

ایک دوسرے شخص نے کھڑے ہو کر دریافت کیا: ''یا رسول اللہ ﷺ! میرا باپ کون ہے؟''

آپ ﷺ نے فرمایا: تیرا باپ شیبہ کا آزاد کردہ غلام سالم ہے۔''

جب عمر رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کے چہرہ کی کیفیت دیکھی، تو عرض کیا: ''یا رسول اللہ ﷺ! یقیناً ہم اللہ تعالیٰ کے رُوبرو توبہ کرتے ہیں۔''

ایک دوسری روایت میں ہے:

" فَبَرَكَ عُمَرُ رضي الله عنه عَلَى رُكْبَتَيْهِ ، فَقَالَ: " رَضِينَا بِاللّٰهِ رَبًّا ، وَبِالْإِسْلَامِ دِينًا ، وَبِمُحَمَّدٍ ﷺ نَبِيًّا". [1]

''عمر رضی اللہ عنہ نے دوزانو ہو کر عرض کیا: ''ہم اللہ تعالیٰ کے رب ہونے پر، اسلام کے دین ہونے پر اور محمد ﷺ کے نبی ہونے پر راضی ہیں۔''

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس حدیث کو اور سابقہ حدیث کو ایک ہی باب میں ذکر کیا ہے اور اس کا عنوان بایں الفاظ ذکر کیا ہے:

[بَابُ الْغَضَبِ فِي الْمَوعِظَةِ وَالتَّعْلِيمِ إِذَا رَأَى مَا يَكْرَهُ][2]

[نصیحت اور تعلیم کے دوران ناگوار بات دیکھ کر خفا ہونے کے متعلق باب]

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ نے باب کے عنوان کی شرح کرتے ہوئے تحریر کیا ہے:

"قَصَرَ الْمُصَنِّفُ رحمهُ الله الْغضبَ عَلَى الْمَوْعِظَةِ وَالتعليمِ دُونَ الْحُكْمِ لِأَنَّ الْحَاكِمَ مَأْمُورٌ أَنْ لَا يَقْضِيَ وَهُوَ غَضْبَانٌ، وَالْفَرْقُ أَنَّ الْوَاعِظَ مِنْ شَانِهِ أَنْ يَكُونَ فِي صُورَةِ الْغَضْبَان، لِأَنَّ مقامهُ يَقْتَضِي تَكَلُّفَ الِانْزِعَاجِ ، لِأَنَّه فِي صُورةِ الْمُنْذِرِ، وَكَذَا الْمعلِّمُ إِذَا أَنْكَرَ عَلَى مَنْ يَتَعَلَّمُ مِنْه سُوءَ فَهمِه وَنحوَهُ، لِأَنهُ قَدْ

[1] صحيح البخاري، كتاب العلم، باب من برك على ركبتيه عند الإمام أو المحدث ، جزء من رقم الرواية ٩٣، ١٨٨/١.
[2] المرجع السابق ١٨٦/١.

يَكُوْنُ أَدْعىٰ لِلْقُبُوْلِ مِنْهُ."[1]

''مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے خفا ہونے کو فیصلے [قضاء] کی بجائے وعظ وتعلیم کے ساتھ مخصوص کیا ہے، کیونکہ حاکم [قاضی] کو غصے کی حالت میں فیصلہ کرنے سے روکا گیا ہے۔ اور [تینوں میں] فرق یہ ہے کہ واعظ کو غصے والے شخص کی صورت میں ہونا چاہیے، کیونکہ اس کے مقام کا تقاضا ہے کہ ڈرانے والا ہونے کی بنا پر وہ بیزاری کا اظہار کرے اور ایسے ہی شاگردوں کی کوتاہ فہمی پر تنقید کرتے ہوئے معلم کو بھی کرنا چاہیے، کیونکہ اس طرح اس کی بات کی قبولیت کے امکانات زیادہ روشن ہوجاتے ہیں۔''

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اسی حدیث کو ایک اور مقام پر درج ذیل باب کے تحت ذکر کیا ہے:

[بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنْ كَثْرَةِ السُّؤَالِ ، وَمِنْ تَكَلُّفِ مَا لَا يَعْنِيهِ][2]

[کثرت سوال اور بلا مقصد تکلف کو ناپسند کرنے کے متعلق باب]

امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس حدیث پر بایں الفاظ باب باندھا ہے:

[بَابُ تَوْقِيرِهِ ﷺ، وَتَرْكِ إِكْثَارِ سُؤَالِهِ عَمّا لَا ضَرُوْرة إِلَيْهِ أَولَا يَتَعَلَّقُ بِهِ تَكْلِيفٌ ، وَمَا لَا يَقَعُ ، وَنَحْوِ ذَلِكَ][3]

[آنحضرت ﷺ کی توقیر اور آپ سے غیر ضروری سوالات نہ کرنے کے متعلق باب، یا جن سے کوئی شرعی ذمہ داری وابستہ نہ ہو، یا غیر وقوع پذیر باتوں کے متعلق اور اسی قسم کے دیگر سوالات]

۳۔ منع کرنے کے بعد سوال پر ناراضی:

امام حاکم رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مرثد سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے بیان کیا:

"قُلْتُ لِأَبِي ذَرٍّ رضي الله عنه : "هَلْ سَمِعْتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَذْكُرُ لَيْلَةَ الْقَدْرِ؟".

فَقَالَ : " نَعَمْ ".

قُلْتُ : " يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! أَخْبِرْنِيْ عَنْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ فِي رَمَضَانَ أَمْ فِي غَيْرِ رَمَضَانَ؟".

قَالَ : " بَلْ فِيْ رَمَضَانَ ".

---

[1] فتح الباري ١/١٨٧؛ نیز ملاحظہ ہو: عمدة القاري ٢/١٠٥.
[2] صحيح البخاري، كتاب الاعتصام بالكتاب والسنة، ١٣/٢٦٤.
[3] صحيح مسلم ٤/١٨٣٠.

قُلْتُ : "أَخْبِرْنِي يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! أَهِيَ مَعَ الْأَنْبِيَاءِ مَا كَانُوا ، فَإِذَا قُبِضَ الْأَنْبِيَاءُ ، رُفِعَتْ أَمْ هِيَ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ؟".

قَالَ : "بَلْ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ".

قُلْتُ : "يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! أَخْبِرْنِي فِي أَيِّ رَمَضَانَ؟".

قَالَ : "فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ. لَا تَسْأَلْنِي عَنْ شَيْءٍ بَعْدَهَا".

فَقُلْتُ : "أَقْسَمْتُ عَلَيْكَ بِحَقِّي عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! فِي أَيِّ عَشْرٍ هِيَ؟".

قَالَ : "فَغَضِبَ عَلَيَّ غَضَبًا شَدِيْدًا مَا غَضِبَ عَلَيَّ قَبْلُ وَلَا بَعْدُ مِثْلَهُ".

قَالَ : "لَوْ شَاءَ اللّٰهُ لَأَطْلَعَكُمْ عَلَيْهَا ، اِلْتَمِسُوْهَا فِي السَّبْعِ الْأَوَاخِرِ. لَا تَسْأَلْنِي عَنْ شَيْءٍ بَعْدَهَا".[1]

''میں نے ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے پوچھا: ''کیا آپ نے رسول اللہ ﷺ کو شبِ قدر کا ذکر کرتے ہوئے سنا ہے؟''

انہوں نے فرمایا: ''ہاں، میں نے کہا: ''یا رسول اللہ ﷺ! مجھے شب قدر کے بارے میں بتلایئے کہ وہ رمضان میں ہے یا غیر رمضان میں؟''

آپ ﷺ نے فرمایا: ''بلکہ وہ رمضان میں ہے۔''

میں نے عرض کیا: ''یا رسول اللہ ﷺ مجھے بتلایئے کہ آیا وہ سابقہ انبیاء علیہم السلام کے ساتھ تھی، کہ انبیاء کی وفات کے ساتھ ہی اُٹھائی گئی، یا وہ قیامت تک ہے؟'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''بلکہ وہ قیامت تک کے لیے ہے۔''

میں نے عرض کیا: ''یا رسول اللہ ﷺ! مجھے بتلایئے کہ رمضان کے کس حصے میں ہے؟''

آپ ﷺ نے فرمایا: ''آخری دہاکا میں۔ [اب] اس کے بعد کسی بھی چیز کے متعلق مجھ سے سوال نہ کرنا۔''

میں نے عرض کیا: ''یا رسول اللہ ﷺ! میں آپ پر اپنے حق کی آپ کو قسم دیتا ہوں! وہ کس دہاکے میں ہے؟

انہوں نے بیان کیا: ''آپ ﷺ مجھ پر اتنے شدید ناراض ہوئے کہ اس قدر نہ کبھی پہلے ہوئے

---

[1] المستدرك على الصحيحين، كتاب التفسير، تفسير سورة (إِنَّا أَنْزَلْنَا)، ۲/ ۵۳۰۔۵۳۱۔ امام حاکم نے اس کی [اسناد کو صحیح] قرار دیا ہے اور حافظ الذھبي نے ان سے موافقت کی ہے۔ (المرجع السابق ۲/ ۵۳۱؛ والتلخيص ۲/ ۵۳۱)۔

تھے اور نہ بعد میں۔"

آپ ﷺ نے فرمایا: "اگر اللہ تعالیٰ چاہتے، تو تمہیں اس کے بارے میں مطلع فرما دیتے۔ سات آخری دنوں میں اس کو تلاش کرو۔ اس کے بعد کسی بھی چیز کے متعلق مجھ سے سوال نہ کرنا۔"

اس حدیث میں ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے آنحضرت ﷺ سے شب قدر کے متعلق تین سوالات کیے، آپ نے ان کے جوابات دیے اور پھر مزید سوال کرنے سے منع فرمایا، لیکن جب حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے روکنے کے باوجود سوال کیا، تو آپ ﷺ انتہائی شدید ناراض ہوئے۔

۴۔ باعث مشقت بننے والے سوال کی ممانعت:

امام مسلم رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، انہوں نے بیان کیا کہ:

"خَطَبَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ: " أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ فُرِضَ عَلَيْكُمُ الْحَجُّ فَحُجُّوْا".

فَقَالَ رَجُلٌ: " أَكُلَّ عَامٍ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟".

فَسَكَتَ، حَتّٰى قَالَهَا ثَلَاثًا.

فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: " لَوْ قُلْتُ: " نَعَمْ "، لَوَجَبَتْ، وَلَمَا اسْتَطَعْتُمْ ".

ثُمَّ قَالَ: "ذَرُوْنِيْ مَا تَرَكْتُكُمْ، فَإِنَّمَا هَلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ بِكَثْرَةِ سُؤَالِهِمْ، وَاخْتِلَافِهِمْ عَلٰى أَنْبِيَائِهِمْ. فَإِذَا أَمَرْتُكُمْ بِشَيْءٍ فَأْتُوْا مِنْهُ مَا اسْتَطَعْتُمْ، وَإِذَا نَهَيْتُكُمْ عَنْ شَيْءٍ فَدَعُوْهُ". [1]

"رسول اللہ ﷺ نے ہمیں خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: "اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے تم پر حج کو فرض کیا ہے، لہٰذا تم حج کرو۔"

ایک شخص نے کہا: "کیا ہر سال اے رسول اللہ ﷺ!"

آپ ﷺ خاموش رہے، یہاں تک کہ اس شخص نے اسی بات کو تین مرتبہ دہرایا۔

اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اگر میں کہہ دیتا: "ہاں" تو [ہر سال حج کرنا] فرض ہو جاتا اور تم اس کی استطاعت نہ رکھتے۔"

پھر آپ ﷺ نے فرمایا: "مجھے چھوڑو، جب تک میں تمہیں چھوڑوں، یقیناً تم سے پہلے لوگ کثرت

---

[1] صحيح مسلم، كتاب الحج، باب فرض الحج مرة في العمر، رقم الحديث ٤١٢ (١٣٣٧)، ٩٧٥/٢.

سوال اور اپنے انبیاء علیہم السلام سے اختلاف کی وجہ سے ہلاک ہو گئے تھے، پس جب میں تمہیں کسی بات کا حکم دوں تو حسبِ استطاعت اس پر عمل کرو اور جب میں کسی چیز سے روکوں تو اس سے رُک جاؤ۔"

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ نے شرح حدیث میں تحریر کیا ہے:

"وَاسْتُدِلَّ بِهِ عَلَى النَّهيِ عَنْ كَثْرَةِ الْمَسائِلِ وَالتَّعمُّقِ فِي ذٰلِكَ. قَالَ الْبَغْوِيُّ فِي شَرحِ السُّنَّةِ: "اَلْمَسَائِلُ عَلَى وَجْهَيْنِ:

أَحَدُهُمَا: مَا كَانَ عَلىٰ وَجْهِ التَّعْلِيْمِ لِمَا يَحْتَاجُ إِلَيْهِ مِنْ أَمْرِ الدِّيْنِ فَهُوَ جَائِزٌ، بَلْ مَأْمُورٌ بِهِ لِقَوْلِهِ تَعَالَى: ﴿ فَسْئَلُوْا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴾[1]، وَعَلىٰ ذٰلِكَ تَتَنَزَّلُ أَسْئِلَةُ الصَّحَابَةِ عَنِ الْأَنْفَالِ وَالْكَلَالَةِ وَغَيْرِهِمَا.

وَثَانِيهِمَا: مَا كَانَ عَلَى وَجْهِ التَّعَنُّتِ وَالتَّكَلُّفِ، وَهُوَ الْمُرَادُ فِي هٰذَا الْحَدِيْثِ. وَاللّٰهُ تَعَالَى أَعْلَمُ. "[2]

"کثرتِ سوال اور ان کی گہرائی میں جانے کی ممانعت پر اس [حدیث] سے استدلال کیا گیا ہے۔ بغوی رحمہ اللہ نے شرح السنہ میں بیان کیا ہے: "سوالات دو طرح کے ہوتے ہیں:

ان میں سے پہلی قسم جو کہ دین کے ضروری معاملات کے بارے میں تعلیمی مقصد کے پیش نظر ہوں۔ ایسے [سوالات] جائز ہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد گرامی [ترجمہ: اور اگر تم نہ جانتے ہو تو اہل الذکر سے سوال کرو] کی بنا پر ان کے پوچھنے کا حکم ہے۔ صحابہ کے انفال، کلالہ وغیرہ کے بارے میں سوالات اسی ضمن میں آتے ہیں۔

دوسری قسم [کے سوالات وہ ہیں] جو کہ تکلف و تصنع سے کیے گئے ہوں اور مشقت میں ڈالنے کی خاطر ہوں۔ اس حدیث کا مقصود اسی قسم کے سوالات ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم"

خلاصہ گفتگو یہ ہے کہ ہمارے نبی کریم ﷺ کا سوالات کے بارے میں ردِ عمل انہی کے مطابق ہوتا۔ بعض سوالات کی بنا پر سائل کی تعریف فرماتے، بعض سوالات کا جواب زائد از سوال عطا فرماتے اور بعض نا مناسب سوالات پر ناراضی کا اظہار فرماتے۔ اے ہمارے اللہ کریم! سوالات سے نمٹنے کے لیے ہمیں رسول کریم ﷺ کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرما۔ آمین

---

[1] سورة النحل/جزء من الآية ٤٣.

[2] فتح الباري ١٣/٢٦٣.

(31)

اچھی طرح سمجھنے کی خاطر سوال جواب کی اجازت

علمی مسائل کے سمجھنے اور ان کے ذہن نشین کروانے والے عوامل میں سے ایک اہم بات یہ ہے کہ طلبہ کو ان کے بارے میں سوال جواب اور مباحثہ ومناقشہ کی اجازت ہو۔ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم اچھی طرح سمجھنے کی غرض سے آنحضرت ﷺ کے ارشادات عالیہ کے متعلق اپنے اشکالات آپ ﷺ کے روبرو پیش کرتے، آپ ﷺ اس پر خفگی کا اظہار نہ فرماتے، بلکہ کمال شفقت وعنایت سے ان کے اشکالات کا ازالہ فرماتے۔ اسی سلسلے میں سیرت طیبہ سے پانچ شواہد توفیق الٰہی سے ذیل میں پیش کیے جارہے ہیں:

ا۔ مبتلائے حساب کے عذاب کے متعلق سوال جواب:

امام بخاری اور امام مسلم رحمہما اللہ تعالیٰ نے ابن ابی ملیکہ سے روایت نقل کی ہے کہ:

" أَنَّ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ كَانَتْ لَا تَسْمَعُ شَيْئًا لَا تَعْرِفُهُ إِلَّا رَاجَعَتْ فِيهِ حَتَّى تَعْرِفَهُ ، وَأَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ : "مَنْ حُوسِبَ عُذِّبَ".

قَالَتْ عَائِشَةُ رضی اللہ عنہا: قُلْتُ: "أَوَلَيْسَ يَقُولُ اللّٰهُ تَعَالَى: ﴿ فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَسِيرًا ﴾[1]".

قَالَتْ: فَقَالَ:" إِنَّمَا ذَلِكَ الْعَرْضُ ، وَلَكِنْ مَنْ نُوقِشَ فِي الْحِسَابِ يَهْلِكُ". [2]

"بے شک نبی ﷺ کی زوجہ اُمّ المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا جب کوئی ایسی بات سنتیں، جس کو سمجھ نہ پاتیں، تو وہ اس کے متعلق سوال جواب کرتیں، یہاں تک کہ وہ اس کو سمجھ جاتیں۔ چنانچہ (ایک مرتبہ) نبی ﷺ نے فرمایا: "جس سے حساب لیا گیا اس کو عذاب دیا گیا۔"

عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ [یہ سن کر] میں نے عرض کیا: "کیا اللہ تعالیٰ نہیں فرماتا: (ترجمہ: عنقریب اس سے آسان حساب لیا جائے گا)؟"

[1] سورة الانشقاق/الآية ٨.

[2] متفق عليه: صحيح البخاري ، كتاب العلم ، رقم الحديث ١٠٣، ١/١٩٦-١٩٧؛ وصحيح مسلم ، كتاب الجنة وصفة نعيمها وأهلها ، باب إثبات الحساب ، ٤/ ٢٢٠٤ . الفاظ حدیث صحیح البخاری کے ہیں۔

انہوں نے بیان کیا: ''کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''یقیناً یہ تو صرف [دربارِ الٰہی میں] پیشی ہے، لیکن جس کے حساب میں چھان پھٹک کی گئی وہ ہلاک ہوگیا۔''

اس حدیث شریف سے واضح ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو آپ ﷺ کے ارشادِ گرامی: [جس کا حساب کیا گیا وہ ہلاک ہوگیا] سے اشکال پیدا ہوا۔ انہوں نے اس کو آیت کریمہ [ترجمہ: پس عنقریب اس کا آسان حساب لیا جائے گا] سے متعارض سمجھا کیونکہ یہ آیت کریمہ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ بعض حساب کیے جانے والوں کو عذاب نہ ہوگا۔ انہوں نے اس اشکال کو آنحضرت ﷺ کی خدمت میں پیش کیا، تو آپ ﷺ خفا نہ ہوئے، بلکہ ازالہ اشکال کی خاطر واضح فرمایا کہ آپ کے فرمان میں ذکر کردہ [حساب] سے مقصود دربارِ الٰہی میں صرف پیشی ہے اور آیت کریمہ میں مذکور [حساب] سے مراد چھان پھٹک اور جانچ پڑتال ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس حدیث کے باب کا عنوان بایں الفاظ تحریر کیا ہے:

[بَابُ مَنْ سَمِعَ شَيْئًا فَرَاجَعَ حَتّٰى يَعْرِفَهُ][1]

[اس شخص کے بارے میں باب کہ جو کوئی چیز سنے، تو اس کے متعلق سوال جواب کرے، یہاں تک کہ اس کو سمجھ جائے۔]

امام ابن ابی جمرہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے حدیث شریف کی شرح میں تحریر کیا ہے:

"فِيهِ دَلِيلٌ عَلٰى أَنَّ مِنَ السُّنَّةِ أَنَّ مَنْ سَمِعَ شَيْئًا لَا يَعْرِفُهُ فَلْيُرَاجِعْ فِيهِ حَتّٰى يَعْرِفَهُ، يُؤْخَذُ ذٰلِكَ مِنْ قَوْلِهِ: "كَانَتْ لَا تَسْمَعُ شَيْئًا لَا تَعْرِفُهُ إِلَّا رَاجَعَتْ فِيهِ حَتّٰى تَعْرِفَهُ". فَلَوْ لَمْ يَكُنْ ذٰلِكَ مِنْ سُنَنِ الْإِسْلَامِ لَمَا أَقَرَّهَا عَلَيْهِ السَّلَام".[2]

''اس [حدیث] میں اس بات کی دلیل ہے کہ اگر کوئی شخص کچھ سنے اور اس کو سمجھ نہ سکے، تو اس بارے میں مراجعت [یعنی سوال جواب] کرے، یہاں تک کہ اس کو سمجھ جائے اور یہ روایت کے ان الفاظ سے ماخوذ ہے کہ [وہ جب بھی کوئی ایسی بات سنتیں جس کو سمجھ نہ پاتیں تو وہ اس کے متعلق سوال جواب کرتیں یہاں تک کہ وہ اس کو سمجھ جاتیں]۔ اگر ان کا یہ طرزِ عمل سنن اسلام میں سے نہ ہوتا، تو آنحضرت ﷺ کبھی بھی انہیں ایسا نہ کرنے دیتے۔''

امام ابن ابی جمرہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ بھی لکھا ہے:

---

[1] صحيح البخاري ١/١٩٦.
[2] بهجة النفوس ١/١٤٥.

" لٰكِنْ هٰذَا لَيْسَ عَلَى الْعُمُوْمِ ،وَإِنَّمَا ذٰلِكَ لِمَنْ فِيْهِ أَهْلِيَّةٌ، وَإِنَّمَا الْعَوَامُ وَظِيْفَتُهُمُ السُّؤَالُ"[1]

''لیکن یہ طرزِ عمل سب کے لیے نہیں، یقیناً یہ تو صرف صلاحیت رکھنے والوں کے لیے ہے، عام لوگوں کا کام صرف سوال کرنے تک ہے۔''

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ رقم طراز ہیں:

"وَفِي الْحَدِيْثِ مَا كَانَ عِنْدَ عَائِشَةَ رضي الله عنها مِنَ الْحِرْصِ عَلٰى تَفَهُّمِ مَعَانِي الْحَدِيْثِ ، وَأَنَّ النَّبِيَّ ﷺ لَمْ يَكُنْ يَتَضَجَّرُ مِنَ الْمُرَاجَعَةِ فِي الْعِلْمِ"[2]

''[اس] حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ معانی حدیث کو سمجھنے کی خاطر عائشہ رضی اللہ عنہا کی خواہش کس قدر زیادہ تھی اور یہ کہ نبی ﷺ علمی مسائل میں سوال جواب پر خفا نہ ہوتے تھے۔''

۲۔ عام لوگوں کے دھنسائے جانے کے متعلق سوال جواب:

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے بیان کیا:

" قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "يَغْزُوْ جَيْشٌ الْكَعْبَةَ ، فَإِذَا كَانُوْا بِبَيْدَاءَ مِنَ الْأَرْضِ يُخْسَفُ بِأَوَّلِهِمْ وَآخِرِهِمْ".

قَالَتْ :" قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! كَيْفَ يُخْسَفُ بِأَوَّلِهِمْ وَآخِرِهِمْ ، وَفِيْهِمْ أَسْوَاقُهُمْ ، وَمَنْ لَيْسَ مِنْهُمْ؟".

قَالَ : "يُخْسَفُ بِأَوَّلِهِمْ وَآخِرِهِمْ ، ثُمَّ يُبْعَثُوْنَ عَلَى نِيَّاتِهِمْ".[3]

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ایک لشکر کعبہ پر چڑھائی کرے گا، جب وہ [مقام] بیداء میں پہنچے گا، تو اوّل سے آخر تک ان سب کو زمین میں دھنسا دیا جائے گا۔''

عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: ''میں نے عرض کیا: ''یا رسول اللہ ﷺ ان کو اوّل سے آخر تک کیونکر دھنسا دیا جائے گا؟ اور ان میں ان کے بازاروں والے اور [دیگر] ایسے لوگ ہوں گے جو ان میں سے نہ ہوں گے؟

آپ ﷺ نے فرمایا: ''شروع سے آخر تک ان سب کو دھنسا دیا جائے گا، پھر وہ اپنی نیتوں

---

[1] بهجة النفوس ١٤٥/١.
[2] فتح الباري ١٩٧/١؛ نیز ملاحظہ ہو: عمدة القاري ١٣٨/٦.
[3] صحيح البخاري ، كتاب البيوع ، باب ما ذكر في الأسواق ، رقم الحديث ٢١١٨، ٣٣٨/٤.

کے مطابق اُٹھائے جائیں گے۔''

اس حدیث شریف سے واضح ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو کعبہ شریف پر چڑھائی کے ارادے سے نہ آنے والے لوگوں کے دھنسائے جانے کے بارے میں اشکال پیدا ہوا، انہوں نے آنحضرت ﷺ کے روبرو اپنا یہ اشکال پیش کیا، تو آپ ناراض نہ ہوئے، بلکہ ان کے اشکال کو دور فرمایا۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس سلسلے میں لکھا ہے:

"وَالْغَرَضُ كُلُّهُ أَنَّهَا اسْتَشْكَلَتْ وُقُوعَ الْعَذَابِ عَلَى مَنْ لَا إِرَادَةَ لَهُ فِي الْقِتَالِ الَّذِي هُوَ سَبِيلُ الْعُقُوبَةِ، فَوَقَعَ الْجَوَابُ بِأَنَّ الْعَذَابَ يَقَعُ عَامًّا لِحُضُورِ آجَالِهِمْ، وَيُبْعَثُونَ بَعْدَ ذٰلِكَ عَلَىٰ نِيَّاتِهِمْ".[1]

''اصل مقصود یہ ہے کہ انہیں یہ اشکال پیدا ہوا کہ سزا کا سبب [کعبۃ اللہ پر چڑھائی کا ارادہ] عام لوگوں میں موجود نہ ہونے کے باوجود ان پر عذاب کیونکر آئے گا، تو جواب دیا گیا کہ اس وقت ان کی موت کا مقرر وقت آپہنچنے کی بنا پر عذاب عام آئے گا، پھر وہ اس کے بعد اپنی نیتوں کے مطابق اُٹھائے جائیں گے۔''

۳۔ تقدیر کے بعد عمل کے متعلق سوال جواب:

امام ابن حبان رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں:

"قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رضي الله عنه: "يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! نَعْمَلُ فِي شَيْءٍ نَأْتَنِفُه أَمْ فِي شَيْءٍ قَدْ فُرِغَ مِنْهُ؟".

قَالَ: "بَلْ فِي شَيْءٍ قَدْ فُرِغَ مِنْهُ".

قَالَ: "يَا عُمَرُ! لَا يُدْرَكُ ذٰلِكَ إِلَّا بِالْعَمَلِ".

قَالَ: "إِذًا نَجْتَهِدُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ!".[2]

''عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: ''یا رسول اللہ ﷺ! ہم ایسی چیز کے بارے میں عمل کریں،

---

[1] فتح الباري ٤/٢٤٠.

[2] الإحسان في تقريب صحيح ابن حبان، كتاب العلم، رقم الحديث ١٠٨، ١/٣١٢. شیخ شعیب ارناؤوط نے اس حدیث کے بارے میں لکھا ہے کہ اس کے روایت کرنے والے ثقہ اور بخاری و مسلم کے راوی ہیں، سوائے ہشام بن عمار کے، کہ وہ صرف بخاری کے راوی ہیں۔ (ملاحظہ ہو: هامش الإحسان ١/٣١٢)؛ علاوہ ازیں حافظ ہیثمی نے اس معنی کی حدیث نقل کرنے کے بعد تحریر کیا ہے: ''اس کو البزار نے روایت کیا ہے اور [اس کے راویت کرنے والے صحیح کے روایت کرنے والے ہیں]۔ (مجمع الزوائد، کتاب القدر، باب "كل مُيَسَّر لما خلق له" ٧/١٩٤-١٩٥).

جس کے بارے میں تقدیر میں کچھ نہیں لکھا گیا۔ یا ایسی چیز کے بارے میں عمل کریں، جس سے فراغت پائی جا چکی ہے؟ [یعنی اس کے متعلق تقدیر لکھی جا چکی ہے]۔

آپ ﷺ نے فرمایا: ''بلکہ ایسی چیز کے بارے میں جس سے فارغ ہوا جا چکا ہے؟ آپ ﷺ نے [مزید] فرمایا: عمر! ''اس کو تو عمل ہی سے پایا جا سکتا ہے۔''

انہوں نے کہا: ''یارسول اللہ ﷺ! پھر تو ہم خوب کوشش کریں گے۔''

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جب آنحضرت ﷺ نے بتلایا کہ فارغ شدہ چیز کے بارے میں عمل کرنا ہے، تو حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کے ذہن میں اشکال پیدا ہوا کہ ایسی صورت میں عمل کرنے کا فائدہ کیا ہے۔ انہوں نے اپنا یہ اشکال آنحضرت ﷺ کے روبرو پیش کیا، تو آپ ﷺ خفا نہ ہوئے بلکہ اس اشکال کو رفع فرمایا۔

امام ابن حبان رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس حدیث پر درج ذیل عنوان تحریر کیا ہے:

[ذِكْرُ الْخَبَرِ الدَّالِّ عَلَى إِبَاحَةِ اِعْتِرَاضِ الْمُتَعَلِّمِ عَلَى الْعَالِمِ فِيمَا يُعَلِّمُهُ مِنَ الْعِلْمِ][1]

[عالم کی طرف سے سکھائی جانے والی بات پر متعلم کے اعتراض کے جواز پر دلالت کناں حدیث]

تنبیہ:

اس موضوع کے متعلق اسی قسم کے سوال جواب دو اور صحابہ ذی اللحیہ الکلابی اور سراقہ بن مالک رضی اللہ عنہما نے کیے۔ آنحضرت ﷺ نے ان دونوں پر بھی اظہارِ خفگی کی بجائے ان کے اشکال کو دور فرما دیا تھا۔

۴۔ ظلم کرنے والوں کی امن و ہدایت سے محرومی کے متعلق سوال جواب:

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے بیان کیا:

" لَمَّا نَزَلَتْ ﴿ الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْا إِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ ﴾[2]، قُلْنَا: "يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَيُّنَا لَا يَظْلِمُ نَفْسَهُ؟".

قَالَ: لَيْسَ كَمَا تَقُوْلُوْنَ، ﴿ وَلَمْ يَلْبِسُوْا إِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ ﴾ بِشِرْكٍ، أَوَلَمْ تَسْمَعُوْا إِلَى قَوْلِ لُقْمَانَ لِابْنِهِ ﴿ يَا بُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ

---

[1] الاحسان في تقريب صحيح ابن حبان ۱/ ۳۱۲۔
[2] سورة الأنعام/ جزء من الآية ۸۲۔

عَظِیْمٌ ﴾ "۔[1]

"جب یہ آیت اُتری [ترجمہ: جولوگ ایمان لائے اور انہوں نے اپنے ایمان کوظلم کے ساتھ خلط ملط نہ کیا، انہی کے لیے امن ہے اور وہ ہدایت یافتہ ہیں۔]

تو ہم نے عرض کیا: "یا رسول اللہ ﷺ! ہم میں سے کون ایسا ہوگا، جس نے اپنی جان پر ظلم نہ کیا ہوگا؟"

آپ ﷺ نے فرمایا: "بات وہ نہیں، جو تم کہہ رہے ہو۔ [اور اپنے ایمان کوظلم کے ساتھ خلط ملط نہ کیا] [اس میں ظلم سے مراد] شرک ہے۔ کیا تم نے لقمان کی اپنے بیٹے کے لیے نصیحت نہیں سنی: [ترجمہ: اے میرے چھوٹے بیٹے! اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک نہ کرنا۔ بے شک شرک ظلم عظیم ہے۔]؟"

اس حدیث سے یہ بات واضح ہے کہ آیت کریمہ کے بارے میں حضرات صحابہ کو اشکال پیدا ہوا۔ انہوں نے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں اشکال پیش کیا، تو آپ نے خفگی کی بجائے آیت کریمہ کا صحیح معنی بیان فرما کر ان کے اشکال کو رفع فرما دیا۔

۵۔ خواتین کے متعلق باتوں کے بارے میں سوال جواب:

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے بیان کیا:

" خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِيْ أَضْحَى أَوْ فِطْرٍ إِلَى الْمُصَلَّي ، فَمَرَّ عَلَى النِّسَآءِ فَقَالَ: " يَا مَعْشَرَ النِّسَآءِ! تَصَدَّقْنَ ، فَإِنِّيْ أُرِيْتُكُنَّ أَكْثَرَ أَهْلَ النَّارِ".

فَقُلْنَ: " وَبِمَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟".

قَالَ: " تُكْثِرْنَ اللَّعْنَ وَتَكْفُرْنَ الْعَشِيْرَ. مَا رَأَيْتُ مِنْ نَاقِصَاتِ عَقْلٍ وَدِيْنٍ أَذْهَبَ لِلُبِّ الرَّجُلِ الْحَازِمِ مِنْ إِحْدَاكُنَّ".

قُلْنَ: " وَمَا نُقْصَانُ دِيْنِنَا وَعَقْلِنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟".

قَالَ: "أَلَيْسَ شَهَادَةُ الْمَرْأَةِ مِثْلَ نِصْفِ شَهَادَةِ الرَّجُلِ؟".

---

[1] سورة لقمان/جزء من الآية ۱۳ .

[2] صحيح البخاري ، كتاب الأنبياء ، باب قول الله تعالى: ﴿ وَاتَّخَذَ اللّٰهُ إِبْرَاهِيْمَ خَلِيْلًا ﴾ ، رقم الحديث ۳۳٦۰ ، ٦/۳۸۹ .

قُلْنَ: "بَلٰى".

قَالَ: "فَذٰلِكَ مِنْ نُقْصَانِ عَقْلِهَا. أَلَيْسَ إِذَا حَاضَتْ لَمْ تُصَلِّ وَلَمْ تَصُمْ؟".

قُلْنَ: "بَلٰى".

قَالَ: "فَذٰلِكَ مِنْ نُقْصَانِ دِيْنِهَا".[1]

''رسول اللہ ﷺ [عید] الاضحیٰ یا [عید] الفطر میں عید گاہ تشریف لے گئے، تو آپ ﷺ عورتوں کے پاس سے گزرے تو فرمایا: ''اے عورتوں کی جماعت! صدقہ کرو، کیونکہ بلاشبہ میں نے جہنم میں تمہیں زیادہ دیکھا ہے۔'' انہوں [خواتین] نے عرض کیا: ''یا رسول اللہ ﷺ کس بنا پر؟'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم زیادہ لعن طعن کرتی ہو اور شوہر کی ناشکری کرتی ہو۔ عقل و دین میں ناقص ہونے کے باوجود میں نے تم سے زیادہ کسی کو ایک عقل مند شخص کو بیوقوف بناتے ہوئے نہیں دیکھا۔''

انہوں نے پوچھا: ''یا رسول اللہ ﷺ! ہمارے دین اور ہماری عقل میں کیا نقص ہے؟''

آپ ﷺ نے فرمایا: ''کیا عورت کی گواہی مرد کی گواہی سے نصف نہیں ہے؟''

انہوں نے جواب دیا: ''جی ہے۔''

آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ بات اس کی عقل میں نقص کی بنا پر ہے۔ کیا ایسا نہیں ہے کہ جب عورت حائضہ ہو، تو نہ نماز پڑھتی ہے اور نہ روزہ رکھتی ہے؟''

انہوں نے جواب دیا: ''جی ہے۔''

آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ اس کے دین کا نقصان ہے۔''

اس حدیث میں ہم نے دیکھا کہ خواتین نے آنحضرت ﷺ سے دو مرتبہ سوال جواب کیا۔ پہلی دفعہ جب آپ نے انہیں بتلایا کہ: ''جہنم میں آپ نے انہیں زیادہ دیکھا۔'' اور دوسری دفعہ جب آپ نے ان سے فرمایا کہ وہ عقل و دین کے اعتبار سے ناقص ہیں۔ آپ ﷺ اس پر خفا نہ ہوئے بلکہ دلائل سے ان کے دونوں اشکالوں کو رفع فرمایا۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ نے فوائد حدیث ذکر کرتے ہوئے تحریر کیا ہے:

"وَفِي الْحَدِيْثِ أَيْضًا مُرَاجَعَةُ الْمُتَعَلِّمِ لِمُعَلِّمِهِ، وَالتَّابِعِ لِمَتْبُوْعِهِ فِيْمَا لَا يَظْهَرُ لَهُ مَعْنَاهُ. وَفِيْهِ مَا كَانَ عَلَيْهِ ﷺ مِنَ الْخُلُقِ الْعَظِيْمِ، وَالصَّفْحِ الْجَمِيْلِ، وَالرِّفْقِ وَالرَّأْفَةِ. زَادَهُ اللّٰهُ تَشْرِيْفًا وَتَكْرِيْمًا وَتَعْظِيْمًا".[2]

---

[1] صحيح البخاري، كتاب الحيض، باب ترك الحائض الصوم، رقم الحديث ٣٠٤، ١/٤٠٥.
[2] فتح الباري ١/٤٠٧.

''حدیث میں غیر واضح بات کے متعلق متعلّم کا معلّم سے اور پیروکار کا پیشوا سے سوال جواب کرنا [ثابت ہوتا] ہے۔ [علاوہ ازیں] اس میں یہ [بھی] ہے کہ آنحضرت ﷺ کتنے عظیم اخلاق والے، درگزر فرمانے والے اور شفقت و رحمت والے تھے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی شان و عظمت، قدر و منزلت اور مقام و مرتبہ میں مزید اضافہ فرمائے۔''

اللہ تعالیٰ ہم سب کو آپ ﷺ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا حيٌّ یا قیُّومُ.

حدیث شریف میں دیگر فوائد:

حدیث شریف میں موجود دیگر فوائد میں سے چار درج ذیل ہیں:

۱۔ آنحضرت ﷺ کا خواتین کو تعلیم دینا۔[1]

۲۔ آنحضرت ﷺ کا دورانِ تعلیم [اسلوبِ ندا] استعمال فرمانا کہ آپ نے عورتوں کو [اے عورتوں کی جماعت] کے الفاظ سے پکارا۔[2]

۳۔ قابل عیب خصلت کو دور کرنے کے لیے نصیحت و تعلیم میں درشتگی۔[3]

۴۔ آنحضرت ﷺ کا دو مرتبہ [اسلوب استفہام] استعمال فرمانا: پہلی مرتبہ جب کہ آپ نے فرمایا: ''کیا عورت کی گواہی......؟ اور دوسری مرتبہ جب آپ ﷺ نے فرمایا: ''کیا جب وہ حائضہ......؟

خلاصہ گفتگو یہ ہے کہ ہمارے نبی کریم ﷺ کی طرف سے حضرات صحابہ کو اس بات کی اجازت تھی کہ آپ کے ارشادات کے بارے میں اشکال یا الجھاؤ کی صورت میں وہ اس کو آپ کے روبرو پیش کریں اور اس پر آپ ﷺ خفا نہ ہوتے، بلکہ تسلی بخش طریقے سے تشفی کرواتے۔ اس کے برعکس ہمارے بعض نیم تعلیم یافتہ پڑھانے والے اپنی کہی ہوئی اُلٹی سیدھی بات کے بارے میں سوال جواب سننے کی تاب نہیں رکھتے۔ ان کے روبرو اس [جرم عظیم] کا ارتکاب کرنے والے طالب علم کی موقع پر یا امتحان میں، یا دونوں ہی جگہ خیر نہیں۔ إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ.

اے اللہ تعالیٰ! ہمیں ایسے بدنصیب لوگوں میں شامل نہ فرمانا، بلکہ نبی کریم ﷺ کے نقش قدم پر چلانا۔ آمین یا حي یا قیوم.

---

[1] اس بارے میں تفصیل کتاب ھذا کے صفحات ۶۱-۶۳ پر دیکھیے۔
[2] اس بارے میں تفصیل کتاب ھذا کے صفحات ۹۲-۱۰۱ پر دیکھیے۔
[3] ملاحظہ ہو: فتح الباري ۱/ ۴۰۶.

(32)

طلبہ کو یاددہانی کرانے کی اجازت

ہمارے نبی کریم ﷺ نے حضرات صحابہ کو اس بات کی اجازت دے رکھی تھی کہ وہ آپ کے بھول جانے کی صورت میں یاددہانی کروائیں۔ صرف یہی نہیں، بلکہ آپ ﷺ انہیں ایسا کرنے کی ترغیب دیتے اور ان کی یاددہانی کے درست ہونے کی صورت میں اس کے مطابق عمل فرماتے۔ سیرت طیبہ میں اس سلسلے میں موجود شواہد میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

ا۔ نماز کے بارے میں یاددہانی:

امام بخاری اور امام مسلم رحمہما اللہ تعالیٰ نے حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے بیان کیا:

" رَدِفْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ مِنْ عَرَفَاتٍ ، فَلَمَّا بَلَغَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ الشِّعْبَ الْأَيْسَرَ الَّذِي دُونَ الْمُزْدَلِفَةِ أَنَاخَ ، فَبَالَ، ثُمَّ جَاءَ فَصَبَبْتُ عَلَيْهِ الْوَضُوءَ ، فَتَوَضَّأَ وُضُوءاً خَفِيفًا، فَقُلْتُ : "اَلصَّلَاةُ يَارَسُولَ اللّٰهِ ﷺ ؟".

قَالَ : " اَلصَّلَاةُ أَمَامَكَ".

فَرَكِبَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ ، حَتَّى أَتَى الْمُزْدَلِفَةَ فَصَلَّى."[1]

''میں عرفات سے سواری پر رسول اللہ ﷺ کے پیچھے بیٹھا۔ جب رسول اللہ ﷺ مزدلفہ سے پہلے بائیں گھاٹی کے پاس پہنچے، تو آپ نے [اونٹنی کو] بٹھایا، اور پیشاب کیا، پھر آپ تشریف لائے، تو میں نے آپ پر وضو کا پانی ڈالا۔ آپ ﷺ نے ہلکا سا وضو فرمایا، تو میں نے عرض کیا: ''یا رسول اللہ ﷺ! نماز۔''

آپ ﷺ نے فرمایا: ''نماز تمہارے آگے ہے۔ [یعنی مزدلفہ میں پڑھی جائے گی۔]

پھر رسول اللہ ﷺ سوار ہوئے، یہاں تک کہ مزدلفہ تشریف لائے اور نماز پڑھی۔''

---

[1] متفق علیه: صحيح البخاري ، كتاب الحج ، باب النزول بين عرفة وجمع ، جزء من رقم الحديث ١٦٦٩، ٣/٥١٩؛ وصحيح مسلم ، كتاب الحج ، باب الإفاضة من عرفات إلى المزدلفة،..... رقم الحديث ٢٧٦(١٢٨٠) ، ٢/٩٣٤. الفاظ حدیث صحیح البخاري کے ہیں۔

امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے شرح حدیث میں تحریر کیا ہے:

" قُلْتُ: اَلصَّلَاةُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ!" فَقَالَ: " اَلصَّلَاةُ أَمَامَكَ": "مَعْنَاهُ أَنَّ أُسَامَةَ رضي الله عنه ذَكَّرَهُ بِصَلَاةِ الْمَغْرِبِ، وَظَنَّ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَسِيَهَا حَيْثُ أَخَّرَهَا عَنِ الْعَادَةِ الْمَعْرُوفَةِ فِي غَيْرِ هٰذِهِ اللَّيْلَةِ. فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ: " اَلصَّلَاةُ أَمَامَكَ"، أَيْ أَنَّ الصَّلَاةَ فِي هٰذِهِ اللَّيْلَةِ مَشْرُوْعَةٌ فِيمَا بَيْنَ يَدَيْكَ أَيْ فِي الْمُزْدَلِفَةِ". [1]

''میں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! نماز۔'' تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''نماز آگے ہے۔'' اس کے معنی یہ ہیں کہ اُسامہ رضی اللہ عنہ نے نمازِ مغرب کے بارے میں یاددہانی کروائی اور انہوں نے سمجھا کہ اس رات نبی ﷺ نے بھول کر نماز کو باقی راتوں کے برعکس مؤخر کیا ہے۔ تو [ان کے جواب میں] نبی ﷺ نے فرمایا: ''نماز تمہارے آگے ہے۔'' یعنی اس رات نماز کی ادائیگی تمہارے آگے مزدلفہ میں ہے [راستے میں نہیں۔]''

علامہ نووی رحمہ اللہ تعالیٰ ہی نے فوائد حدیث بیان کرتے ہوئے تحریر کیا ہے:

" فَفِيهِ اِسْتِحْبَابُ تَذْكِيْرِ التَّابِعِ الْمَتْبُوْعَ بِمَا تَرَكَهُ خِلَافَ الْعَادَةِ لِيَفْعَلَهُ، أَوْ يَعْتَذِرَ عَنْهُ، أَوْ يُبَيِّنَ لَهُ وَجْهَ صَوَابِهِ، وَأَنَّ مُخَالَفَتَهُ لِلْعَادَةِ سَبَبُهَا كَذَا وَكَذَا." [2]

''اس [حدیث] سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بات مستحب ہے کہ جب پیروکار دیکھے کہ پیشوا عام عادت کے برعکس کوئی کام ترک کررہا ہے، تو وہ اس کو یاددہانی کرائے تاکہ وہ اس کو کرلے، یا اپنا عذر بیان کرے، یا اس بارے میں صحیح بات کو واضح کرے اور بتلائے کہ عام معمول سے ہٹنے کا یہ یہ سبب ہے۔''

۲۔ عطیہ دینے کے متعلق تذکیر:

امام بخاری اور امام مسلم رحمہما اللہ تعالیٰ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ:

" أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ أَعْطَى رَهْطًا، وَسَعْدٌ جَالِسٌ، فَتَرَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ رَجُلًا، هُوَ أَعْجَبُهُمْ إِلَيَّ، فَقُلْتُ: "يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! مَالَكَ عَنْ فُلَانٍ؟ فَوَاللّٰهِ!

---

[1] شرح النووي ۹/۲۶. [2] المرجع السابق ۹/۲۶.

إِنِّي لَأَرَاهُ مُؤْمِنًا".

فَقَالَ: "أَوْ مُسْلِمًا".

فَسَكَتُّ قَلِيلًا، ثُمَّ غَلَبَنِي مَا أَعْلَمُ مِنْهُ، فَعُدْتُ لِمَقَالَتِي، فَقُلْتُ: "مَالَكَ عَنْ فُلَانٍ؟ فَوَاللّٰهِ! إِنِّي لَأَرَاهُ مُؤْمِنًا".

فَقَالَ: "أَوْ مُسْلِمًا". فَسَكَتُّ قَلِيلًا.

ثُمَّ غَلَبَنِي مَا أَعْلَمُ مِنْهُ، فَعُدْتُ لِمَقَالَتِي، وَعَادَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ، ثُمَّ قَالَ: "يَا سَعْدُ! إِنِّي لَأُعْطِي الرَّجُلَ وَغَيْرُهُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْهُ خَشْيَةَ أَنْ يَكُبَّهُ اللّٰهُ فِي النَّارِ".[1]

''بے شک رسول اللہ ﷺ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں چند لوگوں کو کچھ عطیہ دیا اور ایک شخص کو کچھ نہ دیا [سعد فرماتے ہیں] اور وہ مجھے ان میں سب سے زیادہ پسند تھا، تو میں نے عرض کیا: ''یا رسول اللہ ﷺ! آپ کا اس کو چھوڑنے کا سبب کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ کی قسم! بلاشبہ میں تو اس کو مومن سمجھتا ہوں۔''

آپ ﷺ نے فرمایا: ''یا مسلمان۔'' [یعنی یہ کہو کہ میں اس کو مسلمان سمجھتا ہوں۔]

میں تھوڑی دیر خاموش رہا، پھر اس کے بارے میں میری معلومات کا مجھ پر غلبہ ہوا، تو میں نے اپنی بات پھر دہراتے ہوئے عرض کیا: ''آپ کے اس کو چھوڑنے کا سبب کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ کی قسم! بے شک میں تو اس کو مومن سمجھتا ہوں۔''

آپ ﷺ نے فرمایا: ''یا مسلمان۔''

پھر اس کے بارے میں میری معلومات نے مجھے مغلوب کیا، تو میں نے اپنی بات دہرائی اور رسول اللہ ﷺ نے بھی دوبارہ وہی جواب دہرایا۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے سعد! بلاشبہ میں ایک شخص کو اس خدشہ کے پیش نظر دیتا ہوں کہ [کہیں وہ کمزور ایمان کی بنا پر پھسل نہ جائے اور] اللہ تعالیٰ اس کو جہنم کی آگ میں اوندھا ڈال دیں، جب کہ ایک دوسرا شخص مجھے اس سے زیادہ عزیز ہوتا ہے۔'' [لیکن میں اس کو نہیں دیتا۔]

---

[1] متفق عليه: صحيح البخاري، كتاب الإيمان، باب إذا لم يكن الإسلام على الحقيقة......، رقم الحديث ٢٧، ١/٧٩؛ وصحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب تألف قلب من يخاف على إيمانه......، رقم الحديث ٢٣٧(١٥٠)، ١/١٣٢. الفاظ حدیث صحیح البخاري کے ہیں۔

اس حدیث شریف سے واضح ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے عطیہ دینے کے متعلق آنحضرت ﷺ کو تین بار متنبہ کرنے کی کوشش کی۔ کیونکہ انہوں نے یہ سمجھا کہ آپ ﷺ عطیہ پانے والے شخص سے زیادہ مستحق شخص کو بھول رہے ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے اس تنبیہ پر انہیں ٹوکا نہیں، بلکہ عطیہ دینے کے بارے میں اپنے فیصلے کے پس منظر سے آگاہ فرمایا۔ امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فوائد حدیث بیان کرتے ہوئے تحریر کیا ہے:

" وَفِيهِ تَنْبِيهُ الْمَفْضُولِ الْفَاضِلَ عَلَى مَا يَرَاهُ مَصْلِحَةً."[1]

''اور اس سے ادنیٰ کا اعلیٰ کو اپنی رائے میں قرین مصلحت بات کے لیے متوجہ کرنا [ثابت ہوتا] ہے۔''

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ اس بارے میں رقم طراز ہیں:

وَفِيهِ تَنْبِيهُ الصَّغِيرِ لِلْكَبِيرِ عَلَى مَا يَظُنُّ أَنَّهُ ذَهَلَ عَنْهُ.[2]

''اس چھوٹے کا بڑے کو اس بارے میں متوجہ کرنا [ثابت ہوتا] ہے، جس کے متعلق وہ سمجھے کہ بڑا بھول گیا ہے۔

علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے تحریر کیا ہے:

" فِيهِ أَنَّ الْمَفْضُولَ يُنَبِّهُ الْفَاضِلَ عَلَى مَا يَرَاهُ مَصْلِحَةً لِيَنْظُرَ فِيهِ الْفَاضِلِ."[3]

''اس میں [یہ] ہے کہ ادنیٰ جس بات کو قرین مصلحت سمجھے اس کے بارے میں اعلیٰ کو متوجہ کرے، تاکہ وہ اس بارے میں غور وفکر کرے۔''

حدیث شریف میں دیگر فوائد:

حدیث شریف میں موجود دیگر فوائد میں سے مزید درج ذیل ہیں:

1. شاگرد کو اس کے نام کے ساتھ پکارنا۔[4]
2. آنحضرت ﷺ کا عطیہ دیتے وقت لوگوں کے احوال کو پیش نظر رکھنا۔
3. آنحضرت ﷺ کا عظیم اخلاق کہ آپ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے مشورے کو قبول نہ کرنے کا سبب ان کے لیے واضح فرمادیا۔

---

[1] شرح النووي ۱۸۱/۲۔

[2] ملاحظہ ہو: فتح الباري ۸۱/۱۔ [3] عمدة القاري ۱۹۵/۱۔

[4] اس بارے میں تفصیل کے لیے کتاب ہذا کے صفحات ۹۲۔۱۰۱ ملاحظہ ہو۔

۳۔ نماز میں آیت چھوڑنے پر یاد دہانی کی تاکید۔[۱]

۴۔ دورانِ نماز قرأت میں تردد کی صورت میں لقمہ دینے کی تاکید۔[۲]

۵۔ نماز میں بھولنے پر تنبیہ کے مطابق عمل کرنا۔[۳]

۶۔ آنحضرت ﷺ کا عمر رضی اللہ عنہ کو حکم کہ وہ آپ کو حسن ادا کا حکم دیں۔[۴]

خلاصہ کلام یہ ہے کہ ہمارے نبی کریم ﷺ نے اپنے ساتھیوں کو اس بات کی اجازت دے رکھی تھی کہ وہ بوقت ضرورت آپ ﷺ کو یاد دہانی کروائیں۔ آپ ﷺ کا اس بارے میں طرزِ عمل ان نیم پڑھے لکھے مدرسین سے یکسر مختلف تھا، جو کہ غلطی پر ٹوکے جانے اور بھولنے پر یاد دہانی کو برداشت کرنے سے کلی طور پر عاجز ہوتے ہیں۔

اے ہمارے رب کریم! ہمیں ان ایسے لوگوں میں شامل نہ فرمانا اور اپنے نبی کریم ﷺ کے نقش قدم پر چلانا۔ آمین یَا ذَا الْجَلَالِ وَالْإِکْرَام

---

[۱]، [۲]، [۳]، [۴] ان عنوانوں کی تفصیل، تخریج اور تشریح راقم السطور کی کتاب [الاحتساب علی الوالدین] ص ۲۴ تا ۲۸ میں ملاحظہ فرمایئے۔

(33)

اپنی موجودگی میں شاگرد کو تعلیم و تربیت کا موقع دینا

سیرت طیبہ سے یہ بات ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے اپنی موجودگی میں شاگردوں کو تعلیم و تربیت کی غرض سے بات کی اجازت دی۔ اس بارے میں تین شواہد توفیق الٰہی سے ذیل میں پیش کیے جا رہے ہیں:

ا۔ آنحضرت ﷺ کی موجودگی میں صدیق رضی اللہ عنہ کا تعبیر خواب:

امام بخاری اور امام مسلم رحمہما اللہ تعالیٰ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے کہ وہ بیان کرتے تھے:

"أَنَّ رَجُلًا أَتَى رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ: "إِنِّي رَأَيْتُ اللَّيْلَةَ فِي الْمَنَامِ ظُلَّةً تَنْطِفُ السَّمْنَ وَالْعَسَلَ، فَأَرَى النَّاسَ يَتَكَفَّفُوْنَ مِنْهَا: فَالْمُسْتَكْثِرُ وَالْمُسْتَقِلُّ، وَإِذَا سَبَبٌ وَاصِلٌ مِنَ الْأَرْضِ إِلَى السَّمَاءِ، فَأَرَاكَ أَخَذْتَ بِهِ فَعَلَوْتَ.

ثُمَّ أَخَذَ بِهِ رَجُلٌ آخَرُ فَعَلَا بِهِ، ثُمَّ أَخَذَ رَجُلٌ آخَرُ فَعَلَا بِهِ، ثُمَّ أَخَذَ بِهِ رَجُلٌ آخَرُ فَانْقَطَعَ، ثُمَّ وُصِلَ".

فَقَالَ أَبُوْبَكْرٍ رضي الله عنه: "يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! بِأَبِي أَنْتَ وَاللّٰهِ! لَتَدَعَنِّي فَأَعْبُرَهَا".

فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ لَهُ: "اعْبُرْهَا".

قَالَ أَمَّا الظُّلَّةُ فَالْإِسْلَامُ...... الحديث."[1]

"ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: "میں نے رات کو خواب میں دیکھا کہ ابر کا ایک ٹکڑا گھی اور شہد ٹپکا رہا ہے اور میں دیکھتا ہوں کہ لوگ انہیں اپنے ہاتھوں میں لے رہے ہیں، کوئی زیادہ، کوئی کم۔ اور ایک رسی ہے جو زمین سے آسمان تک لٹکی ہوئی ہے، میں نے دیکھا کہ آپ نے اس کو تھاما اور اوپر چڑھ گئے۔

پھر ایک دوسرے شخص نے بھی اس کو پکڑا اور اس کے ساتھ اوپر چڑھ گیا۔ پھر اس کو ایک اور شخص نے پکڑا، تو وہ [رسی] ٹوٹ گئی، پھر جڑ گئی۔"

[1] متفق علیہ: صحیح البخاري، کتاب التعبیر، باب من لم یر الرؤیا لأول عابر إذا لم یصب، جزء من رقم الحدیث ۷۰۴٦، ۱۲/٤۳۱؛ وصحیح مسلم، کتاب الرؤیا، باب في تأویل الرؤیا، جزء من رقم الحدیث ۱۷(۲۲٦۹)؛ ٤/۱۷۷۷۔۱۷۷۸۔ الفاظ حدیث صحیح البخاري کے ہیں۔

ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: ''یا رسول اللہ ﷺ! میرے والد آپ پر فدا ہوں، اللہ کی قسم! آپ مجھے اجازت دیجیے کہ میں اس کی تعبیر بیان کروں۔''

آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس کی تعبیر بیان کرو۔''

انہوں نے کہا: ''ابر کا ٹکڑا اسلام ہے...... الحدیث۔''

اس حدیث سے واضح ہے کہ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کی موجودگی میں تعبیر خواب کی اجازت طلب کی، تو آپ نے اجازت عطا فرما دی۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ نے فوائد حدیث بیان کرتے ہوئے تحریر کیا ہے:

" وَفِيْهِ كَلَامُ الْعَالِمِ بِالْعِلْمِ بِحَضْرَةِ مَنْ هُوَ أَعْلَمُ مِنْهُ ، إِذَا أذنَ فِي ذٰلِكَ صَرِيْحًا أَوْ مَا قَامَ مُقَامَه ، وَيُؤْخَذُ مِنْهُ جَوَازُ مِثْلِهِ فِي الْإِفْتَاءِ وَالْحُكْمِ."[1]

''اس سے عالم کی اپنے سے بڑے عالم کی موجودگی میں علمی گفتگو کرنا [ثابت ہوتا] ہے جب کہ وہ اس کی صراحۃً اجازت دے دے۔ یا کسی اور طریقہ سے اس کی اجازت معلوم ہو جائے اور یہی بات فتوی دینے اور فیصلہ کرنے کے بارے میں بھی ہے۔''

اس سلسلے میں علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے:

" وَفِيْهِ جَوَازُ فَتْوَى الْمَفْضُوْلِ بِحَضْرَةِ الْفَاضِلِ إِذَا كَانَ مُشَارًا إِلَيْهِ بِالْعِلْمِ وَالْإِمَامَةِ."[2]

''اس سے اعلیٰ کی موجودگی میں ادنیٰ کے فتویٰ دینے کا جواز ثابت ہوتا ہے جب کہ وہ [ادنیٰ] علم و امامت میں معروف ہو۔''

۲۔ آنحضرت ﷺ کی موجودگی میں صدیق اکبر کا بیٹی رضی اللہ عنہما کو جھڑکنا:

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے بیان کیا:

" دَخَلَ عَلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَعِنْدِي جَارِيَتَانِ تُغَنِّيَانِ بِغِنَاءِ بُعَاثَ ، فَاضْطَجَعَ عَلَى الْفِرَاشِ وَحَوَّلَ وَجْهَهُ. وَجَاءَ أَبُوْبَكْرٍ رضی اللہ عنہ فَانْتَهَرَنِي ، وَقَالَ : " مِزْمَارَةُ الشَّيْطَانِ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ ؟."

فَأَقْبَلَ عَلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ، فَقَالَ : " دَعْهُمَا".

---

[1] ملاحظہ ہو: فتح الباري ۱۲/ ۴۳۸۔

[2] عمدة القاري ۲۴/ ۱۷۱۔

فَلَمَّا غَفَلَ غَمَزْتُهُمَا فَخَرَجَتَا.''[1]

''رسول اللہ ﷺ میرے ہاں تشریف لائے، تو اس وقت میرے پاس دو بچیاں جنگ بعاث [کے قصوں] کی نظمیں پڑھ رہی تھیں۔ آپ ﷺ بستر پر لیٹ گئے اور اپنے چہرے کو [دوسری طرف] پھیر لیا۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ تشریف لائے، تو انہوں نے مجھے ڈانٹا اور فرمایا: ''یہ شیطانی آواز نبی ﷺ کے پاس؟''

نبی ﷺ ان [ابوبکر رضی اللہ عنہ] کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: ''انہیں چھوڑ دو۔''

جب وہ [ان سے] بے توجہ ہوئے، تو میں نے انہیں اشارہ کیا اور وہ چلی گئیں۔''

شرح حدیث میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ نے تحریر کیا ہے:

''[ان دونوں کو چھوڑ دو] ہشام کی روایت میں یہ اضافہ ہے: ''[اے ابوبکر! ہر قوم کی عید ہے اور یہ ہماری عید ہے۔''] آپ ﷺ کے اس فرمان میں ان دونوں [بچیوں] کو آپ کی جانب سے نہ روکنے کے سبب کو بیان کیا گیا ہے۔''[2]

اس حدیث شریف میں ہم دیکھتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کی موجودگی میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ڈانٹا۔ آپ ﷺ نے ان کو اپنی موجودگی میں سرزنش کرنے پر نہیں ٹوکا، البتہ ان پر واضح فرمایا کہ جو کچھ عائشہ نے کیا عید کے دن اس کی اجازت دی جاتی ہے۔

فوائدِ حدیث بیان کرتے ہوئے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ رقم طراز ہیں:

" وَفِيهِ أَنَّ التِّلْمِيذَ إِذَا رَأَى عِنْدَ شَيْخِهِ مَا يُسْتَكْرَهُ مِثْلُهُ بَادَرَ إِلَى إِنْكَارِهِ ، وَلَا يَكُونُ فِي ذٰلِكَ افْتِيَاتٌ عَلَىٰ شَيْخِهِ ، بَلْ هُوَ أَدَبٌ مِنْهُ وَرِعَايَةٌ لِحُرْمَتِهِ وَإِجْلَالٌ لِمَنْصِبِهِ.

وَفِيهِ فَتْوَى التِّلْمِيذِ بِحَضْرَةِ شَيْخِهِ بِمَا يَعْرِفُ مِنْ طَرِيقَتِهِ.''[3]

''اس میں یہ بات ہے کہ جب شاگرد اپنے استاد کے پاس [کسی کو] ناپسندیدہ کام [کرتے ہوئے] دیکھے تو اس کے ٹوکنے میں جلدی کرے اور اس میں استاد کی شان میں گستاخی نہیں، بلکہ یہ تو اس کے ادب واحترام اور اس کے مقام و مرتبہ کی پاسداری کی بات ہے۔

---

[1] صحيح البخاري، كتاب العيدين، باب الحراب والدرق يوم العيد، رقم الحديث ٩٤٩، ٢/ ٤٤٠.

[2] ملاحظہ ہو: فتح الباري ٢/ ٤٤٢.

[3] المرجع السابق ٢/ ٤٤٣ نیز ملاحظہ ہو: عمدة القاري ٦/ ٢٧٢.

اوراس سے استاد کی موجودگی میں اس کے طریقے کے مطابق شاگرد کا فتوٰی دینے کا جواز بھی معلوم ہوتا ہے۔"

تنبیہ:

اس حدیث شریف میں گانے بجانے کے جواز پر استدلال قطعاً درست نہیں۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالٰی نے تحریر کیا ہے:

" وَاسْتَدَلَّ جَمَاعَةٌ مِّنَ الصُّوفِيَّةِ بِحَدِيْثِ الْبَابِ عَلَى إِبَاحَةِ الْغِنَاءِ وَسَمَاعِهِ بِآلَةٍ وَبِغَيْرِ آلَةٍ ، وَيَكْفِي فِي رَدِّ ذٰلِكَ تَصْرِيْحُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا : " وَلَيْسَتَا بِمُغَنِّيَتَيْنِ ".[1]

"صوفیوں کے ایک گروہ نے [اس] باب کی حدیث سے ساز اور بغیر ساز کے گانے اور اس کے سننے کے جواز پر استدلال کیا ہے۔ ان کی تردید کے لیے عائشہ رضی اللہ عنہا کا صراحت سے فرمانا: [وہ دونوں بچیاں] گانے والیاں نہ تھیں] بہت کافی ہے۔"

اس کے بعد حافظ نے علامہ قرطبی رحمہما اللہ تعالٰی کا قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا ہے:

" قَوْلُهَا: " لَيْسَتَا بِمُغَنِّيَتَيْنِ" أَيْ لَيْسَتَا مِمَّنْ يَعْرِفُ الْغِنَاءَ كَمَا يَعْرِفُهُ الْمُغَنِّيَاتُ الْمَعْرُوفَاتُ بِذٰلِكَ ، وَهٰذَا مِنْهَا تَحَرُّزٌ عَنِ الْغِنَاءِ الْمُعْتَادِ عِنْدَ الْمُشْتَهِرِيْنَ بِهِ ، وَهُوَ الَّذِي يُحَرِّكُ السَّاكِنَ وَيبعثُ الْكَامِنَ ، وَهٰذَا النَّوْعُ إِذَا كَانَ فِي شِعرٍ فِيْهِ وَصْفُ مَحَاسِنِ النِّسَآءِ وَالْخمرِ وَغَيْرِهِمَا مِنَ الْأُمُوْرِ الْمُحَرَّمَةِ لَا يُخْتَلَفُ فِي تَحْرِيْمِهِ. وَأَمَّا مَا ابْتَدَعَهُ الصُّوفِيَّةُ فِي ذٰلِكَ فَمِنْ قَبِيْلِ مَالَا يُخْتَلَفُ فِي تَحْرِيْمِهِ. "[2]

"ان کا یہ فرمانا "وہ دونوں [بچیاں] گانے والی نہ تھیں۔" یعنی وہ معروف گانے والی عورتوں کی طرح گانے سے آشنا نہ تھیں۔ اس طرح انہوں [عائشہ رضی اللہ عنہا] نے مشہور گانے سے احتراز کیا ہے اور گانا وہ ہوتا ہے جو ساکن کو حرکت دیتا ہے، مخفی جذبات کو اُبھارتا ہے اور جب یہ شعر کی صورت میں ہو اور اس میں عورتوں کے محاسن، شراب اور ان ایسی دیگر ممنوعہ باتیں ہوں، تو اس کی حرمت میں کوئی اختلاف نہیں اور اس سلسلے میں جو کچھ صوفیوں نے ایجاد کیا ہے، وہ بھی اسی قسم سے ہے، جس کی حرمت میں کوئی اختلاف نہیں۔"

---

[1] ملاحظہ ہو: فتح الباري ۲/۴۴۲.

[2] ملاحظہ ہو: المرجع السابق ۲/۴۴۲.

۳۔آنحضرت ﷺ کے سامنے فاروق رضی اللہ عنہ کا احتساب کرنا:

حضرات ائمہ عبدالرزاق، احمد اور ابویعلیٰ رحمہم اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کے صحابہ میں سے ایک شخص سے روایت نقل کی ہے کہ:

"أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ صَلَّى الْعَصْرَ، فَقَامَ رَجُلٌ يُصَلِّي، فَرَآهُ عُمَرُ رضي الله عنه، فَقَالَ لَهُ: "اِجْلِسْ، فَإِنَّمَا هَلَكَ أَهْلُ الْكِتَابِ أَنَّهُ لَمْ يَكُنْ لِصَلَاتِهِمْ فَصْلٌ".

فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "أَحْسَنَ ابْنُ الْخَطَّابِ".[1]

''بے شک رسول اللہ ﷺ نے نمازِ عصر پڑھائی، تو ایک شخص نے کھڑے ہو کر نماز پڑھنی شروع کر دی۔ عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو دیکھا، تو اس سے فرمایا: ''بیٹھ جاؤ، یقیناً اہل کتاب ہلاک ہوئے کہ ان کی نماز بلا فصل تھی۔''

تو [یہ سن کر] رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ابن خطاب نے اچھی [بات] کہی ہے۔''

امام عبدالرزاق کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

"صَدَقَ ابْنُ الْخَطَّابِ."[2]

''ابن خطاب نے درست کہا ہے۔''

اس حدیث سے واضح ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نمازِ فرض کے بعد دوسری نماز بلا فصل پڑھنے پر آنحضرت ﷺ کی موجودگی میں اعتراض کیا، تو آپ ﷺ نے اس پر انہیں ٹوکا نہیں، بلکہ ان کے ٹوکنے کو پسند فرمایا اور اس بنا پر ان کی تعریف فرمائی۔

خلاصہ گفتگو یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ اپنی موجودگی میں باصلاحیت شاگردوں کو تعلیم و تربیت کی اجازت دے دیا کرتے تھے۔

---

[1] المصنف، كتاب الصلاة، باب الساعة التي يكره فيها الصلاة، رقم الحديث ۳۹۷۳؛ والمسند، رقم الحديث ۲۳۱۲۱؛ ۲۰۲/۳۸ (ط: مؤسسة الرسالة)؛ ومسند أبي يعلى الموصلي، مسند تميم الداري رضي الله عنه، ۳/(۷۱۶۶)، ۱۰۷/۱۳. الفاظ حدیث مسند الإمام أحمد کے ہیں۔ حافظ ہیثمی نے اس حدیث کے بارے میں لکھا ہے: ''اس کو احمد اور ابویعلیٰ نے روایت کیا ہے، اور احمد کے [روایت کرنے والے صحیح کے روایت کرنے والے ہیں]۔'' (مجمع الزوائد ۲۳٤/۲)؛ شیخ ارناؤوط اور ان کے رفقاء نے المسند کی [اسناد کو صحیح] قرار دیا ہے۔ (هامش المسند ۲۰۲/۳۸)؛ مسند أبي يعلى کی اسناد کو بھی اس کے فاضل محقق نے [صحیح] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: هامش مسند أبي يعلى الموصلي ۱۰۷/۱۳)۔

[2] المصنف ۲/٤۳۲.

(34)

شاگرد کو سبق دہرانے کا موقع دینا

سیرت طیبہ سے یہ بات ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے شاگرد کو سکھلائی ہوئی بات کے اعادہ کا موقع عطا فرمایا۔ ذیل میں پیش کردہ واقعہ سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے:

براء رضی اللہ عنہ کو دعا دہرانے کی اجازت:

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے براء بن عازب رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے بیان کیا:

" قَالَ لِيَ النَّبِيُّ ﷺ: " إِذَا أَتَيْتَ مَضْجَعَكَ فَتَوَضَّأْ وَضُوءَكَ لِلصَّلَاةِ، ثُمَّ اضْطَجِعْ عَلَى شِقِّكَ الْأَيْمَنِ، ثُمَّ قُلْ: " اَللّٰهُمَّ أَسْلَمْتُ وَجْهِي إِلَيْكَ، وَفَوَّضْتُ أَمْرِي إِلَيْكَ، وَأَلْجَأْتُ ظَهْرِي إِلَيْكَ، رَغْبَةً وَرَهْبَةً إِلَيْكَ، لَا مَلْجَأَ وَلَا مَنْجَا مِنْكَ إِلَّا إِلَيْكَ. اَللّٰهُمَّ آمَنْتُ بِكِتَابِكَ الَّذِي أَنْزَلْتَ، وَبِنَبِيِّكَ الَّذِي أَرْسَلْتَ.

فَإِنْ مُتَّ مِنْ لَيْلَتِكَ فَأَنْتَ عَلَى الْفِطْرَةِ، وَاجْعَلْهُنَّ آخِرَ مَا تَكَلَّمُ بِهِ".

قَالَ فَرَدَّدْتُهَا عَلَى النَّبِيِّ ﷺ. فَلَمَّا بَلَغْتُ: "اَللّٰهُمَّ آمَنْتُ بِكِتَابِكَ الَّذِي أَنْزَلْتَ" قُلْتُ: " وَرَسُولِكَ".

قَالَ: " لَا، وَنَبِيِّكَ الَّذِي أَرْسَلْتَ".[1]

''نبی ﷺ نے مجھے فرمایا: ''جب تم اپنے بستر پر آؤ [یعنی آنے کا ارادہ کرو]، تو اس طرح وضو کرو، جیسا کہ نماز کے لیے وضو کرتے ہو، پھر اپنی دائیں کروٹ پر لیٹ جاؤ، پھر کہو: ''اے اللہ! میں نے اپنا چہرہ آپ کی طرف جھکا دیا اور اپنا معاملہ آپ کے سپرد کر دیا اور میں نے [ثواب کی] رغبت کرتے ہوئے اور [عذاب سے] ڈرتے ہوئے آپ کو اپنا پشت پناہ بنا لیا۔ آپ کے سوا کہیں جائے پناہ اور مقام نجات نہیں۔ اے اللہ میں آپ کی کتاب پر ایمان لایا، جو آپ نے نازل فرمائی اور آپ کے نبی ﷺ کے ساتھ جن کو آپ نے مبعوث فرمایا۔''

---

[1] صحيح البخاري، كتاب الوضوء، باب فضل من بات على الوضوء، رقم الحديث ۱۰۹، ۱۸۷/۳ (المطبوع مع عمدة القاري)۔ امام مسلم نے بھی اسی معنی کی حدیث روایت کی ہے۔ (ملاحظہ ہو: صحيح مسلم، كتاب الذكر والدعاء والتوبة والاستغفار، باب ما يقول عند النوم وأخذ المضجع، رقم الحديث ۵۶ (۲۷۱۰)، ۲۰۸۱/۴-۲۰۸۲)۔

اگر تم اسی رات مر گئے، تو فطرت پر مرو گے، اور اس [دعا] کو سب باتوں کے آخر میں پڑھو۔''

انہوں نے بیان کیا: '' میں نے اس [دعا] کو نبی ﷺ کے روبرو دہرایا۔ جب میں [اَللّٰھُمَّ آمنتُ] اے اللہ! میں آپ کی کتاب پر ایمان لایا، جو آپ نے نازل فرمائی] پر پہنچا، تو میں نے کہا: [وَرَسُوْلِكَ] اور آپ کے رسول ﷺ پر۔]''

آپ ﷺ نے فرمایا: ''نہیں، [تم کہو]، اور آپ کے نبی پر جن کو آپ نے مبعوث فرمایا۔''

اس حدیث شریف سے واضح ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہما کو موقع دیا کہ وہ آپ ﷺ سے سیکھی ہوئی دعا آپ کے سامنے دہرائیں اور آپ ﷺ نے ان کی لفظی غلطی میں اصلاح فرمائی۔

(35)

تواضع

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو اہل ایمان کے لیے تواضع کا حکم دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴾[1]

''اور جو اہل ایمان آپ کے پیروکار ہیں ان کے لیے اپنے پہلو کو جھکا دیجیے۔''

اور تواضع سے مراد جیسا کہ علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بیان کیا ہے:

'' إِظْهَارُ التَّنَزُّلِ عَنْ مَرْتَبَتِهِ.''[2]

''اپنے رتبہ سے فروتنی کا اظہار۔''

اور تواضع میں...... جیسا کہ امام طبری نے ذکر کیا ہے...... دین و دنیا کی بھلائی ہے۔[3]

ہمارے نبی کریم ﷺ تواضع کے سلسلہ میں اپنے رب ذوالجلال کے حکم کی عملی تصویر تھے۔ حضرات صحابہ کے ساتھ تواضع کے ساتھ معاملہ کرنے کے سیرت طیبہ میں کثیر تعداد میں شواہد موجود ہیں۔ ان میں سے پانچ توفیق الٰہی سے ذیل میں پیش کیے جا رہے ہیں:

۱۔ آنحضرت ﷺ کا اپنے لیے صحابہ کے قیام کو ناپسند فرمانا:

حضرات ائمہ احمد، بخاری، ترمذی اور ضیاء مقدسی رحمہم اللہ تعالیٰ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے بیان کیا:

'' لَمْ يَكُنْ شَخْصٌ أَحَبَّ إِلَيْهِمْ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ''. قَالَ: ''وَكَانُوْا إِذَا رَأَوْهُ لَمْ يَقُوْمُوْا لِمَا يَعْلَمُوْنَ مِنْ كَرَاهِيَتِهِ لِذٰلِكَ.''[4]

---

[1] سورة الشعراء/الآية ٢١٥.

[2] ملاحظہ ہو: عمدة القاري ٢٣/٨٨؛ نیز ملاحظہ ہو: فتح الباري ١١/٣٤١.

[3] منقول از: المرجع السابق ١١/٣٤١.

[4] المسند ٣/١٣٢ (ط: المكتب الاسلامي)؛ والأدب المفرد، باب قيام الرجل لأخيه، رقم الحديث ٩٤٩، ص٣١٦؛ ومختصر الشمائل المحمدية، باب ما جاء في تواضع رسول الله ﷺ، رقم الحديث ٢٨٩، ص١٧٨؛ والأحاديث المختارة، رقم الحديث ١٩٥٨، ٦/١٣. الفاظ حدیث مختصر الشمائل المحمدیہ کے ہیں۔ شیخ البانی نے اس حدیث کو [صحیح] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: صحیح الأدب المفرد ص ٢٥٤؛ ومختصر الشمائل المحمديه ص١٧٨)۔

''انہیں [یعنی حضرات صحابہ کو] کوئی شخص رسول اللہ ﷺ سے زیادہ عزیز نہ تھا۔'' انہوں نے مزید ذکر کیا: ''اور جب وہ آپ ﷺ کو دیکھتے، تو کھڑے نہ ہوتے، کیونکہ انہیں اس بارے میں آپ ﷺ کی ناپسندیدگی کا علم تھا۔''

شرح حدیث میں ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے تحریر کیا ہے:

"لِمَا يَعْلَمُوْنَ مِنْ كَرَاهِيَةِ لِذٰلِكَ" أَيْ لِقِيَامِهِمْ، تَوَاضُعًا لِرَبِّهٖ، وَمُخَالَفَةً لِعَادَةِ الْمُتَكَبِّرِيْنَ وَالْمُتَجَبِّرِيْنَ."[1]

''کیونکہ وہ جانتے تھے کہ آپ ﷺ اس بات [یعنی ان کے کھڑے ہونے] کو اپنے آپ کے لیے از راہ تواضع اور متکبر و جابر لوگوں کی عادت کی مخالفت کے پیش نظر ناپسند فرماتے ہیں۔''

اللہ اکبر! میرے ماں باپ قربان ہوں مخلوق کے معلم اعظم ﷺ پر! ان کی تواضع کس قدر تھی! اللہ تعالیٰ ہدایت دے ان ناسمجھ مدرسین کو جو کمروں میں داخل ہوتے وقت طلبہ کو اپنے لیے کھڑے ہونے پر مجبور کرتے ہیں اور حکم عدولی کرنے والوں کو سزا دیتے ہیں۔ کیا ان کا رتبہ آنحضرت ﷺ سے اونچا ہے؟ اور آپ ﷺ تو وہ ہیں کہ کائنات کے مالک اللہ تعالیٰ نے ان کا ذکر بلند فرمایا ہے۔ ''فَمَا لِهٰؤُلَاءِ الْقَوْمِ لَا يَكَادُوْنَ يَفْقَهُوْنَ حَدِيْثًا.''[2]

شیخ محمد ناصر الدین البانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے شرح حدیث میں تحریر کیا ہے:

" فَإِذَا كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَكْرَهُ هٰذَا الْقِيَامَ لِنَفْسِهٖ، وَهِيَ الْمَعْصُوْمَةُ مِنْ نَزَعَاتِ الشَّيْطَانِ، فَبِالْأَحْرٰى أَنْ يَكْرَهَهٗ لِغَيْرِهٖ مِمَّنْ يُخْشٰى عَلَيْهِ الْفِتْنَةُ. فَمَا بَالُ كَثِيْرٍ مِنَ الْمَشَايِخِ وَغَيْرِهِمْ اسْتَسَاغُوْا هٰذَا الْقِيَامَ وَأَلِفُوْهُ كَأَنَّهٗ مَشْرُوْعٌ، كَلَّا، بَلْ إِنَّ بَعْضَهُمْ يَسْتَحِبُّهٗ مُسْتَدِلًّا بِقَوْلِهٖ: " قُوْمُوْا إِلٰى سَيِّدِكُمْ"، ذَاهِلِيْنَ عَنِ الْفَرْقِ بَيْنَ الْقِيَامِ لِلرَّجُلِ إِحْتِرَامًا وَهُوَ الْمَكْرُوْهُ، وَبَيْنَ الْقِيَامِ إِلَيْهِ لِحَاجَةٍ مِثْلَ الْإِسْتِقْبَالِ وَالْإِعَانَةِ عَنِ النُّزُوْلِ، وَهُوَ الْمُرَادُ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ الصَّحِيْحِ، وَيَدُلُّ عَلَيْهِ رِوَايَةُ أَحْمَدَ لَهٗ بِلَفْظِ: " قُوْمُوْا إِلٰى سَيِّدِكُمْ فَأَنْزِلُوْهُ". وَسَنَدُهٗ حَسَنٌ، وَقَوَّاهُ الْحَافِظُ فِي الْفَتْحِ".[3]

---

[1] مرقاة المفاتيح ٨/٤٧٥.

[2] ''ان لوگوں کو کیا ہوگیا ہے کہ وہ بات کو سمجھنے کے قریب ہی نہیں آ رہے۔''

[3] سلسلة الأحاديث الضعيفة ١/٣٥٣.

''جب نبی ﷺ شیطان کی شرارتوں کے اثر سے محفوظ کیے جانے کے باوجود، اس قسم کے قیام کو خود اپنی خاطر ناپسند فرمایا کرتے تھے، تو دوسروں کے لیے کہ، جن کے مبتلائے فتنہ ہونے کا خدشہ ہمیشہ رہتا ہے، اس کو بطریق اولیٰ ناپسند کریں گے۔ بہت سے مشائخ اور ان کے علاوہ دیگر لوگوں کا کیا کیا جائے، جو اس قیام کو روا سمجھتے ہیں اور اس سے اس طرح مانوس ہو چکے ہیں گویا کہ یہ ایک شرعی بات ہے۔ صرف یہی نہیں، بلکہ ان میں سے بعض نے آنحضرت ﷺ کے ارشادِ گرامی [قوموا إلیٰ سید کم...... اپنے سردار کی طرف اُٹھو] سے استدلال کرتے ہوئے اس کو مستحب قرار دیا ہے۔ اس سلسلے میں انہوں نے [احتراماً کسی کی خاطر قیام] میں اور [ضرورت کے پیش نظر کسی کی طرف اُٹھنے میں جیسے کہ استقبال کی خاطر، سواری سے اُتارنے میں تعاون وغیرہ کے لیے] میں فرق کو ملحوظ نہیں رکھا۔ پہلی قسم کا قیام مکروہ ہے، اور حدیث کا مقصود دوسری قسم کا قیام ہے۔ امام احمد کی روایت کردہ حدیث کے الفاظ [اپنے سردار کی طرف اُٹھو اور اس کو سواری سے اُتارو] اس پر دلالت کناں ہیں۔ اس کی سند [حسن] ہے اور حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں اس کو قوی قرار دیا ہے۔''

۲۔ شاگرد کی قراءت سننا:

امام مسلم رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے بیان کیا:

"قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "اِقْرَأْ عَلَيَّ الْقُرْآنَ".

قَالَ: "فَقُلْتُ: "يَا رَسُولَ اللّٰهِ!" أَقْرَأُ عَلَيْكَ، وَعَلَيْكَ أُنْزِلَ؟".

قَالَ: "إِنِّي أَشْتَهِي أَنْ أَسْمَعَهُ مِنْ غَيْرِي".

فَقَرَأْتُ النِّسَاءَ، حَتّٰى إِذَا بَلَغْتُ: ﴿فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰؤُلَاءِ شَهِيْدًا﴾[1] رَفَعْتُ رَأْسِي، أَوْغَمَزَنِي رَجُلٌ إِلٰى جَنْبِي، فَرَفَعْتُ رَأْسِي، فَرَأَيْتُ دُمُوْعَهُ تَسِيْلُ."[2]

''رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''مجھ پر قرآن پڑھو۔''

انہوں نے بیان کیا: ''تو [یعنی یہ سن کر] میں نے عرض کیا: ''میں آپ پر پڑھوں، اور آپ ہی پر

---

[1] سورة النساء/الآية ٤١.

[2] صحيح مسلم، كتاب صلاة المسافرين وقصرها، باب فضل استماع القرآن وطلب القراءة من حافظ للاستماع، والبكاء عند القراءة والتدبر، رقم الحديث ٢٤٧ (٨٠٠)، ١/٥٥١.

تو [قرآن کریم] نازل کیا گیا ہے۔''

آپ ﷺ نے فرمایا: ''میں چاہتا ہوں کہ اپنے علاوہ کسی دوسرے سے سنوں۔''

پس میں نے سورۃ النسآء پڑھنی شروع کی، یہاں تک کہ میں اس آیت پر پہنچا [پس کیسے ہوگا جب ہم ہر امت سے گواہ لائیں گے اور آپ کو ان لوگوں پر گواہی دینے کے لیے لائیں گے۔] میں نے اپنا سر اُٹھایا، یا میرے پہلو میں بیٹھے شخص نے مجھے ٹھونکا، تو میں نے آپ ﷺ کے آنسوؤں کو بہتے ہوئے دیکھا۔''

علم وفضل میں اپنے سے کمتر شخص کی بات سننا اہل علم اور طلبہ پر انتہائی کٹھن اور دشوار کاموں میں سے ہوتا ہے، لیکن یہاں مخلوق میں سب سے بلند و بالا، سب سے زیادہ شان وعظمت اور علم وفضل والے اپنے شاگرد عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے قرآن کریم سنانے کی فرمائش کر رہے ہیں۔ اللہ اکبر! میرے والدین ان پر قربان ہو جائیں ان میں کس قدر تواضع تھی! صَلَوٰتُ رَبِّي وَسَلَامُهُ عَلَيْهِ

امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے حدیث شریف کی شرح کرتے ہوئے تحریر کیا ہے:

" وَفِيهِ تَوَاضُعُ أَهْلِ الْعِلْمِ وَالْفَضْلِ وَلَوْ مَعَ أَتْبَاعِهِمْ."[1]

''اس [حدیث] سے اہل علم وفضل کا [لوگوں کے ساتھ] تواضع کے ساتھ معاملہ کرنا [ثابت ہوتا] ہے، خواہ وہ ان کے پیروکار ہی کیوں نہ ہوں۔''

۳۔ سائل کی خاطر خطبہ ترک کرنا:

امام مسلم رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابورفاعہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے بیان کیا:

" اِنْتَهَيْتُ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ وَهُوَ يَخْطُبُ، قَالَ: " فَقُلْتُ: "يَا رَسُولَ اللّٰهِ! رَجُلٌ غَرِيبٌ، جَاءَ يَسْأَلُ عَنْ دِينِهِ، لَا يَدْرِي مَا دِينُهُ؟".

قَالَ: " فَأَقْبَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ، وَتَرَكَ خُطْبَتَهُ حَتَّى انْتَهَى إِلَيَّ، فَأُتِيَ بِكُرْسِيٍّ، حَسِبْتُ قَوَائِمَهُ حَدِيدًا. قَالَ: "فَقَعَدَ عَلَيْهِ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ، وَجَعَلَ يُعَلِّمُنِي مِمَّا عَلَّمَهُ اللّٰهُ، ثُمَّ أَتَى خُطْبَتَهُ، فَأَتَمَّ آخِرَهَا."[2]

''میں نبی ﷺ کے پاس پہنچا، اور اس وقت آپ خطبہ ارشاد فرما رہے تھے۔'' انہوں نے مزید

---

[1] شرح النووي ٦/٨٨.

[2] صحيح مسلم، كتاب الجمعة، باب حديث التعليم في الخطبة، رقم الحديث ٦٠ (٨٧٦)، ٢/٥٩٧.

بیان کیا: ''تو میں نے عرض کیا: ''یا رسول اللہ ﷺ! ایک پردیسی شخص دین کے متعلق سوال کرنے کے لیے حاضر ہوا ہے، اس کو معلوم نہیں کہ دین کیا ہے؟ [یعنی حقائق دین کے متعلق تفصیلات سے آگاہ نہیں]

انہوں نے بیان کیا: ''رسول اللہ ﷺ میری طرف متوجہ ہوئے، اپنے خطبہ کو ترک کیا، یہاں تک کہ میرے پاس تشریف لائے۔ آپ ﷺ کے لیے ایک کرسی کو لایا گیا، میرا خیال ہے کہ اس کے پائے لوہے کے تھے۔''

انہوں نے مزید بیان کیا: ''رسول اللہ ﷺ اس پر تشریف فرما ہوئے اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے آپ کو سکھایا تھا، اس میں سے مجھے سکھانے لگے۔ پھر آپ ﷺ اپنے خطبہ کی طرف متوجہ ہوئے اور اس کے باقی ماندہ حصہ کو مکمل فرمایا۔''

اللہ اکبر! اگلے پچھلے سب لوگوں کے سردار، انبیاء کے امام، رسولوں کے قائد حضرت محمد ﷺ کی تواضع کس قدر تھی! ایک پردیسی شخص آ کر خطبہ کا تسلسل منقطع کرتے ہوئے سوال کرتا ہے، مگر آپ کی طرف سے نہ ڈانٹ نہ ڈپٹ، نہ جھاڑ نہ سرزنش، نہ گھورنا، نہ تیوری چڑھانا، اس سب کچھ میں سے کوئی بات بھی ظاہر نہ ہوئی، اس کی بجائے سائل کی طرف نظرِ عنایت فرمانا، اس کی خاطر خطبہ چھوڑنا، اس کے پاس چل کر تشریف لانا، اس کے پاس کرسی پر بیٹھ کر اللہ تعالیٰ کی بتلائی ہوئی باتوں کی اس کو تعلیم دینا اور پھر اس کے بعد اپنے خطبہ کو مکمل فرمانا۔ صَلَوٰتُ رَبِّي وَسَلَامُهُ عَلَيْهِ.

حدیث شریف کی شرح کرتے ہوئے امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ رقم طراز ہیں:

" وَفِيْهِ تَوَاضع النَّبِيِّ ﷺ وَرِفْقُهٗ بِالْمُسْلِمِيْنَ ، وَشَفقتُه عَلَيْهِمْ ، وَخفض جناحِهِ لَهُمْ."[1]

''اور اس [حدیث] سے مسلمانوں کے ساتھ نبی ﷺ کی تواضع، لطف و عنایت، شفقت اور ان کے لیے اپنے پہلوؤں کو جھکانا [ثابت ہوتا] ہے۔''

۴۔ سوار شاگرد کے ساتھ چلنا:

امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے بیان کیا:

" لَمَّا بَعَثَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِلَى الْيَمَنِ خَرَجَ مَعَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُوْصِيْهِ ،

[1] شرح النووي ۶/۱۶۵.

وَمَعَاذٌ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ رَاكِبٌ ، وَرَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَمْشِي تَحْتَ رَاحِلَتِهِ."[1]

"جب رسول اللہ ﷺ نے انہیں یمن کی طرف مبعوث فرمایا، تو رسول اللہ ﷺ انہیں وصیت کرتے ہوئے ان کے ساتھ نکلے، اس وقت معاذ رضی اللہ عنہ سوار تھے اور رسول اللہ ﷺ سواری کے ساتھ ساتھ چل رہے تھے۔"

اللہ اکبر! اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے معزز ترین شخصیت، اللہ تعالیٰ کے حبیب و خلیل ﷺ پیدل اور ان کا شاگرد سوار صَلَوٰتُ رَبِّي وَسَلَامُهُ عَلَيْه. اے ہمارے حی و قیوم رب قدوس! زندگی کے تمام گوشوں میں اور تواضع میں ہمیں اپنے نبی کریم ﷺ کے نقش قدم پر چلا۔ إِنَّكَ سَمِيْعٌ مُجِيْبٌ.

۵۔ شاگرد کو سوار کرنے کی خاطر سواری سے اُترنا:

امام نسائی رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ:

" بَيْنَا أَقُوْدُ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فِي نَقْبٍ مِنْ تِلْكَ النِّقَابِ ، إِذْ قَالَ : " أَلَا تَرْكَبُ يَا عُقْبَةُ ؟".

فَأَجْلَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ أَنْ أَرْكَبَ مَرْكَبَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ.

ثُمَّ قَالَ : " أَلَا تَرْكَبُ يَا عُقْبَةُ ؟".

فَأَشْفَقْتُ أَنْ يَكُوْنَ مَعْصِيَةً ، فَنَزَلَ ، وَرَكِبْتُ هُنَيْهَةً ، وَنَزَلْتُ، وَرَكِبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ، ثُمَّ قَالَ: " أَلَا أُعَلِّمُكَ سُوْرَتَيْنِ مِنْ خَيْرِ سُوْرَتَيْنِ قَرَأَ بِهِمَا النَّاسُ؟......الحديث".[2]

"[ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ] جب میں رسول اللہ ﷺ کی سواری کو چلائے جا رہا تھا، تو آپ نے فرمایا: "اے عقبہ! کیا تم سوار نہ ہو گے؟"

میں نے رسول اللہ ﷺ کے احترام کے پیش نظر آپ کی سواری پر چڑھنے کو اپنے لیے بہت بھاری بات سمجھا۔

---

[1] الفتح الرباني لترتيب مسند الإمام احمد بن حنبل، ابواب حوادث السنة العاشرة ، رقم الحديث٤٦٢، ٢١/٢١٥. شیخ احمد البنا نے اس حدیث کی [سند کو جید] اور روایت کرنے والوں کو [ثقہ] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: بلوغ الأماني ٢١/٢١٥).

[2] سنن النسائي ، كتاب الاستعاذة، (٥٤٣٩)، ٨/٢٥٣۔ شیخ البانی نے اس حدیث کی [اسناد کو صحیح] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: صحيح سنن النسائي ٣/١١٠٦).

آپ ﷺ نے پھر فرمایا: ''اے عقبہ! کیا تم سوار نہ ہو گے؟''

مجھے خدشہ ہوا کہ [سوار نہ ہونے میں] کہیں نافرمانی نہ ہو۔ آپ ﷺ [سواری سے] نیچے تشریف لائے، اور میں تھوڑی دیر کے لیے سوار ہو کر نیچے اُتر آیا۔ رسول اللہ ﷺ سوار ہو گئے اور پھر فرمایا: ''لوگ جو دو سورتیں پڑھتے ہیں کیا میں تمہیں ان میں سے دو بہترین سورتیں نہ سکھلاؤں؟'' الحدیث

اس حدیث شریف سے واضح ہے کہ شاگرد کو سوار کرنے کی غرض سے سید الاوّلین والآخرین حضرت محمد ﷺ اپنی سواری سے نیچے اُترے اور شاگرد کو حکماً اپنی سواری پر سوار کیا۔ کیا کسی نے مشرق و مغرب میں طلبہ کے ساتھ اساتذہ کا ایسا عظیم الشان معاملہ دیکھا ہے؟ فِدَاهُ أَبِي وَأُمِّي وَصَلَوٰتُ رَبِّيْ وَسَلَامُهٗ عَلَيْهِ تَسْلِيمًا كَثِيرًا.

(36)

لطف وشفقت سے تعلیم

اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کے لیے اپنے نبی کریم ﷺ کو نرم خو، شفیق اور مہربان بنایا۔ اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا:

﴿ فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ﴾[1]

''پس آپ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ان کے لیے نرم ہوئے ہیں۔''

اور ارشاد فرمایا:

﴿ لَقَدْ جَآءَ كُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴾[2]

''یقیناً تمہارے پاس تم ہی میں سے ایک رسول تشریف لائے ہیں، ان پر وہ بات شاق گزرتی ہے جو تمہیں تکلیف دیتی ہے، تم پر حریص ہیں [یعنی تمہاری خیر کے بڑے خواہش مند ہیں] مومنوں کے لیے نہایت شفیق و مہربان ہیں''

اور اسی بنا پر نبی کریم ﷺ اپنے طلبہ کے ساتھ کمال شفقت و عنایت اور انتہائی لطف و کرم کے ساتھ معاملہ فرماتے تھے۔ اس سلسلے میں سیرت طیبہ میں موجود بہت سے شواہد میں سے تین توفیق الٰہی سے ذیل میں پیش کیے جا رہے ہیں:

ا۔ بچے کو آداب طعام سکھانے میں نرمی:

امام بخاری اور امام مسلم رحمہما اللہ تعالیٰ نے عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے بیان کیا:

''كُنْتُ غُلَامًا فِي حَجْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ، وَكَانَتْ يَدِيْ تَطِيْشُ فِي الصَّحْفَةِ، فَقَالَ لِي رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ''يَا غُلَامُ! سَمِّ اللّٰهَ، وَكُلْ بِيَمِيْنِكَ،

---

[1] سورۃ آل عمران/الآیۃ ۱۵۹۔

[2] سورۃ التوبۃ/الآیۃ ۱۲۸۔

وَ كُلْ مِمَّا يَلِيكَ". [1]

''میں رسول اللہ ﷺ کی زیر تربیت ایک بچہ تھا اور [دورانِ کھانا] میرا ہاتھ برتن میں گھومتا تھا، تو مجھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اے بچے! بسم اللہ پڑھو، دائیں ہاتھ سے کھاؤ، اور [برتن میں] اپنی قریبی جگہ سے کھاؤ۔''

نبی کریم ﷺ اپنے زیر کفالت یتیم بچے کو آداب طعام کی تعلیم دیتے وقت کس قدر شفیق و مہربان تھے!

امام ابوداود رحمہ اللہ تعالیٰ کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

"اُدْنُ مِنِّي، فَسَمِّ اللّٰهَ، وَكُلْ بِيَمِينِكَ، وَكُلْ مِمَّا يَلِيكَ." [2]

''مجھ سے قریب ہو جاؤ، بسم اللہ پڑھو، دائیں ہاتھ سے کھاؤ اور اپنے آگے سے کھاؤ۔''

اور امام ترمذی رحمہ اللہ کی روایت میں ہے:

"اُدْنُ يَا بُنَيَّ." [3]

''اے میرے چھوٹے بیٹے! قریب ہو جاؤ۔''

آنحضرت ﷺ کا یتیم بچے کو اپنے مزید قریب ہونے کا شرف بخشنا، پھر [اے میرے چھوٹے بیٹے] کی پیار بھری ندا سے بلانا، لطف و عنایت کو دو چند اور دوبالا کرتے ہیں اور شفقت و عنایت سے بھرپور اس تعلیم کا بچے پر کیا اثر ہوا؟

حضرت عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہما نے خود بیان فرمایا:

"فَمَا زَالَتْ تِلْكَ طِعْمَتِي بَعْدُ." [4]

''اس کے بعد میرے کھانے کا انداز یہی رہا۔''

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ نے شرح حدیث میں تحریر کیا ہے:

---

[1] متفق عليه: صحيح البخاري، كتاب الأطعمة، باب التسمية على الطعام والأكل باليمين، جزء من رقم الحديث ٥٣٧٦، ٩/٥٢١؛ وصحيح مسلم، كتاب الأشربة، باب آداب الطعام والشراب وأحكامهما، رقم الحديث ١٠٨ (٢٠٢٢)، ٣/١٥٩٩.

[2] سنن أبي داود، كتاب الأطعمة، باب الأكل باليمين، جزء من رقم الحديث ٣٧٧١، ١٠/١٧٩. شیخ البانی نے اس حدیث کو [صحیح] کہا ہے۔ (صحيح سنن أبي داود ٢/٧١٩).

[3] جامع الترمذي، أبواب الأطعمة، باب ما جاء في التسمية على الطعام، جزء من رقم الحديث ١٩١٨، ٥/٤٧٩-٤٨٠. شیخ البانی نے اس حدیث کو [صحیح] کہا ہے۔ (ملاحظہ ہو: صحيح سنن الترمذي ٢/١٦٧).

[4] صحيح البخاري، كتاب الأطعمة، باب التسمية على الطعام والأكل باليمين، جزء من رقم الحديث ٥٣٧٦، ٩/٥٢١.

"بِكَسْرِ الطَّاءِ أَيْ صِفَةُ أكلي ، أَيْ لَزِمْتُ ذَلِكَ ، وَصَارَ عَادَةً لِيْ."[1]

" طعمتي " طاء کی زیر کے ساتھ، یعنی کھانے کا طریقہ، یعنی میں اس طریقہ کے ساتھ چمٹ گیا اور وہ میری عادت بن گیا۔"

۲۔ نماز میں بولنے والے کے لیے تعلیم میں نرمی:

امام مسلم رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت معاویہ بن حکم سلمی رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے بیان کیا:

" بَيْنَا أَنَا أُصَلِّيْ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ إِذْ عَطَسَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ ، فَقُلْتُ: "يَرْحَمُكَ اللّٰهُ".

فَرَمَانِي الْقَوْمُ بِأَبْصَارِهِمْ ، فَقُلْتُ : " وَاثُكْلَ أُمِّيَاهُ! مَا شَأْنُكُمْ تَنْظُرُوْنَ إِلَيَّ؟".

فَجَعَلُوْا يَضْرِبُوْنَ بِأَيْدِيْهِمْ عَلَى أَفْخَاذِهِمْ. فَلَمَّا رَأَيْتُهُمْ يُصَمِّتُوْنَنِيْ ، لٰكِنِّيْ سَكَتُّ.

فَلَمَّا صَلَّى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَبِأَبِيْ هُوَ وَأُمِّيْ! مَا رَأَيْتُ مُعَلِّمًا قَبْلَهُ وَلَا بَعْدَهُ أَحْسَنَ تَعْلِيْمًا مِنْهُ. فَوَاللّٰهِ! مَا كَهَرَنِيْ وَلَا ضَرَبَنِيْ وَلَا شَتَمَنِيْ ،قَالَ: " إِنَّ هٰذِهِ الصَّلَاةَ لَا يَصْلُحُ فِيْهَا شَيْءٌ مِنْ كَلَامِ النَّاسِ. إِنَّمَا هُوَ التَّسْبِيْحُ وَالتَّكْبِيْرُ وَقِرَاءَةُ الْقُرْآنِ أَوْ كَمَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ."[2]

"جب میں رسول اللہ ﷺ کی امامت میں نماز پڑھ رہا تھا، تو لوگوں میں سے ایک شخص نے چھینک ماری، تو میں نے کہا: "اللہ تعالیٰ تجھ پر رحم فرمائے۔"

[یہ سن کر] لوگوں نے مجھے اپنی نگاہوں کا نشانہ بنایا، تو میں نے کہا: "[تمہیں] مائیں گم کر دیں! تمہیں کیا ہوا کہ میری طرف دیکھ رہے ہو؟"

انہوں نے اپنے ہاتھوں کو اپنی رانوں پر مارنا شروع کر دیا۔ جب میں نے دیکھا کہ وہ مجھے خاموش کرا رہے ہیں [یعنی خاموش رہنے کا اشارہ کر رہے ہیں]، تو میں چپ ہو گیا [یعنی با دل نخواستہ]

پس جب نبی ﷺ نماز سے فارغ ہوئے، میرے ماں باپ آپ پر فدا! میں نے آپ ﷺ سے

---

[1] فتح الباري ۵۲۱/۹.

[2] صحيح مسلم ، كتاب المساجد ومواضع الصلاة ، باب تحريم الكلام في الصلاة ونسخ ما كان من إباحته ، رقم الحديث ۳۳(۵۳۷) ، ۳۸۱/۱-۳۸۲.

اچھا تعلیم دینے والا معلم نہ آپ سے پہلے دیکھا، اور نہ ہی بعد میں دیکھا۔ اللہ تعالیٰ کی قسم! نہ آپ نے مجھے جھڑکا، نہ مارا، نہ ہی گالی دی، آپ نے فرمایا: ''بلا شک وشبہ اس نماز میں لوگوں کی کسی بھی قسم کی گفتگو درست نہیں۔ بلا شبہ یہ تو تسبیح، تکبیر اور قرآن کریم کی تلاوت ہے۔ یا جیسے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔''

اللہ اکبر! رحمت دو عالم ﷺ کس قدر شفیق و مہربان تھے! ایک شخص نماز میں گفتگو کرتا ہے، بلکہ خاموش کروانے والوں کو برا بھلا کہتا ہے اور یہ سب کچھ سننے کے باوجود آنحضرت ﷺ کی طرف سے نہ ڈانٹ ڈپٹ، نہ سب وشتم، اور نہ ہی مار پیٹ، بلکہ کمال نرمی، غایت درجہ مہربانی اور بے مثال لطف وعنایت سے آداب نماز کی تعلیم۔ امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے تحریر کیا ہے:

" فِيهِ بَيَانُ مَا كَانَ عَلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مِنْ عَظِيمِ الْخُلُقِ الَّذِي شَهِدَ اللّٰهُ تَعَالىٰ لَهُ بِهِ ، وَرِفْقِه بِالْجَاهِلِ ، وَرَأْفَتِهٖ ، وَشَفقته عَلَيْه. وَفِيْهِ التَّخَلُّقُ بِخُلُقِهٖ ﷺ فِي الرِّفْقِ بِالْجَاهِلِ ،وحُسْنِ تَعْلِيْمِهٖ ، وَاللُّطْفِ بِهٖ ، وَتَقْرِيْبِ الصَّوَابِ إِلىٰ فَهْمِهٖ."[1]

''اس میں رسول اللہ ﷺ کے خلق عظیم، جس کی گواہی اللہ تعالیٰ نے دی، اور آپ کی جاہل کے ساتھ شفقت، نرمی اور مہربانی کا بیان ہے۔ اور اس میں یہ [بھی] ہے کہ جاہل کے ساتھ نرمی میں، اس کو اچھے طریقے سے تعلیم دینے میں، اس کے ساتھ مہربانی کرنے میں اور ٹھیک بات اس کے ذہن نشین کرنے میں، رسول اللہ ﷺ کے اخلاق اپنانے کی کوشش کرنی چاہیے۔''

شفقت ونرمی والی اس تعلیم کا کیا اثر ہوا؟ خود معاویہ بن حکم سلمی رضی اللہ عنہ ہی نے بیان کیا کہ:

" قُلْتُ : " يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنِّي حَدِيْثُ عَهْدٍ بِجَاهِلِيَّةٍ ، وَقَدْ جَاءَ اللّٰهُ بِالْإِسْلَامِ ، وَإِنَّ مِنَّا رِجَالًا يَأْتُوْنَ الْكُهَّانَ".

قَالَ : " فَلَا تَأْتِهِمْ".

قَالَ : " وَمِنَّا رِجَالٌ يَتَطَيَّرُوْنَ".

قَالَ : " ذَاكَ شَيْءٌ يَجِدُوْنَهٗ فِي صُدُوْرِهِمْ فَلَا يَصُدَّنَّهُمْ".

قَالَ : قُلْتُ : " وَمِنَّا رِجَالٌ يَخُطُّوْنَ".

---

[1] شرح النووي ٥/٢٠.

قَالَ: "كَانَ نَبِيٌّ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ يَخُطُّ، فَمَنْ وَافَقَ خَطَّهُ فَذَاكَ".[1]

''میں نے عرض کیا: ''یا رسول اللہ ﷺ! بے شک میری جہالت کا زمانہ قریب ہی ہے اور اللہ تعالیٰ اسلام کو لے آیا اور بلاشبہ ہم میں سے [کچھ] لوگ کاہنوں کے پاس آتے ہیں۔''

آپ ﷺ نے فرمایا: ''پس تو ان کے پاس نہ آنا۔''

انہوں نے عرض کیا: ''اور ہم میں [کچھ] لوگ شگون لیتے ہیں۔''

آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ وہ چیز ہے جس کو وہ اپنے سینوں میں پاتے ہیں [یعنی ان کے دلوں میں کھٹکتی ہے] پس یہ انہیں نہ روکے۔''

انہوں نے بیان کیا کہ: ''میں نے عرض کیا: ''اور ہم میں سے [کچھ] لوگ لکیریں کھینچتے ہیں۔''

آپ ﷺ نے فرمایا: ''انبیاء میں سے ایک نبی لکیر کھینچتے تھے، پس جو شخص ان کے خط کو پالے، تو بس وہ ہے [یعنی تب ایسا کرنا جائز ہے]۔''[2]

نرمی کے ساتھ تعلیم نے اپنا رنگ دکھایا اور معاویہ سلمی رضی اللہ عنہ اصل حقیقت کو سمجھ گئے کہ زمانہ جاہلیت سے قرب ان کی غلطی کا سبب تھا۔ چنانچہ انہوں نے زمانہ جاہلیت میں منتشر باتوں کے متعلق دریافت کرنا شروع کیا، تاکہ اگر وہ ناجائز ہوں، تو ان سے اجتناب کرلیا جائے۔ صرف یہی نہیں، بلکہ ان کی شخصیت میں ایسا انقلاب آیا کہ سننے والا حیران وششدر رہ جاتا ہے۔ انہوں نے چاہا کہ زمانہ جاہلیت کی خطاؤں کا کفارہ معلوم ہو جائے، تو وہ اس کو ادا کر کے اپنے دامن کو گناہوں سے پاک کرلیں۔ خود انہی کی زبانی بات سنتے ہیں، انہوں نے بیان کیا:

"كَانَتْ لِي جَارِيَةٌ تَرْعَى غَنَمًا لِي قِبَلَ أُحُدٍ وَالْجَوَّانِيَّةِ، فَاطَّلَعْتُ ذَاتَ يَوْمٍ، فَإِذَا الذِّئْبُ قَدْ ذَهَبَ بِشَاةٍ مِنْ غَنَمِهَا، وَأَنَا رَجُلٌ مِنْ بَنِي آدَمَ آسَفُ كَمَا يَأْسِفُونَ، لٰكِنِّي صَكَكْتُهَا صَكَّةً. فَأَتَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ فَعَظَّمَ ذٰلِكَ عَلَيَّ، قُلْتُ: "يَارَسُولَ اللّٰهِ! أَفَلَا أُعْتِقُهَا؟".

قَالَ: "اِئْتِنِي بِهَا". فَأَتَيْتُهُ بِهَا.

فَقَالَ لَهَا: "أَيْنَ اللّٰهُ؟".

---

[1] صحيح مسلم ۳۸۳/۱.

[2] جس شخص کی لکیر اس نبی کی لکیر کے موافق ہو، اس کے لیے ایسا کرنا جائز ہے، لیکن چونکہ نبی کی لکیر سے موافقت کے متعلق علم یقینی ہمارے دائرہ استطاعت میں نہیں، اس لیے اب ایسی لکیریں کھینچنا حرام ہے اور اس کی ممانعت پر علماء کا اتفاق ہے۔ (ملاحظہ ہو: شرح النووي ۲۳/۵)

قَالَتْ: "فِي السَّمَاءِ".

قَالَ: "مَنْ أَنَا".

قَالَتْ: "أَنْتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ".

قَالَ: "أَعْتِقْهَا، فَإِنَّهَا مُؤْمِنَةٌ".[1]

"میری ایک لونڈی جبل اُحد اور جوانیہ[2] کی طرف میری بکریاں چرایا کرتی تھی۔ میں نے ایک دن دیکھا کہ ایک بھیڑیا آیا اور اس کے [سپرد کی گئی] بکریوں میں سے ایک بکری لے گیا۔ میں آدم علیہ السلام کی اولاد میں سے ہوں۔ جس طرح انہیں غصہ آتا ہے، مجھے بھی آتا ہے۔ اسی لیے میں نے اس کو ایک تھپڑ دے مارا۔ لیکن یہ بات مجھ پر بہت گراں گزری۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا: "یا رسول اللہ ﷺ کیا میں اس کو آزاد نہ کر دوں؟"

آپ ﷺ نے فرمایا: "اس کو میرے پاس لاؤ۔"

تو میں اس کو آپ ﷺ کی خدمت میں لایا۔ آپ نے اس سے پوچھا: "اللہ تعالیٰ کہاں ہے؟"

اس نے کہا: "آسمان میں۔"

آپ ﷺ نے پوچھا: "میں کون ہوں؟"

اس نے جواب دیا: آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں (ﷺ)"

آپ ﷺ نے فرمایا: "اس کو آزاد کردو، بے شک یہ مؤمنہ ہے۔"

حدیث شریف میں فائدہ دیگر:

اس قصے سے یہ واضح ہے کہ معاویہ سلمی رضی اللہ عنہ نے آنحضرت ﷺ سے ایک ہی مجلس میں متعدد سوالات کیے، آپ ان پر خفا نہ ہوئے، بلکہ ہر ایک سوال کا جواب دیا۔[3]

۳۔ مسجد میں پیشاب کرنے والے کو سمجھانے میں نرمی:

امام مسلم رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے بیان کیا:

"بَيْنَمَا نَحْنُ فِي الْمَسْجِدِ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ إِذْ جَاءَ أَعْرَابِيٌّ، فَقَامَ يَبُوْلُ فِي الْمَسْجِدِ، فَقَالَ أَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ: "مَهْ مَهْ".

---

[1] صحيح مسلم ١/٣٨٢.

[2] جوانیہ: مدینہ طیبہ کے شمالی جانب جبل احد کے قریب ایک جگہ کا نام ہے۔ (ملاحظہ ہو: شرح النووي ٥/٢٣).

[3] اس بارے میں تفصیل کے لیے کتاب ھذا کے صفحات ۱۸۶۔۱۹۴ ملاحظہ فرمائیے۔

قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "لَا تُزْرِمُوْهُ، دَعُوْهُ".

فَتَرَكُوْهُ حَتّٰى بَالَ، ثُمَّ إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ دَعَاهُ، فَقَالَ لَه: "إِنَّ هٰذِهِ الْمَسَاجِدَ لَا تَصْلُحُ لِشَيْءٍ مِنْ هٰذَا الْبَوْلِ وَلَا الْقَذَرِ، إِنَّمَا هِيَ لِذِكْرِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ وَالصَّلَاةِ وَقِرَاءَةِ الْقُرْآنِ" أَوْ كَمَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ.

قَالَ: "فَأَمَرَ رَجُلًا مِنَ الْقَوْمِ، فَجَاءَ بِدَلْوٍ مِنْ مَاءٍ، فَشَنَّهُ عَلَيْهِ".[1]

''ایک دفعہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مسجد میں تھے کہ ایک بدو آیا اور اس نے کھڑے ہو کر مسجد میں پیشاب کرنا شروع کر دیا، تو رسول اللہ ﷺ کے صحابہ نے کہا: رُک جاؤ، رک جاؤ۔''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس کو نہ روکو، اسے چھوڑ دو۔''

انہوں نے اس کو چھوڑ دیا، یہاں تک کہ اس نے پیشاب کر لیا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے اس کو بلا کر فرمایا:'' بے شک یہ [مسجدیں] اللہ عزوجل کے ذکر، نماز اور قرأت قرآن کے لیے ہوتی ہیں۔'' یا جیسے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔''

انہوں نے [حضرت انس رضی اللہ عنہ] نے بیان کیا:'' آپ ﷺ نے لوگوں میں سے ایک شخص کو حکم دیا ،پس وہ پانی کا ایک ڈول لایا اور اُس نے اسے [پیشاب] پر بہا دیا۔''

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب [صحیح البخاري، کتاب الأدب] میں اس حدیث کو ایک سے زیادہ مرتبہ روایت کیا ہے، ایک مقام پر اس کا عنوان بایں الفاظ تحریر کیا ہے:

[بَابُ الرِّفْقِ فِي الْأَمْرِ كُلِّهِ][2]

[ہر کام میں نرمی کے متعلق باب]

ایک دوسرے مقام پر عنوان درج ذیل الفاظ کے ساتھ لکھا ہے:

[بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ يَسِّرُوْا وَلَا تُعَسِّرُوْا، وَكَانَ يُحِبُّ التَّخْفِيْفَ وَالتَّسَرِّيَ عَلَى النَّاسِ][3]

[نبی ﷺ کے فرمان: '' آسانی کرو، اور سختی نہ کرو'' اور آپ ﷺ کے لوگوں کے ساتھ تخفیف اور آسانی کو پسند کرنے کے متعلق باب]

---

[1] صحيح مسلم، كتاب الطهارة، باب وجوب غسل البول وغيره من النجاسات إذا حصلت في المسجد......، رقم الحديث ۱۰۰ (۲۸۵)، ۱/۲۳۶-۲۳۷.

[2] صحيح البخاري ۱۰/۴۴۹.
[3] المرجع السابق ۱۰/۵۲۵.

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ نے شرح حدیث میں تحریر کیا ہے:

" فِيهِ الرِّفْقُ بِالْجَاهِلِ و تَعْلِيمُهُ مَا يَلْزَمُهُ مِنْ غَيْرِ تَعْنِيفٍ ، إِذَا لَمْ يَكُنْ ذٰلِكَ مِنْهُ عِنَاداً ، وَلَا سِيَّمَا إِنْ كَانَ مِمَّنْ يُحْتَاجُ إِلَىٰ اِسْتِئْلَافِهِ ، وَفِيهِ رَأْفَةُ النَّبِيِّ ﷺ وَحُسْنُ خُلُقِهِ."[1]

''اس سے جاہل کے ساتھ نرمی کے ساتھ برتاؤ کرنا اور اس کو ضروری باتوں کی تعلیم سختی کے بغیر دینا [ثابت ہوتا] ہے، جب کہ وہ ضدی اور ہٹ دھرم نہ ہو اور خاص طور پر اس وقت جب کہ وہ تالیف قلب کا محتاج ہو۔ [علاوہ ازیں] اس سے نبی ﷺ کی شفقت اور اعلیٰ اخلاق بھی ثابت ہوتے ہیں۔''

امام ابن حبان رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس قصہ کو اپنی کتاب [صحیح ابن حبان] میں روایت کیا ہے اور اس پر درج ذیل عنوان تحریر کیا ہے:

[ذِكْرُ الْبَيَانِ بِأَنَّ قَوْلَ الْمُصْطَفَىٰ ﷺ [دَعُوهُ] أَرَادَ بِهِ التَّرَفُّقَ لِتَعْلِيمِهِ مَالَمْ يَعْلَمْ مِنْ دِينِ اللّٰهِ وَأَحْكَامِهِ][2]

[اس بات کا ذکر کہ مصطفیٰ ﷺ نے اپنے فرمان [اس کو چھوڑ دو] سے ارادہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے دین اور اس کے احکام کے بارے میں جو کچھ وہ نہیں جانتا تھا اس کو نرمی کے ساتھ سکھایا جائے]

لطف وشفقت کے ساتھ اس تعلیم کا اعرابی پر کیا اثر ہوا؟ اس سوال کا جواب اس روایت سے خوب واضح ہے، جس کو امام ابن ماجہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے بیان کیا کہ:

"فَقَالَ الْأَعْرَابِيُّ بَعْدَ أَنْ فَقِهَ: " فَقَامَ إِلَيَّ بِأَبِي وَأُمِّي! فَلَمْ يُؤَنِّبْ ، وَلَمْ يَسُبَّ ، فَقَالَ: " إِنَّ هٰذَا الْمَسْجِدَ لَا يُبَالُ فِيهِ وَ إِنَّمَا بُنِيَ لِذِكْرِ اللّٰهِ وَلِلصَّلَاةِ."[3]

''اعرابی نے دین کی بات سمجھنے کے بعد کہا: ''تو آپ ﷺ اُٹھ کر میری طرف تشریف لائے، میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں! نہ آپ نے سرزنش کی اور نہ گالی دی۔ آپ نے فرمایا: ''یقیناً اس مسجد میں پیشاب نہیں کیا جاتا، بے شک یہ تو اللہ تعالیٰ کے ذکر اور نماز کے لیے بنائی گئی ہے۔''

---

[1] فتح الباري ۱/۳۲۵، نیز ملاحظہ ہو: شرح النووي ۳/۱۹۱.

[2] الإحسان في تقريب صحيح ابن حبان ، كتاب الطهارة ، باب تطهير النجاسة، ۴/۲۴۶.

[3] سنن ابن ماجه ، أبواب الطهارة ، باب الأرض يصيبها بول كيف يغتسل؟ ، رقم الحديث ۵۵۱، ۱/۹۹ شیخ البانی نے اس حدیث کو [حسن صحیح] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: صحیح سنن ابن ماجه ۱/۸۷).

اللہ اکبر! نبی کریم ﷺ کی فرمائی ہوئی بات لوگوں کو بتلانے سے پیشتر اپنے ماں باپ آپ پر قربان کرنے کا اظہار کرتا ہے۔ اس کو کس بات نے اس مقام پر پہنچایا؟ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے شفقت اور نرمی کے ساتھ تعلیم مصطفوی ﷺ نے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ اپنے صحابہ کو لطف و شفقت اور نرمی و مہربانی سے تعلیم دیا کرتے تھے۔ البتہ یہاں یہ بات پیش نظر رہے کہ بسا اوقات آنحضرت ﷺ دورانِ تعلیم خفگی اور غصے کا بھی اظہار فرمایا کرتے تھے۔ جن اوقات میں آنحضرت ﷺ ناراض ہوتے، ان میں سے تین درج ذیل ہیں:

1. بے کار اور موجب مشقت سوال پر۔[1]
2. سمجھ دار شخص کے بات سمجھنے میں کوتاہی پر۔[2]
3. کسی شخص کی غیر متوقع غلطی پر۔[3]

---

[1] اس کی تفصیل کتاب ھذا کے صفحات ۲۲۳۔۲۲۹ پر ملاحظہ ہو۔
[2] اس کی تفصیل کتاب ھذا کے صفحات ۲۶۹۔۲۷۳ پر ملاحظہ ہو۔
[3] اس کی تفصیل کتاب ھذا کے صفحات ۲۶۶۔۲۶۸ پر ملاحظہ ہو۔

(37)

کسی شخص سے غیر متوقع غلطی پر اظہارِ خفگی

نبی کریم ﷺ حضرات صحابہ کو کتاب وسنت کی تعلیم دیتے اوران کا تزکیہ فرماتے۔ جب ان میں سے کسی سے ایسی غلطی سرزد ہوتی، جس کی اس جیسے شخص سے توقع نہ ہوتی، تو آپ ﷺ خفگی کا اظہار فرماتے اور غلطی پر ٹوکتے بھی تھے۔ سیرتِ طیبہ سے اس کے بارے میں کچھ شواہد توفیق الٰہی سے ذیل میں پیش کیے جارہے ہیں:

ا۔ مسجد میں تھوکنے پر ناراضی:

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے بیان کیا:

" بَيْنَا النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّي رَأَى فِي قِبْلَةِ الْمَسْجِدِ نُخَامَةً فَحَكَّهَا بِيَدِهِ ، فَتَغَيَّظَ ، ثُمَّ قَالَ : " إِنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا كَانَ فِي الصَّلَاةِ فَإِنَّ اللّٰهَ حِيَالَ وَجْهِهِ ، فَلَا يَتَنَخَّمَنَّ حِيَالَ وَجْهِهِ فِي الصَّلَاةِ ". [1]

''ایک دفعہ نبی ﷺ نماز پڑھ رہے تھے کہ آپ نے مسجد میں قبلہ کی جانب تھوک دیکھا، تو اس کو اپنے ہاتھ سے صاف کردیا اور ناراض ہوئے، پھر فرمایا: ''یقیناً تم میں سے کوئی جب نماز میں ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے سامنے ہوتا ہے، اس لیے کوئی شخص نماز میں اپنے سامنے نہ تھوکے۔''

اس حدیث شریف سے یہ بات واضح ہے کہ مسجد کی دیوار میں تھوک دیکھ کر آنحضرت ﷺ خفا ہوئے۔ کیونکہ آپ کو اپنے صحابہ سے ایسی بات کی توقع نہ تھی۔

٢۔ نماز میں قبلہ کی جانب تھوکنے پر امامت سے معزولی:

امام ابوداود اور امام ابن حبان رحمہما اللہ تعالیٰ نے ابی سہلہ سائب بن خلاد رضی اللہ عنہ ...... اور امام احمد نے کہا ہے کہ [وہ] نبی ﷺ کے صحابہ میں سے ہیں ...... سے روایت نقل کی کہ:

" أَنَّ رَجُلًا أَمَّ قَوْمًا فَبَصَقَ فِي الْقِبْلَةِ ، وَرَسُولُ اللّٰهِ ﷺ يَنْظُرُ إِلَيْهِ ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ حِينَ فَرَغَ : " لَا يُصَلِّي لَكُمْ " . فَأَرَادَ بَعْدَ ذَالِكَ أَنْ يُصَلِّيَ لَهُمْ فَمَنَعُوهُ ،

[1] صحيح البخاري ، كتاب الأدب ، باب ما يجوز من الغضب والشدة لأمر الله تعالى ، رقم الحديث ٦١١١ ، ١٠/٥١٧ .

وَأَخْبَرُوهُ بِقَوْلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ. فَذَكَرَ ذٰلِكَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ، فَقَالَ: "نَعَمْ"، وَحَسِبْتُ أَنَّهُ قَالَ: "إِنَّكَ آذَيْتَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ".[1]

''بے شک ایک شخص نے لوگوں کی امامت کروائی اور قبلہ کی جانب تھوکا، اس وقت رسول اللہ ﷺ اس کی جانب دیکھ رہے تھے۔ جب وہ [نماز سے] فارغ ہوا، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''وہ تمہیں نماز نہ پڑھائے۔''

اس کے بعد اس شخص نے نماز پڑھانے کا ارادہ کیا، تو انہوں [اس کے ساتھیوں] نے اس کو روک دیا اور رسول اللہ ﷺ کے [اس کے متعلق] فرمان کی اس کو اطلاع دی۔ اس [شخص] نے رسول اللہ ﷺ سے بات کی، تو آپ نے فرمایا: ''ہاں، اور میرا گمان[2] ہے کہ بے شک آپ ﷺ نے فرمایا: ''بلاشبہ تو نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو اذیت دی ہے۔''

اس حدیث شریف کے مطابق آنحضرت ﷺ نے دورانِ نماز قبلہ کی جانب تھوکنے والے امام پر ناراضگی کا اظہار فرمایا۔ شرح حدیث میں علامہ محمد شمس الحق عظیم آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ نے تحریر کیا ہے:

" أَصْلُ الْكَلَامِ [لَا تُصَلِّ لَهُمْ]، فَعدلَ إِلَى النَّفْيِ لِيُؤْذَنَ بِأَنَّهُ لَا يَصْلُحُ لِلْإِمَامَةِ وَأَنَّ بَيْنَهُ وَبَيْنَهَا مُنَافَاةٌ، وَأَيْضًا فِي الْإِعْرَاضِ عَنْهُ غَضَبٌ شَدِيْدٌ حَيْثُ لَمْ يَجْعَلْهُ مَحَلًّا لِلْخِطَابِ، وَكَانَ هٰذَا النَّهْيُ فِيْ غَيْبَتِهِ. "[3]

''اصل میں کلام تو یہ تھا: [وہ ان کی امامت نہ کروائے] لیکن آپ ﷺ نے اس [صیغہ نہی] کو [صیغہ] نفی میں تبدیل فرما کر اس بات کی خبر دی کہ وہ امامت کے اہل ہی نہیں۔ اس میں اور امامت میں کوئی میل نہیں۔ علاوہ ازیں [آنحضرت ﷺ کے اس سے] اعراض میں بھی شدید خفگی ہے۔ گویا کہ آپ نے اس کو خطاب کے قابل بھی نہ سمجھا اور گویا کہ یہ [یعنی امامت سے] روکنا اس کی عدم موجودگی میں تھا۔''

---

[1] سنن أبي داود، كتاب الصلاة، باب في كراهية البزاق في المسجد، رقم الحديث ٤٨١، ١٠٥/٢-١٠٦؛ والإحسان في تقريب صحيح ابن حبان، كتاب الصلاة، باب المساجد ذكر إيذاء الله جل وعلا بمن بصق في قبلة المسجد، رقم الحديث ١٦٣٦، ٥١٥/٤-٥١٦. الفاظ حدیث سنن أبي داود کے ہیں۔ شیخ البانی نے اس حدیث کو [حسن] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: صحيح سنن أبي داود ٩٥/١).

[2] یعنی راوی نے کہا۔

[3] عون المعبود ١٠٦/٢.

۳۔ لمبی نماز کے سبب امام پر شدید خفگی:[1]

۴۔ اپنی موجودگی میں قراءتِ توراۃ پر شدید ناراضگی:[2]

خلاصۂ گفتگو یہ ہے کہ نبی کریم جب ﷺ اپنے کسی ساتھی سے ایسی غلطی سرزد ہوتے دیکھتے، جس کی ان ایسے حضرات سے توقع نہ ہوتی تو آپ ﷺ اپنی ناراضی اور غصے کا اظہار فرماتے۔

[1] [2] دونوں عنوانوں کے متعلق حدیث اور تفصیل راقم السطور کی کتاب [من صفات الداعية: اللين والرفق] ص ۵۱ و ص ۵۳ پر ملاحظہ ہو۔

(38)

ذہین وفطین شخص کی کوتاہ فہمی پر غصہ

جب کوئی صحابی کسی ایسی بات کو نہ سمجھ پاتا، جس کا سمجھنا ان جیسے شخص کے لیے چنداں مشکل نہ ہوتا، تو آنحضرت ﷺ اس قسم کے مواقع پر اظہارِ خفگی فرماتے۔ ذیل میں اس سلسلے میں توفیق الٰہی سے تین شواہد پیش کیے جارہے ہیں:

ا۔ بلندیٔ مقام کو کوتاہی اعمال کا سبب سمجھنے پر غصہ:

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے بیان کیا:

" كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا أَمَرَهُمْ ، أَمَرَهُمْ مِنَ الْأَعْمَالِ بِمَا يُطِيقُوْنَ.
قَالُوْا: " إِنَّا لَسْنَا كَهَيْئَتِكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ! إِنَّ اللّٰهَ قَدْ غَفَرَلَكَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ ".
فَيَغْضَبُ حَتّٰى يُعْرَفَ الْغَضَبُ فِيْ وَجْهِهٖ ، ثُمَّ يَقُوْلُ: " إِنَّ أَتْقَاكُمْ وَأَعْلَمَكُمْ بِاللّٰهِ أَنَا. "[1]

''رسول اللہ ﷺ جب لوگوں کو حکم دیتے، تو ایسے کام کا حکم دیتے، جس کے کرنے کی وہ طاقت رکھتے، [اس پر] انہوں [صحابہ] نے عرض کیا: ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! بے شک ہم آپ جیسے نہیں ہیں۔ یقیناً اللہ تعالیٰ نے تو آپ کی اگلی پچھلی سب لغزشیں معاف فرمادی ہیں۔''
[یہ سن کر] آپ ﷺ [اس قدر زیادہ] ناراض ہوتے کہ خفگی آپ کے چہرے سے ظاہر ہونے لگتی، پھر آپ ﷺ فرماتے: ''بلاشبہ میں تم سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں اور تم سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کو جانتا ہوں۔''

شرح حدیث میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ نے تحریر کیا ہے:

" فَيَقُوْلُوْنَ لَسْنَا كَهَيْئَتِكَ ، فَيَغْضَبُ مِنْ جِهَةِ أَنَّ حُصُولَ الدَّرَجَاتِ لَا يُوْجِبُ التَّقْصِيْرَ فِي الْعَمَلِ ، بَلْ يُوْجِبُ الْاِزْدِيَادَ شُكْراً لِلْمُنْعِمِ الْوَهَّابِ ، كَمَا أَنَّ فِي

---

[1] صحيح البخاري ، كتاب الإيمان ، باب قول النبي ﷺ (أنا أعلمكم بالله) ، رقم الحديث ۲۰ ، ۷۰/۱.

الْحَدِيثِ الْآخرِ: "أَفَلَا أَكُونَ عَبْداً شَكُوراً ؟". [1]

''پس وہ کہتے کہ ہم آپ جیسے نہیں ہیں۔'' آپ ﷺ اس پر ناراض ہوتے، کہ بلندیوں کے پانے کا تقاضا عمل میں کوتاہی نہیں، بلکہ اس کا تقاضا تو منعم وہاب اللہ سبحانہ تعالیٰ کے شکر کی خاطر مزید اعمال کا کرنا ہے۔ جیسا کہ دوسری حدیث میں ہے: ''کیا پس میں شکرگزار بندہ نہ بنوں؟''

علاوہ ازیں پھر حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ نے فوائد حدیث شمار کرتے ہوئے تحریر کیا ہے:

" اَلسَّادِسَةُ: مَشْرُوعِيَّةُ الْغَضَبِ عِنْدَ مُخَالَفَةِ الْأَمْرِ الشَّرْعِيِّ، وَالْإِنْكَارِ عَلَى الْحَاذِقِ الْمُتَأَهِّلِ لِفَهْمِ الْمَعْنَى إِذَا قَصَّرَ فِي الْفَهْمِ." [2]

''چھٹا (فائدہ) حکم شرعی کی مخالفت پر غصے کا جواز اور ذہین فطین معاملہ فہم شخص کے [بات] سمجھنے میں کوتاہی پر تنقید۔''

۲۔ اجازت طلب کرتے وقت جواب میں کوتاہی پر خفگی:

امام بخاری اور امام مسلم رحمہما اللہ تعالیٰ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں:

" أَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ فِي دَيْنٍ كَانَ عَلَى أَبِي، فَدَفَعْتُ الْبَابَ، فَقَالَ: " مَنْ ذَا؟".

فَقُلْتُ: " أَنَا ".

فَقَالَ: " أَنَا أَنَا ". كَأَنَّهُ كَرِهَهَا. [3]

وَفِي رِوَايَةِ أَبِي دَاوُدَ الطَّيَالِسِيِّ: " كَرِهَ ذٰلِكَ " بِالْجَزْمِ. [4]

''میں اپنے والد کے ذمہ ایک قرض کے سلسلے میں نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا: ''کون ہے؟'' تو میں نے عرض کیا: ''میں۔'' [اس پر] آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''میں میں'' گویا کہ آپ نے اس [جواب] کو ناپسند فرمایا۔''

---

[1] فتح الباري ۷۱/۱.
[2] المرجع السابق ۷۱/۱.
[3] متفق عليه: صحيح البخاري، كتاب الاستئذان، باب: إذا قال: " من ذا؟ " فقال: " أنا "، رقم الحديث ۶۲۵۰، ۳۵/۱۱؛ وصحيح مسلم، كتاب الآداب، باب كراهة قول المستأذن " أنا "، إذا قيل: " من هذا؟ "، رقم الحديث ۳۸(۲۱۵۵)، ۱۶۹۷/۳. الفاظ حدیث صحیح البخاري کے ہیں۔
[4] منقول از: فتح الباري ۳۵/۱۱.

اور امام ابوداود الطیالسی رحمہ اللہ تعالیٰ کی روایت میں ہے:

راوی نے بلاتردد یہ بات بیان کی کہ: ''آپ ﷺ نے اس [جواب] کو ناپسند فرمایا۔''

اس حدیث شریف کے مطابق آنحضرت ﷺ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے جواب ''میں'' کو پسند نہ فرمایا اور اپنے ارشاد [میں میں] کے ساتھ اپنی خفگی کا اظہار فرمایا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے جواب کو آنحضرت ﷺ کے ناپسند کرنے کا سبب بیان کرتے ہوئے علامہ خطابی رحمہ اللہ تعالیٰ رقم طراز ہیں:

" قَوْلُهُ [أَنَا] لَا يَتَضَمَّنُ الْجَوَابَ ، وَلَا يُفِيْدُ الْعِلْمَ بِمَا اسْتَعْمَلَهُ ، وَكَانَ حَقُّ الْجَوَابِ أَنْ يَقُوْلَ: " أَنَا جَابِر " لِيَقَعَ تَعْرِيْفُ الْإِسْمِ الَّذِيْ وَقَعَتِ الْمَسْأَلَةُ عَنْهُ. "[1]

''ان کے قول [میں] میں جواب نہیں اور نہ ہی وہ مقصود کو واضح کرتا ہے۔ جواب کا حق یہ تھا کہ وہ کہتے: ''میں جابر ہوں۔'' تاکہ جس [یعنی دستک دینے والے] کے بارے میں پوچھا گیا اس کے نام سے آگاہی ہو جائے۔''

اور چونکہ نبی کریم ﷺ کو حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے ایسی کوتاہی کی توقع نہ تھی، اس لیے آپ نے ان کی بات پر ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا۔ واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب.

۳۔ اپنے اور آنحضرت ﷺ کے وصال[2] کو ایک جیسا سمجھنے پر برہمی:

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ:

" نَهَى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنِ الْوِصَالِ ، فَقَالَ لَهُ رِجَالٌ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ: " فَإِنَّكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! تُوَاصِلُ ".

فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: " أَيُّكُمْ مِثْلِي؟ " إِنِّيْ أَبِيْتُ يُطْعِمُنِيْ رَبِّيْ وَيَسْقِيْنَ ".

فَلَمَّا أَبَوْا أَنْ يَنْتَهُوْا عَنِ الْوِصَالِ ، وَاصَلَ بِهِمْ يَوْمًا ثُمَّ يَوْمًا ، ثُمَّ رَأَوُا الْهِلَالَ، فَقَالَ: " لَوْ تَأَخَّرَ لَزِدْتُكُمْ ".

كَالْمُنَكِّلِ بِهِمْ حِيْنَ أَبَوْا.[3]

---

[1] منقول از فتح الباري ۱۱/ ۳۵؛ نیز ملاحظہ ہو: شرح النووي ۱۴/ ۱۳۵.

[2] وصال سے مراد روزوں کی راتوں میں ان سب چیزوں سے قصداً دور رہنا، جن سے روزوں کے دنوں میں روزہ ختم ہو جاتا ہے۔ (ملاحظہ ہو: فتح الباري ۴/ ۲۰۲).

[3] صحيح البخاري، كتاب الحدود، رقم الحديث ۶۸۵۱، ۱۲/ ۱۷۶.

''رسول اللہ ﷺ نے وصال سے منع فرمایا، تو بعض مسلمانوں نے عرض کیا: ''یا رسول اللہ ﷺ! آپ تو وصال فرماتے ہیں۔''

آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے کون مجھ جیسا ہے؟ میں تو رات بسر کرتا ہوں اور میرا رب مجھے کھلاتا پلاتا ہے۔''

جب صحابہ وصال کرنے سے نہ رکے، تو آنحضرت ﷺ نے ان کے ساتھ ایک دن وصال کیا، پھر دوسرے دن وصال کیا، پھر لوگوں نے عید کا چاند دیکھ لیا، تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''اگر لیٹ ہوتا [یعنی چاند نظر نہ آتا] تو میں تمہارے لیے اور زیادہ [یعنی وصال] کرتا۔''

جب وہ [وصال ترک کرنے پر] راضی نہ ہوئے تھے، تو آپ ﷺ نے [یہ بات] سرزنش کی غرض سے فرمائی۔

اس حدیث شریف کے مطابق آپ ﷺ ان حضرات صحابہ پر ناراض ہوئے، جنہوں نے وصال کے سلسلہ میں آپ ﷺ اور اپنے درمیان فرق کا ادراک نہ کیا۔ آپ ﷺ کی خفگی کا اظہار درج ذیل دو باتوں سے ہوتا ہے:

۱۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: ''تم میں سے کون میری طرح ہے۔'' حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ رقم طراز ہیں:

"وَهٰذَا اِسْتِفْهَامٌ يُفِيْدُ التَّوْبِيْخَ الْمُشْعِرَ بِالْاِسْتِبْعَادِ."[۱]

''یہ استفہام سرزنش پر دلالت کناں ہے۔''

۲۔ نبی کریم ﷺ نے ان کے ساتھ دو دن تک وصال فرمایا، پھر جب انہوں نے عید کا چاند دیکھ لیا، تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''اگر یہ لیٹ ہوتا تو میں تمہارے لیے مزید [وصال] کرتا'' علامہ عینی شرح حدیث میں تحریر کرتے ہیں:

"أَيْ فِي الْوِصَالِ إِلَى أَنْ تَعْجِزُوا عَنْهُ، فَتَسْأَلُوا التَّخْفِيْفَ عَنْهُ بِالتَّرْكِ."[۲]

''یعنی وصال کے بارے میں یہاں تک تم اس کے کرنے سے عاجز ہو جاتے اور تم اس کو ترک کر کے تخفیف کا سوال کرتے۔''

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ انہوں نے بیان کیا:

" وَاصَلَ النَّبِيُّ ﷺ آخِرَ الشَّهْرِ، وَوَاصَلَ أُنَاسٌ مِنَ النَّاسِ، فَبَلَغَ النَّبِيَّ ﷺ،

[۱] فتح الباري ۲۰۳/٤.   [۲] عمدة القاري ۷۵/۱۱.

فَقَالَ: " لَوْ مُدَّ بِيَ الشَّهْرُ لَوَاصَلْتُ وِصَالاً يَدَعُ الْمُتَعَمِّقُونَ تَعَمُّقَهُمْ ". [1]

''نبی ﷺ نے مہینے کے آخر میں وصال فرمایا اور کچھ لوگوں نے بھی وصال کیا، تو نبی ﷺ کو خبر پہنچی، تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''اگر ماہ میرے لیے طویل ہو جاتا، تو میں اس حد تک وصال کرتا کہ زیادہ تکلف کرنے والے تکلف کو چھوڑ جاتے۔''

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے مذکورہ بالا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ والی حدیث کو اپنی [کتاب صحیح البخاری] میں متعدد مقامات پر روایت کیا ہے اور ان میں سے تین مقامات پر اس پر درج ذیل تراجم تحریر کیے ہیں:

(ا) [بَابُ التَّنْكِيلِ لِمَنْ أَكْثَرَ الْوِصَالَ]. [2]

[زیادہ وصال کرنے والے کو سزا دینے کے متعلق باب]

(ب) [بَابٌ كَمِ التَّعْزِيْرُ وَالْأَدَبُ؟]. [3]

[اس بارے میں باب کہ بطور تعزیر و تادیب دی جانے والی سزا کتنی ہو؟]

(ج) [بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنَ التَّعَمُّقِ وَالتَّنَازُعِ فِي الْعِلْمِ وَالْغُلُوِّ فِي الدِّيْنِ وَالْبِدَعِ]. [4]

[تشدد، جھگڑے، دین میں غلو اور بدعتوں کے ناپسندیدہ ہونے کے متعلق باب]

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ نے فوائد حدیث بیان کرتے ہوئے تحریر کیا ہے:

"يُسْتَفَادُ مِنْهُ جَوَازُ التَّعْزِيْرِ بِالتَّجْوِيْعِ وَنَحْوِهِ مِنَ الْأُمُوْرِ الْمَعْنَوِيَّةِ." [5]

''اس سے بھوک وغیرہ اُمور معنویہ کے ساتھ سزا دینے کا جواز معلوم ہوتا ہے۔''

خلاصہ گفتگو یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ ذہین و فطین شخص کے ایسی بات نہ سمجھنے پر خفا ہوتے، جس کا سمجھنا اس جیسے فہم و عقل والے لوگوں کے لیے آسان ہوتا تھا۔

---

[1] صحيح البخاري، كتاب التمني، ما يجوز من اللّو، رقم الحديث ٧٢٤١، ١٣/ ٢٢٤ - ٢٢٥.

[2] المرجع السابق، كتاب الصيام، ٤/ ٢٠٥.

[3] المرجع السابق، كتاب الحدود، ١٢/ ١٧٥ - ١٧٦.

[4] المرجع السابق، كتاب الاعتصام بالكتاب والسنة، ١٣/ ٢٧٥.

[5] فتح الباري ١٢/ ١٧٩.

(39)

فقیر طلبہ کو اپنی ذاتِ اطہر اور اہل پر ترجیح

ہمارے نبی کریم ﷺ اپنے فقیر شاگردوں کو خود اپنے نفس پاک اور اپنے اہل وعیال پر ترجیح دیتے تھے۔ ذیل میں توفیق الٰہی سے اس سلسلے میں دو واقعات پیش کیے جارہے ہیں:

ا۔ اہل صفہ کو اپنے اور اہل خانہ سے پہلے دودھ پلانا:

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے بیان فرمایا:

"آللّٰهِ الَّذِي لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ، إِنْ كُنْتُ لَأَعْتَمِدُ بِكَبِدِي عَلَى الْأَرْضِ مِنَ الْجُوعِ، وَإِنْ كُنْتُ لَأَشُدُّ الْحَجَرَ عَلَى بَطْنِي مِنَ الْجُوعِ. وَلَقَدْ قَعَدْتُ يَوْمًا عَلَى طَرِيقِهِمُ الَّذِي يَخْرُجُونَ مِنْهُ، فَمَرَّ أَبُوبَكْرٍ رضي الله عنه، فَسَأَلْتُهُ عَنْ آيَةٍ مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ، مَا سَأَلْتُهُ إِلَّا لِيُشْبِعَنِي، فَمَرَّ وَلَمْ يَفْعَلْ.

ثُمَّ مَرَّ بِي عُمَرُ رضي الله عنه فَسَأَلْتُهُ عَنْ آيَةٍ مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ، مَا سَأَلْتُهُ إِلَّا لِيُشْبِعَنِي، فَمَرَّ وَلَمْ يَفْعَلْ.

ثُمَّ مَرَّ بِي أَبُو الْقَاسِمِ ﷺ، فَتَبَسَّمَ حِينَ رَآنِي، وَعَرَفَ مَا فِي نَفْسِي، وَمَا فِي وَجْهِي، ثُمَّ قَالَ: "يَا أَبَا هِرٍّ!".

قُلْتُ: "لَبَّيْكَ رَسُولَ اللّٰهِ!". قَالَ: "اِلْحَقْ".

وَمَضَى، فَاتَّبَعْتُهُ، فَدَخَلَ، فَاسْتَأْذَنَ، فَأَذِنَ لِي، فَدَخَلَ، فَوَجَدَ لَبَنًا فِي قَدَحٍ،

فَقَالَ: "مِنْ أَيْنَ هٰذَا اللَّبَنُ؟".

قَالُوا: "أَهْدَاهُ لَكَ فُلَانٌ ــ أَوْ فُلَانَةٌ ــ".

قَالَ: "أَبَا هِرٍّ!".

قُلْتُ: "لَبَّيْكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ!".

قَالَ: "اِلْحَقْ إِلَى أَهْلِ الصُّفَّةِ فَادْعُهُمْ لِي".

قَالَ: "وَأَهْلُ الصُّفَّةِ أَضْيَافُ الْإِسْلَامِ، لَا يَأْوُونَ عَلَى أَهْلٍ وَلَا مَالٍ وَلَا عَلَى

أَحَدٍ ، إِذَا أَتَتْهُ صَدَقَةٌ بَعَثَ بِهَا إِلَيْهِمْ ، وَلَمْ يَتَنَاوَلْ مِنْهَا شَيْئًا ، وَإِذَا أَتَتْهُ هَدِيَّةٌ أَرْسَلَ إِلَيْهِمْ ، وَأَصَابَ مِنْهَا ، وَأَشْرَكَهُمْ فِيهَا ، فَسَاءَنِي ذٰلِكَ ، فَقُلْتُ: " وَمَا هٰذَا اللَّبَنُ فِي أَهْلِ الصُّفَّةِ؟ كُنْتُ أَحَقَّ أَنْ أُصِيبَ مِنْ هٰذَا اللَّبَنِ شَرْبَةً أَتَقَوَّى بِهَا ، فَإِذَا جَاؤُوا أَمَرَنِي. فَكُنْتُ أَنَا أُعْطِيهِمْ ، وَمَا عَسَى أَنْ يَبْلُغَنِي مِنْ هٰذَا اللَّبَنِ؟ ".

وَلَمْ يَكُنْ مِنْ طَاعَةِ اللّٰهِ وَطَاعَةِ رَسُولِهِ ﷺ بُدٌّ ، فَأَتَيْتُهُمْ ، فَدَعَوْتُهُمْ ، فَأَقْبَلُوا ، فَاسْتَأْذَنُوا ، فَأَذِنَ لَهُمْ ، فَأَخَذُوا مَجَالِسَهُمْ مِنَ الْبَيْتِ. قَالَ: " يَا أَبَا هِرٍّ! ".

قُلْتُ: " لَبَّيْكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ! ".

قَالَ: " خُذْ فَأَعْطِهِمْ ".

فَأَخَذْتُ الْقَدَحَ ، فَجَعَلْتُ أُعْطِيهِ الرَّجُلَ ، فَيَشْرَبُ حَتَّى يَرْوَي ، ثُمَّ يَرُدُّ عَلَيَّ الْقَدَحَ ، فَأُعْطِيهِ الرَّجُلَ ، فَيَشْرَبُ حَتَّى يَرْوَي ، ثُمَّ يَرُدُّ عَلَيَّ الْقَدَحَ ، فَيَشْرَبُ حَتَّى يَرْوَي ، ثُمَّ يَرُدُّ عَلَيَّ الْقَدَحَ حَتَّى انْتَهَيْتُ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ ، وَقَدْ رَوِيَ الْقَوْمُ كُلُّهُمْ ، فَأَخَذَ الْقَدَحَ فَوَضَعَهُ عَلَى يَدِهِ ، فَنَظَرَ إِلَيَّ فَتَبَسَّمَ ، فَقَالَ: " أَبَا هِرٍّ! ".

قُلْتُ: " لَبَّيْكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ! ".

قَالَ: " بَقِيتُ أَنَا وَأَنْتَ ".

قُلْتُ: " صَدَقْتَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ! ".

قَالَ: " اقْعُدْ فَاشْرَبْ ". فَقَعَدْتُ ، فَشَرِبْتُ.

فَقَالَ: " اشْرَبْ ". فَشَرِبْتُ ، فَمَا زَالَ يَقُولُ: " اشْرَبْ " ، حَتَّى قُلْتُ: " لَا ، وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ! مَا أَجِدُ لَهُ مَسْلَكًا ".

قَالَ: " فَأَرِنِي ". فَأَعْطَيْتُهُ الْقَدَحَ ، فَحَمِدَ اللّٰهَ وَسَمَّى ، وَشَرِبَ الْفَضْلَةَ ".[1]

"اللہ تعالیٰ کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں! میں بھوک کے مارے زمین پر اپنے پیٹ کے بل لیٹ جاتا تھا اور میں [کبھی] بھوک کے مارے پیٹ پر پتھر باندھا کرتا تھا۔ بے شک میں ایک دن

---

[1] صحيح البخاري ، كتاب الرقاق ، باب كيف كان عيش النبي ﷺ وأصحابه ، وتخليهم عن الدنيا ، رقم الحديث ٦٤٥٢ ، ١١/ ٢٨١ ـ ٢٨٢.

اس راستے میں بیٹھ گیا جہاں سے وہ لوگ [نبی کریم ﷺ اور بعض صحابہ] نکلتے تھے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ گزرے، تو میں نے کتاب اللہ کی ایک آیت کے بارے میں ان سے پوچھا۔ میرے دریافت کرنے کا مقصد صرف یہ تھا کہ وہ مجھے پیٹ بھر کر کھلا دیں، [لیکن] وہ ایسا کیے بغیر گزر گئے۔

پھر میرے پاس سے عمر رضی اللہ عنہ گزرے، تو میں نے کتاب اللہ کی ایک آیت کے متعلق ان سے استفسار کیا۔ میں نے ان سے صرف اس لیے پوچھا تھا کہ وہ پیٹ بھر کر کھلا دیں، [لیکن] وہ بھی ایسا کیے بغیر گزر گئے۔

پھر میرے پاس سے ابوالقاسم ﷺ گزرے۔ وہ مجھے دیکھ کر مسکرائے، میرے دل کی بات کو بھانپ گئے اور میرے چہرے کو تاڑ گئے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے ابوہر!''

میں نے عرض کیا: ''لبیک رسول اللہ ﷺ!۔''

آپ ﷺ نے فرمایا: ''آ جاؤ۔''

آپ ﷺ چل دیے اور میں آپ کے پیچھے پیچھے گیا۔ آپ ﷺ [گھر میں] داخل ہو گئے اور [میرے داخل ہونے کی] اجازت چاہی جو دے دی گئی۔ آپ ﷺ داخل ہوئے، تو پیالہ میں دودھ دیکھا۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا: ''یہ دودھ کہاں سے آیا ہے؟''

انہوں نے عرض کیا: ''فلاں مرد یا فلاں عورت نے آپ کے لیے تحفہ بھیجا ہے۔''

آپ ﷺ نے فرمایا: ''ابوہر!''

میں نے عرض کیا: ''لبیک یا رسول اللہ ﷺ!۔''

آپ ﷺ نے فرمایا: ''اہل صفہ کے پاس جاؤ اور انہیں میرے پاس بلا لاؤ۔''

انہوں [ابوہریرہ رضی اللہ عنہ] نے بیان کیا: ''اہل صفہ اسلام کے مہمان تھے، ان کا اہل تھا، نہ مال، اور نہ ہی کوئی اور۔ جب آپ ﷺ کے پاس صدقہ آتا، تو اسے ان کی طرف بھیج دیتے اور خود اس میں سے کچھ بھی نہ رکھتے اور جب آپ کے پاس کوئی ہدیہ بھیجتا، تو بھی انہیں بلوا لیتے، خود کچھ اس سے لے لیتے اور انہیں اس میں شریک کرتے۔

یہ بات [یعنی آپ ﷺ کا ان کو بلانے کا حکم] مجھے ناگوار گزری تو میں نے [اپنے دل میں] کہا: ''یہ دودھ ہے ہی کتنا کہ اہل صفہ میں تقسیم ہو؟ میں تو اس کا زیادہ حق دار تھا کہ اس کو پی کر قوت حاصل کرتا۔ [اب] جب وہ آئیں گے، تو آپ ﷺ مجھے حکم دیں گے، تو میں [تعمیل حکم میں] انہیں دوں گا، تو میرے لیے اس دودھ سے کیا بچے گا؟ لیکن اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی

اطاعت سے مفر نہیں تھا۔''

لہٰذا میں ان کے پاس آیا اور انہیں [آنحضرت ﷺ کی] دعوت پہنچائی۔ وہ آئے اور [داخل ہونے کی] اجازت طلب کی۔ انہیں اجازت دی گئی اور وہ گھر میں اپنی اپنی جگہوں پر آ کر بیٹھ گئے۔

آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے ابو ہر!'' میں نے عرض کیا: ''لبیک یا رسول اللہ ﷺ!''

آپ ﷺ نے فرمایا: ''لو اور انہیں دو۔''

میں نے پیالہ تھاما اور ایک ایک آدمی کو دینا شروع کیا، وہ پیتا جاتا، یہاں تک کہ سیر ہو جاتا، پھر وہ پیالہ مجھے واپس کر دیتا، پھر میں ایک دوسرے شخص کو دیتا، وہ پی کر اور سیر ہو کر پیالہ مجھے واپس کر دیتا، [اسی طرح] وہ [یعنی تیسرا شخص] پی کر اور سیر ہو کر پیالہ مجھے لوٹا دیتا، یہاں تک کہ میں نبی ﷺ تک پہنچا اور تب سارے لوگ سیر ہو کر پی چکے تھے۔ آپ ﷺ نے پیالے کو تھاما اور اپنے ہاتھ میں رکھ کر میری طرف دیکھا، اور مسکرا کر فرمایا: ''ابا ہر!''

میں نے عرض کیا: ''لبیک یا رسول اللہ ﷺ!''

آپ ﷺ نے فرمایا: ''میں اور تم باقی رہ گئے ہیں۔''

میں نے عرض کیا: ''یا رسول اللہ ﷺ آپ نے سچ فرمایا۔''

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''بیٹھو اور پیو۔'' میں بیٹھ گیا اور پیا۔

آپ ﷺ نے فرمایا: ''پیو۔'' تو میں نے پیا اور آنحضرت ﷺ برابر فرماتے رہے کہ: ''[اور] پیو۔'' آخر مجھے کہنا پڑا: ''اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے! اب اس کے لیے بالکل گنجائش نہیں۔''

آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''مجھے دے دو۔''

میں نے پیالہ آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کی، بسم اللہ پڑھی اور باقی ماندہ (دودھ) پی لیا۔''

اس حدیث شریف سے واضح ہے کہ آپ ﷺ نے فقیر طلبہ کو اپنے نفس اور اہل پر مقدم فرمایا۔ دودھ پہلے اہل صفہ کو پلایا، پھر بچا ہوا خود پیا۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ نے فوائد حدیث بیان کرتے ہوئے تحریر کیا ہے:

" وَفِيهِ كَرَمُ النَّبِيِّ ﷺ وَإِيْثَارُهُ عَلَى نَفْسِهِ وَأَهْلِهِ وَخَادِمِهِ."[1]

''اس میں نبی ﷺ کی سخاوت اور اپنی جان، اہل اور خادم پر [فقراء کو] ترجیح دینا ہے۔''

حدیث شریف میں دیگر فوائد:

حدیث شریف میں دیگر متعدد فوائد میں سے پانچ درج ذیل ہیں:

۱ آنحضرت ﷺ کا اپنے شاگرد سے خندہ روئی اور بشاشت سے گفتگو فرمانا۔ طلبہ اور خصوصاً غریب اور پردیسی طلبہ پر اس کا عظیم اثر چنداں محتاج بیان نہیں۔

۲ آنحضرت ﷺ کا اپنے شاگرد کی حالت و کیفیت پر توجہ فرمانا۔

۳ آنحضرت ﷺ کی عظیم فراست کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے سوال کو سنتے اور انہیں دیکھتے ہی ان کی اصل کیفیت بھانپ گئے۔

۴ ایک ہی قصہ میں شاگرد کو چار مرتبہ اس کی کنیت سے مخاطب کرنا۔ معلّم کی زبان سے ایک ہی دفعہ کنیت کے ساتھ خطاب شاگرد کے لیے کچھ کم خوشی کا سبب نہیں ہوتا۔ پھر جب یہ خطاب چار بار ہو اور مخلوق کے محبوب ترین اور عظیم ترین معلم ﷺ کی طرف سے ہو تو پھر شاگرد کو خوشی کس قدر ہوگی؟[2]

۵ سید الاوّلین والآخرین ﷺ کی بے مثال تواضع کہ اپنے فقیر طلبہ کا جھوٹا دودھ پیا۔[3]

۲۔ فقیر طلبہ کو بیٹی اور داماد رضی اللہ عنہما پر ترجیح دینا:

امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ:

" أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ لَمَّا زَوَّجَهُ فَاطِمَةَ رضي الله عنها بَعَثَ مَعَهُ بِخَمِيلَةٍ وَّ وِسَادَةٍ مِنْ أدم حَشْوُهَا لِيفٌ، وَرَحْيَيْنِ وَسِقَاءٍ وَجَرَّتَيْنِ، فَقَالَ عَلِيٌّ لِفَاطِمَةَ رضي الله عنها ذَاتَ يَوْمٍ: " وَاللّٰهِ! لَقَدْ سَنَوْتُ حَتَّى لَقَدْ اشْتَكَيْتُ صَدْرِي". قَالَ: " وَقَدْ جَاءَ اللّٰهُ أَبَاكِ بِسَبْيٍ، فَاذْهَبِي فَاسْتَخْدِمِيهِ".

فَقَالَتْ: " وَأَنَا وَاللّٰهِ! قَدْ طَحَنْتُ حَتَّى مَجَلَتْ يَدَايَ".

فَأَتَتِ النَّبِيَّ ﷺ، فَقَالَ: " مَا جَاءَ بِكِ أَيْ بُنَيَّةُ؟".

قَالَتْ: " جِئْتُ لِأُسَلِّمَ عَلَيْكَ".

---

[1] فتح الباري ۱۱/ ۲۸۹.
[2] اس بارے میں تفصیل کتاب ھذا کے صفحات ۹۲۔۱۰۱ پر ملاحظہ فرمائیے۔
[3] اس بارے میں تفصیل کتاب ھذا کے صفحات ۲۵۰۔۲۵۶ پر ملاحظہ فرمائیے۔

وَاسْتَحْيَيْتُ أَنْ تَسْأَلَهُ، وَرَجَعْتُ، فَقَالَ: "مَا فَعَلْتِ؟"

قَالَتْ: "اِسْتَحْيَيْتُ أَنْ أَسْأَلَهُ".

فَأَتَيْنَاهُ جَمِيعًا. فَقَالَ عَلِيٌّ رضی اللہ عنہ: "يَا رَسُولَ اللّٰهِ! وَاللّٰهِ! لَقَدْ سَنَوْتُ حَتّٰى اشْتَكَيْتُ صَدْرِيْ".

وَقَالَتْ فَاطِمَةُ رضی اللہ عنہا: "قَدْ طَحَنْتُ حَتّٰى مَجَلَتْ يَدَايَ، وَقَدْ جَاءَكَ بِسَبْيٍ وَسَعَةٍ، فَأَخْدِمْنَا".

فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ: "وَاللّٰهِ! لَا أُعْطِيْكُمَا وَأَدَعُ أَهْلَ الصُّفَّةِ تَطْوٰى بُطُوْنُهُمْ، لَا أَجِدُ مَا أُنْفِقُ عَلَيْهِمْ، وَلٰكِنِّيْ أَبِيْعُهُمْ، وَأُنْفِقُ عَلَيْهِمْ أَثْمَانَهُمْ".

فَرَجَعَا، فَأَتَاهُمَا النَّبِيُّ ﷺ، وَقَدْ دَخَلَا فِيْ قَطِيْفَتِهِمَا إِذَا غَطَّتْ رُؤُوْسَهُمَا تَكَشَّفَتْ أَقْدَامُهُمَا، وَإِذَا غَطَّيَا أَقْدَامَهُمَا تَكَشَّفَتْ رُؤُوْسُهُمَا، فَثَارَا، فَقَالَ: "مَكَانَكُمَا".

ثُمَّ قَالَ: "أَلَا أُخْبِرُكُمَا بِخَيْرٍ مِمَّا سَأَلْتُمَانِيْ؟". قَالَا: "بَلٰى".

فَقَالَ: "كَلِمَاتٌ عَلَّمَنِيْهِنَّ جِبْرِيْلُ علیہ السلام".

فَقَالَ: "تُسَبِّحَانِ فِيْ دُبُرِ كُلِّ صَلَاةٍ عَشْرًا، وَتَحْمَدَانِ عَشْرًا، وَتُكَبِّرَانِ عَشْرًا، وَإِذَا أَوَيْتُمَا إِلٰى فِرَاشِكُمَا فَسَبِّحَا ثَلَاثًا وَّ ثَلَاثِيْنَ، وَاحْمَدَا ثَلَاثًا وَّ ثَلَاثِيْنَ، وَكَبِّرَا أَرْبَعًا وَّ ثَلَاثِيْنَ".

قَالَ: "فَوَاللّٰهِ! مَا تَرَكْتُهُنَّ مُنْذُ عَلَّمَنِيْهِنَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ".

قَالَ: فَقَالَ لَهُ ابْنُ الْكَوَّاءِ: "وَلَا لَيْلَةَ صِفِّيْنَ؟".

فَقَالَ: "قَاتَلَكُمُ اللّٰهُ! يَا أَهْلَ الْعِرَاقِ! نَعَمْ، وَلَا لَيْلَةَ صِفِّيْنَ".[1]

"بے شک جب رسول اللہ ﷺ نے فاطمہ رضی اللہ عنہا کا ان سے نکاح کیا، تو ان کے ساتھ ایک رضائی، ایک کھجور کے درخت کی چھال سے بھرا چمڑے کا تکیہ، چکی کے دو پاٹ، ایک مشکیزہ اور دو مٹکے بھیجے۔

ایک دن حضرت علی نے سیدہ فاطمہ...... رضی اللہ عنہا ...... سے کہا: "اللہ تعالیٰ کی قسم! پانی نکال نکال کر

[1] المسند، رقم الحدیث ۸۳۸، ۱۴۹/۲ ـ ۱۵۰. شیخ احمد شاکر نے اس حدیث کو [صحیح] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: ہامش المسند ۱۴۹/۲)۔

میرے سینے میں تکلیف ہوگئی ہے۔'' انہوں نے مزید کہا: ''اللہ تعالیٰ نے آپ کے باپ کو غلام دیے ہیں، جایئے اوران سے خادم مانگ لایئے۔''

انہوں نے کہا: ''اللہ تعالیٰ کی قسم! چکی پیسنے کی بنا پر میرے دونوں ہاتھوں میں چھالے نمودار ہوگئے ہیں۔''

پس وہ نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں، تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے میری چھوٹی سی بیٹی! کیسے آنا ہوا؟''

انہوں نے عرض کیا: ''سلام کہنے کی غرض سے حاضر ہوئی ہوں۔''

[خادم] طلب کرنے سے شرما گئیں اور واپس تشریف لے گئیں، تو انہوں [علی رضی اللہ عنہ] نے کہا: ''کیا کیا ہے؟''

انہوں نے جواب دیا: ''میں آپ ﷺ سے مانگتے ہوئے شرما گئی۔''

تو ہم دونوں اکٹھے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: ''یا رسول اللہ ﷺ! پانی کھینچ کھینچ کر میرے سینے میں تکلیف ہوگئی ہے۔''

فاطمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: ''چکی پیستے پیستے میرے دونوں ہاتھوں میں آبلے پڑ گئے ہیں۔ [اب] اللہ تعالیٰ نے آپ کو غلام اور وسعت عطا فرمائی ہے، ہمیں خادم عطا فرمایئے۔''

تو [یہ سن کر] رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کی قسم! ایسا تو نہیں ہوسکتا کہ میں تمہیں دے دوں اور اہل صفہ [بھوک کی وجہ سے] اپنے پیٹوں کو لپیٹتے رہیں اور میں اپنے پاس ان پر خرچ کرنے کے لیے کچھ نہ پاؤں۔ میں تو انہیں (غلاموں کو) فروخت کروں گا اور حاصل شدہ مال کو اہل صفہ پر خرچ کروں گا۔''

یہ سن کر وہ دونوں واپس آ گئے۔ پھر نبی ﷺ ان کے ہاں تشریف لائے اور اس وقت وہ دونوں اپنی رضائی میں داخل ہو چکے تھے۔ [اور وہ ان کے لیے اس قدر نا کافی تھی کہ] اگر وہ سروں کو ڈھانپتے، تو ان کے قدم باہر رہ جاتے اور اگر قدموں کو ڈھانپتے، تو سر باہر رہ جاتے۔ ان دونوں نے [استقبال کی خاطر] اٹھنے کا ارادہ کیا، تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم دونوں اپنی اپنی جگہ پر ہی رہو۔''

پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ''کیا میں تمہیں تمہاری مطلوبہ چیز سے اعلیٰ بات کی خبر نہ دوں؟''

انہوں نے عرض کیا: ''کیوں نہیں۔''

آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ ایسے کلمات ہیں کہ مجھے جبریل علیہ السلام نے سکھلائے ہیں۔''

آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہر نماز کے بعد دس مرتبہ سبحان اللہ، دس مرتبہ الحمد للہ اور دس مرتبہ اللہ اکبر کہو۔ اور جب اپنے بستر پر آؤ تو تینتیس (۳۳) دفعہ سبحان اللہ، تینتیس (۳۳) دفعہ الحمد للہ اور چونتیس (۳۴) دفعہ اللہ اکبر کہو۔''

انہوں [علی رضی اللہ عنہ] نے بیان کیا: ''اللہ تعالیٰ کی قسم! رسول اللہ ﷺ کے ان کلمات کے بتلانے کے بعد میں نے کبھی انہیں پڑھنا ترک نہ کیا۔''

ابن الکواء نے ان سے پوچھا: ''اور نہ ہی صفین کی رات؟''

انہوں نے جواب دیا: ''اے اہل عراق! اللہ تعالیٰ تمہیں ہلاک کرے، ہاں اور نہ ہی صفین کی رات۔''

اس حدیث شریف میں ہم دیکھتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے اپنی عزیز ترین بیٹی فاطمۃ الزہرا اور ان کے شوہر محترم اپنے چچا زاد بھائی سیدنا علی رضی اللہ عنہما پر اپنے فقیر شاگردوں کو ترجیح دی۔ ان کی شدید حاجت کے باوجود انہیں خادم نہ دیا، بلکہ اس کو فروخت کر کے اس کی رقم غریب طلبہ پر خرچ کرنے کے ارادے کا اظہار فرمایا۔

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اسی مضمون کی حدیث کو اپنی کتاب میں روایت کیا ہے اور اس کا عنوان بایں الفاظ تحریر کیا ہے:

[بَابُ الدَّلِيْلِ عَلَى أَنَّ الْخُمُسَ لِنَوائِبِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ وَالْمَسَاكِيْنِ، وَإِيْثَارِ النَّبِيِّ ﷺ أَهْلَ الصُّفَّةِ وَالْأَرَامِلِ حِيْنَ سَأَلَتْهُ فَاطِمَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، وَشَكَتْ إِلَيْهِ الطَّحْنَ وَالرَّحَى أَنْ يُخْدِمَهَا مِنَ السَّبْيِ، فَوَكَلَهَا إِلَى اللّٰهِ].[1]

[اس بات کی دلیل کے بارے میں باب کہ غنیمت کا پانچواں حصہ رسول اللہ ﷺ کی ضروریات اور مساکین کے لیے ہے اور جب فاطمہ رضی اللہ عنہا نے آٹا گوندھنے اور چکی پیسنے کی تکلیف کا ذکر کر کے قیدیوں میں سے خادم طلب کیا، تو آپ ﷺ نے اہل صفہ اور بیواؤں کو [ان پر] ترجیح دی اور ان کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا۔]

---

[1] صحيح البخاري، كتاب فرض الخمس، ۲۱۵/۶.

حدیث شریف میں دیگر فوائد:

اس حدیث شریف میں موجود دیگر متعدد فوائد میں سے پانچ درج ذیل ہیں:

۱. آنحضرت ﷺ کا بغرض تعلیم اپنی بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ہاں تشریف لے جانا۔[۱]

۲. رات کے وقت تعلیم دینا کہ آنحضرت ﷺ نے رات کے وقت حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لا کر تعلیم دی۔[۲]

۳. آنحضرت ﷺ کی تواضع کہ آپ نے سیدہ فاطمۃ الزہراء اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کو اپنے استقبال کی غرض سے بستر سے اٹھنے سے روک دیا۔[۳]

۴. دورانِ تعلیم اسلوب استفہام استعمال فرمانا کہ آپ ﷺ نے قبل از تعلیم فرمایا: ''کیا میں تمہاری مطلوبہ چیز سے بہتر بات تمہیں نہ بتلاؤں؟'' طلبہ کو کلی طور پر متوجہ کرنے میں اس اسلوب کی تاثیر چنداں محتاج بیان نہیں۔[۴]

۵. مطلوبہ چیز کا نعم البدل دینا کہ آنحضرت ﷺ نے جب دونوں کو خادم دینے سے انکار فرمادیا، تو اس کے بدلے میں اس سے بہتر ورد بتلایا۔ تعلیم وتربیت میں مطلوبہ چیز کے بدل عطا کرنے کی اہمیت اہل فکر ونظر سے مخفی نہیں۔

---

۱. اس بارے میں تفصیل کتاب ھذا کے صفحات ۴۸۔۴۹ پر ملاحظہ ہو۔
۲. اس بارے میں تفصیل کتاب ھذا کے صفحات ۴۳۔۴۶ پر ملاحظہ ہو۔
۳. اس بارے میں تفصیل کتاب ھذا کے صفحات ۲۵۰۔۲۵۶ پر ملاحظہ ہو۔
۴. اس بارے میں تفصیل کتاب ھذا کے صفحات ۱۶۵۔۱۷۰ پر ملاحظہ ہو۔

(40)

طلبہ کی صلاحیتوں کا ادراک

نبی کریم ﷺ نے حضرات صحابہ کی تعلیم وتربیت فرمائی اور اللہ تعالیٰ نے انہیں علم وعمل کی دنیا میں قیادت وسیادت عطا فرمائی۔ لیکن وہ سب علم وفہم کے اعتبار سے ایک درجہ پر فائز نہ تھے اور نہ ہی علم وعمل کے متعدد گوشوں میں ان کا رسوخ اور کمال ایک جیسا تھا۔ آنحضرت ﷺ اپنے صحابہ کی صلاحیتوں اور ان کے باہمی فرق مراتب سے خوب آگاہ تھے اور ان میں سے ہر ایک کے ساتھ اس کی حیثیت اور مرتبہ کے مطابق معاملہ فرماتے۔ سیرت طیبہ میں اس سلسلے میں متعدد شواہد موجود ہیں، جن میں سے چار توفیق الٰہی سے ذیل میں پیش کیے جارہے ہیں:

ا۔ سات صحابہ کے امتیازی اوصاف کا بیان:

حضرات ائمہ احمد، ترمذی، ابن ماجہ، ابن حبان اور بیہقی رحمہم اللہ تعالیٰ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے بیان کیا:

" قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ ﷺ: " أَرْحَمُ أُمَّتِي بِأُمَّتِي أَبُوبَكْرٍ ، وَأَشَدُّهُمْ فِي أَمْرِ اللّٰہِ عُمَرُ ، وَأَصْدَقُهُمْ حَيَاءً عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ، وَأَعْلَمُهُمْ بِالْحَلَالِ وَالْحَرَامِ مَعَاذُ بْنُ جَبَلٍ ، وَأَفْرَضُهُمْ زَيْدُ ابْنُ ثَابِتٍ ، وَأَقْرَؤُهُمْ أُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ ، وَلِكُلِّ أُمَّةٍ أَمِينٌ ، وَأَمِينُ هٰذِهِ الْأُمَّةِ أَبُو عُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ رضي الله عنهم ."[1]

"میری امت میں سے میری امت کے ساتھ سب سے زیادہ شفقت کرنے والا ابوبکر ہے، ان

---

[1] المسند ۱۸٤/۳ (ط: المكتب الإسلامي) ؛ وجامع الترمذي (المطبوع مع تحفة الاحوذي) ، أبواب المناقب ، مناقب معاذ بن جبل ، وزيد بن ثابت ، وأبي عبيدة بن الجراح رضي الله عنهم ، رقم الحديث ٤٠٤٣ ، ۱۰ / ۱۹۹ ؛وسنن ابن ماجة ، المقدمة ، فضائل أصحاب رسول الله ﷺ ، رقم الحديث ١٤١ ، ١/ ٣٠ ؛ والإحسان في تقريب صحيح ابن حبان ، كتاب إخباره ﷺ عن مناقب الصحابة ، باب فضل الصحابة والتابعين ، ١٦ / ٢٣٨ ؛ والسنن الكبرى ، كتاب الفرائض ، ذكر الإخبار عن القصد بالتخصيص في الفضيلة لأقوام بأعيانهم ، رقم الحديث ١٢١٨٦ ، ٦ / ٣٤٥. الفاظ حدیث جامع الترمذی کے ہیں۔ حافظ ابن حجر نے اس حدیث کے روایت کرنے والوں کو [ثقہ] کہا ہے۔ (ملاحظہ ہو: فتح الباري ٧ / ١٢٦) ؛ اور شیخ البانی نے اس کو [صحیح] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: صحيح سنن الترمذي ٣ / ٢٢٧ ؛ وصحيح سنن ابن ماجة ١/ ٣١ ؛ وسلسلة الأحاديث الصحيحة ، رقم الحديث ١٢٢٤ ، ٣/٢٢٣).

میں سے اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں سب سے زیادہ ٹھوس عمر ہے، ان میں سے سب سے زیادہ سچی حیا والا عثمان بن عفان ہے، ان میں حلال وحرام کو سب سے زیادہ جاننے والا معاذ بن جبل ہے، ان میں سے فرائض کو سب سے زیادہ جاننے والا زید بن ثابت ہے، ان میں سے قرأت قرآن کا سب سے زیادہ علم رکھنے والا ابی بن کعب ہے۔ ہر امت کا ایک امین ہوتا ہے اور اس امت کا امین ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہم ہے۔''

اس حدیث شریف میں آنحضرت ﷺ نے اپنے سات حضراتِ صحابہ میں سے ہر ایک کا وہ نمایاں وصف بیان فرمایا، جس کے اعتبار سے وہ باقی ساتھیوں میں نمایاں اور ممتاز ہوئے، رضی اللہ عنہم اجمعین۔

امام ابن حبان رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس حدیث شریف پر درج ذیل عنوان تحریر کیا:

[ذِكْرُ الْبَيَانِ بِأَنَّ مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ رضي الله عنه كَانَ أَعْلَمَ الصَّحَابَةِ بِالْحَلَالِ وَالْحَرَامِ].[1]

[اس بات کا بیان کہ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ حلال وحرام کا علم تمام صحابہ رضی اللہ عنہم سے زیادہ رکھتے تھے۔]

اور امام بیہقی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بایں الفاظ عنوان قائم کیا ہے:

[بَابُ تَرْجِيحِ قَوْلِ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ رضي الله عنه عَلَى غَيْرِهِ مِنَ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ أَجْمَعِينَ فِي عِلْمِ الْفَرَائِضِ].[2]

[علم فرائض میں زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے قول کو تمام صحابہ [کے اقوال] پر ترجیح کے متعلق باب۔]

۲۔ تعلیم قرآن میں چار صحابہ کی امتیازی حیثیت کا بیان:

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے کہ:

" أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: " اِسْتَقْرِؤُوا الْقُرْآنَ مِنْ أَرْبَعَةٍ مِنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُودٍ، وَسَالِمٍ مَوْلَى أَبِي حُذَيْفَةَ، وَأُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ، وَمُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ رضي الله عنهم. "[3]

''یقیناً رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''چار [اشخاص] سے قرآن پڑھو: عبداللہ بن مسعود، ابوحذیفہ کے آزاد کردہ غلام سالم، ابی بن کعب اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہم سے۔''

---

[1] الإحسان في تقريب صحيح ابن حبان، كتاب إخباره ﷺ عن مناقب الصحابة، ۱٦/۲۳۸.

[2] السنن الكبرى، كتاب الفرائض، ٦/۳٤٥.

[3] صحيح البخاري، كتاب فضائل الصحابة، باب مناقب عبدالله بن مسعود رضي الله عنه، رقم الحديث ۳۷٦۰، ۷/۱۰۲.

اس حدیث شریف میں آنحضرت ﷺ نے تعلیم قرآن کریم کے لیے چار صحابہ کا بطور خاص ذکر فرمایا۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس بارے میں ان حضرات کی تخصیص کا سبب بیان کرتے ہوئے تحریر کیا ہے:

"وَتَخْصِيصُ هٰؤُلَاءِ الْأَرْبَعَةِ بِأَخْذِ الْقُرْآنِ عَنْهُمْ إِمَّا لِأَنَّهُمْ كَانُوا أَكْثَرَ ضَبْطًا لَهُ، وَأَتْقَنَ لِأَدَائِهِ، أَوْلِأَنَّهُمْ تَفَرَّغُوا لِأَخْذِهِ عَنْهُ مُشَافَهَةً، وَتَصَدُّوا لِأَدَائِهِ مِنْ بَعْدِهِ، فَلِذٰلِكَ ندبَ إِلَى الْأَخْذِ عَنْهُمْ، لَا أَنَّهُ لَمْ يَجْمَعْهُ غَيْرُهُمْ."[1]

"ان چار حضرات سے قرآن کریم سیکھنے کا خصوصیت سے ذکر اس لیے کیا گیا ہے کہ یا تو وہ دیگر صحابہ سے زیادہ ضبط قرآن والے اور زیادہ عمدہ ادائیگی والے تھے، یا اس لیے کہ انہوں نے اپنے آپ کو آنحضرت ﷺ سے براہِ راست قرآن کریم سیکھنے اور اس کے بعد اس کی تعلیم دینے کی خاطر فارغ کر رکھا تھا۔ اس تخصیص سے مقصود یہ نہیں کہ ان کے سوا کسی اور نے قرآنِ کریم جمع نہیں کیا ہوا تھا۔"

۳۔ علی رضی اللہ عنہ کا علم میں اُمت میں سب سے زیادہ ہونا:

امام احمد اور امام طبرانی رحمہما اللہ تعالیٰ نے حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے اور انہوں نے نبی ﷺ سے، کہ آپ نے ارشاد فرمایا:

"أَمَا تَرْضَيْنَ أَنْ أُزَوِّجَكِ أَقْدَمَ أُمَّتِي سَلْمًا. وَأَكْثَرَهُمْ عِلْمًا، وَأَعْظَمَهُمْ حِلْمًا."[2]

"فاطمہ! کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ میں تمہاری شادی اس شخص سے کر رہا ہوں جو میری امت میں سب سے پہلا مسلمان، سب سے زیادہ علم والا، اور سب سے عظیم حلم والا ہے۔"

اس حدیث شریف میں نبی ﷺ نے بیان فرمایا کہ حضرتِ علی رضی اللہ عنہ سارے صحابہ میں سے زیادہ علم والے تھے۔

۴۔ یہود کی زبان سیکھنے کی خاطر زید رضی اللہ عنہ کا انتخاب:

حضرات ائمہ احمد، ابوداود اور ترمذی رحمہم اللہ تعالیٰ نے حضرت زید رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ:

---

[1] فتح الباري ۷ / ۱۰۲؛ نیز ملاحظہ ہو: عمدة القاري ۱٦ / ۲٤٦.

[2] منقول از: مجمع الزوائد، باب مناقب علي بن أبي طالب رضي الله عنه، باب إسلامه رضي الله عنه، ۹ / ۱۰۱، باختصار. حافظ ہیثمی نے اس حدیث کے بارے میں لکھا ہے: "اس کو احمد اور طبرانی نے روایت کیا ہے۔ اس میں [ایک راوی] خالد بن طہمان ہے جس کی ابوحاتم وغیرہ نے توثیق کی ہے، اور باقی روایت کرنے والے [ثقہ] ہیں۔ (المرجع السابق ۹ / ۱۰۱).

"أَنَّهُ لَمَّا قَدِمَ النَّبِيُّ ﷺ الْمَدِينَةَ، قَالَ زَيْدٌ رضي الله عنه: "ذُهِبَ بِي إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَأُعْجِبَ بِي، فَقَالُوا: "يَا رَسُولَ اللّٰهِ! هٰذَا غُلَامٌ مِنْ بَنِي النَّجَّارِ، مَعَهُ مِمَّا أَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ بِضْعَ عَشَرَةَ سُورَةً".

فَأَعْجَبَ ذٰلِكَ النَّبِيَّ ﷺ، وَقَالَ: "يَا زَيْدُ! تَعَلَّمْ لِي كِتَابَ يَهُودٍ، فَإِنِّي وَاللّٰهِ! مَا آمَنُ يَهُودَ عَلَى كِتَابِي".

قَالَ زَيْدٌ رضي الله عنه: "فَتَعَلَّمْتُ لَهُ كِتَابَهُمْ، مَا مَرَّتْ بِي خَمْسَ عَشَرَةَ لَيْلَةً حَتَّى حَذَقْتُهُ".

وَكُنْتُ أَقْرَأُ لَهُ كُتُبَهُمْ إِذَا كَتَبُوا إِلَيْهِ، وَأُجِيبُ عَنْهُ إِذَا كَتَبَ."[1]

''زید رضی اللہ عنہ نے بیان کیا: ''جب نبی ﷺ مدینہ تشریف لائے، تو مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لایا گیا۔ آپ مجھے دیکھ کر خوش ہوئے، تو انہوں[2] نے عرض کیا: ''یارسول اللہ ﷺ! یہ بنو نجار کا بچہ ہے، اس کو اللہ تعالیٰ نے آپ پر جو نازل فرمایا ہے، اس میں سے دس سے زیادہ سورتیں یاد ہیں۔''

نبی کریم ﷺ یہ سن کر خوش ہوئے، اور آپ نے فرمایا: اے زید! میرے لیے یہود کی تحریر سیکھ لو، مجھے تحریر کے بارے میں یہود پر اعتماد نہیں۔''

زید رضی اللہ عنہ نے بیان کیا! ''میں نے یہود کی تحریر سیکھنا شروع کی۔ پندرہ دن گزرنے سے پہلے میں نے اس کو اچھی طرح سیکھ لیا۔''

جب وہ آنحضرت ﷺ کو خطوط ارسال کرتے، تو میں آپ کو پڑھ کر سناتا، اور جب آپ ﷺ نے مکتوب ارسال فرمانا ہوتا، تو میں ان کو جواب تحریر کر کے ارسال کرتا۔''

اس حدیث شریف کے مطابق آنحضرت ﷺ نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو یہود کی زبان سیکھنے

---

[1] المسند، رقم الحديث ۲۱۱۰۸، ۳۵ / ۴۹۰ (ط: مؤسسة الرسالة)؛ وسنن أبي داود، كتاب العلم، باب رواية أهل الكتاب، رقم الحديث ۳۶۴۰، ۱۰/۵۶؛ وجامع الترمذي، أبواب الاستئذان والآداب، باب في تعليم السريانية، رقم الحديث ۲۸۵۸، ۷/۴۱۲ ـ ۴۱۴. الفاظ حدیث المسند کے ہیں۔ امام ترمذی نے اس کو [حسن صحیح] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: المرجع السابق ۷/۴۱۳)؛ شیخ ارناؤوط اور ان کے رفقاء نے المسند کی [اسناد کو حسن] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: هامش المسند ۳۵ / ۴۹۰)؛ شیخ البانی نے اس کو [حسن صحیح] کہا ہے۔ (ملاحظہ ہو: صحيح سنن أبي داود ۲/۶۹۵؛ وصحيح سنن الترمذي ۲ / ۳۴۹).

[2] (انہوں نے) حضرت زید رضی اللہ عنہ کو نبی کریم ﷺ کی خدمت میں لے جانے والوں نے۔

کے لیے چنا اور آپ ﷺ کا انتخاب انتہائی برمحل تھا کہ انہوں نے پندرہ دن میں خوب اچھی طرح ان کی زبان سیکھ لی۔

حدیث شریف کے دیگر فوائد:

۱ آنحضرت ﷺ نے حضرت زید رضی اللہ عنہ کو ان کے نام کے ساتھ پکارا۔ مخلوق کے عظیم ترین معلم ﷺ کی زبانِ اطہر سے اپنے لیے ندائے مبارک سن کر زید رضی اللہ عنہ کی خوشی و مسرت کو یا وہ جانیں یا ان کا رب تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ قلم اس کی تعبیر سے قاصر ہے۔[1]

۲ آپ ﷺ نے زید رضی اللہ عنہ کو دیے گئے حکم کی علت کو بیان فرمایا کہ مجھے اپنی تحریر کے سلسلے میں یہود پر اعتماد نہیں۔ علامہ مبارک پوری رحمہ اللہ تعالیٰ شرح حدیث میں تحریر کرتے ہیں:

"[وَقَالَ] أَيِ النَّبِيُّ ﷺ فِي تَعْلِيلِ الْأَمْرِ عَلَى وَجْهِ الْإِسْتِئْنَافِ الْمُبِيْنِ."[2]

''یعنی نبی ﷺ نے حکم کی علت ذکر فرماتے ہوئے نیا جملہ بیان کی خاطر ارشاد فرمایا۔''

بلاشبہ یہ اسلوب تعمیل حکم میں جوش و خروش میں اضافہ کا سبب بنتا ہے۔

خلاصہ گفتگو یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ اپنے طلبہ کی صلاحیتوں سے خوب آگاہ تھے، اور ان کی صلاحیتوں کے مطابق ان میں سے ہر ایک کے ساتھ معاملہ فرماتے تھے۔

---

[1] اس بارے میں تفصیل کتاب ہذا کے صفحات ۹۲۔۱۰۱ پر ملاحظہ ہو۔
[2] تحفة الأحوذي ٧ / ٤١٣.

(41)

طلبہ کے حالات کو پیشِ نظر رکھنا

دورانِ تعلیم ہمارے نبی کریم ﷺ اپنے شاگردوں کے حالات اور کیفیات کو پیشِ نظر رکھنے کا شدید اہتمام فرماتے تھے۔ سیرت طیبہ کے متعدد گوشوں اور پہلوؤں سے یہ اہتمام واضح طور پر نظر آتا ہے۔ توفیق الٰہی سے ذیل میں اس بارے میں چند ایک زاویوں کا ذکر کیا جا رہا ہے:

ا۔ نئے طلبہ سے ان کے بارے میں پوچھنا:

آنحضرت ﷺ نئے آنے والے اجنبی شاگردوں سے پوچھا کرتے کہ وہ کون ہیں؟ اسی قسم کے واقعات میں سے ایک واقعہ امام بخاری اور امام مسلم رحمہما اللہ تعالیٰ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے بیان کیا:

" إِنَّ وَفْدَ عَبْدِ الْقَيْسِ لَمَّا أَتَوُا النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: " مَنِ الْقَوْمُ ـ أَوْ مَنِ الْوَفْدُ ـ؟ "
قَالُوْا: " رَبِيْعَةُ ".
قَالَ: " مَرْحَبًا بِالْقَوْمِ أَوْ بِالْوَفْدِ غَيْرَ خَزَايَا وَلَا نَدَامَى ...... الحديث."[1]

"جب عبدالقیس کا وفد نبی ﷺ کے پاس آیا، تو آپ نے دریافت فرمایا: "کون سی قوم کے یہ لوگ ہیں۔ یا۔ آپ ﷺ نے پوچھا: یہ وفد کہاں کا ہے؟"
انہوں نے عرض کیا: "ربیعہ [قبیلہ کے لوگ ہیں۔]"
آپ ﷺ نے فرمایا: "قوم کو خوش آمدید جو کہ نہ ذلیل ہونے والے ہیں اور نہ ہی شرمندہ ہونے والے۔"

امام ابن ابی جمرہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے شرح حدیث میں تحریر کیا ہے:

" فِي هٰذَا مِنَ الْفِقْهِ أَنْ يُنَزَّلَ كُلُّ إِنْسَانٍ مَنْزِلَتَهُ ، لِأَنَّ سُؤَالَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِنَّمَا كَانَ لِأَجْلِ هٰذَا الْمَعْنَى ، لِأَنَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَدْ نَصَّ عَلَى ذٰلِكَ فِي غَيْرِ هٰذَا

---

[1] متفق عليه: صحيح البخاري ، كتاب الإيمان ، باب أداء الخمس من الإيمان ، جزء من رقم الحديث ٥٣ ، ١ / ١٢٩ ؛ وصحيح مسلم ، كتاب الإيمان ، باب الأمر بالإيمان بالله تعالى......، جزء من رقم الحديث ٢٤ (١٧) ، ١ / ٤٧ . الفاظ حدیث صحیح البخاری کے ہیں۔

الْحَدِيثِ حَيْثُ قَالَ: " أَنْزِلُوا النَّاسَ مَنَازِلَهُمْ ".[1] فَمَا نَصَّ عَلَيْهِ فِي هٰذَا الْحَدِيثِ فَعَله فِيمَا نَحْنُ بِسَبِيلِه ، فَإِذَا لَمْ يَعْرِفِ الإِنْسَانُ الْقَادِمَ عَلَيْهِ ، لَمْ يَتَأَتَّ لَهُ أَنْ يُنْزِلَهُ مَنْزِلَتَهُ. "[2]

''اس میں فقہ یہ ہے کہ ہر شخص کے ساتھ اس کی حیثیت کے مطابق معاملہ کیا جائے۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ نے اسی مقصد کی غرض سے دریافت فرمایا۔ ایک دوسری حدیث میں آپ ﷺ نے خود ارشاد فرمایا: ''لوگوں کے ساتھ ان کی حیثیت کے مطابق معاملہ کرو۔'' زیر بحث حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے فرمان کی عملی صورت پیش فرمائی۔ کیونکہ اگر انسان آنے والے کو جانتا ہی نہ ہو تو اس کے ساتھ اس کی حیثیت کے مطابق معاملہ کس طرح کرے گا؟''

اور لوگوں کے ساتھ حیثیت کے مطابق معاملہ میں یہ بات بھی شامل ہے کہ دورانِ تعلیم طلبہ کے عقلی معیار کو پیش نظر رکھا جائے۔

۲۔ وعظ و تعلیم میں شاگردوں کا خیال رکھنا:

آنحضرت ﷺ سے حضرات صحابہ کی محبت بے مثال تھی۔ آپ ﷺ کی صحبت اور ارشادات عالیہ سے فیض یابی کے لیے ان کی تڑپ ایک مسلمہ حقیقت ہے۔ علاوہ ازیں ان کے تزکیہ اور تعلیم و تربیت کے لیے آنحضرت ﷺ کا شوق بھی عدیم النظیر تھا۔ لیکن اس سب کچھ کے باوجود آپ ﷺ نہ تو ہر وقت انہیں وعظ و نصیحت فرماتے رہتے اور نہ ہی ہمہ وقت تعلیم دیتے رہتے، بلکہ ان کے حالات و کیفیات کو پیش نظر رکھتے۔ اس پر دلالت کرنے والی باتوں میں سے ایک حدیث امام بخاری اور امام مسلم رحمہما اللہ تعالیٰ نے شقیق ابی وائل سے روایت کی ہے کہ انہوں نے بیان کیا:

"كَانَ عَبْدُ اللّٰهِ رضی اللہ عنہ يُذَكِّرُنَا كُلَّ يَوْمِ خَمِيسٍ ، فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ: " يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ! إِنَّا نُحِبُّ حَدِيثَكَ وَنَشْتَهِيهِ وَلَوَدِدْنَا أَنَّكَ حَدَّثْتَنَا كُلَّ يَوْمٍ ".

فَقَالَ: " مَا يَمْنَعُنِي أَنْ أُحَدِّثَكُمْ إِلَّا كَرَاهِيَةُ أَنْ أُمِلَّكُمْ. إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يَتَخَوَّلُنَا بِالْمَوْعِظَةِ فِي الْأَيَّامِ كَرَاهِيَةَ السَّآمَةِ عَلَيْنَا. "[3]

---

[1] ملاحظہ ہو: صحيح المسلم، المقدمة، ۱/ ۶۰. [2] بهجة النفوس ۱ / ۹۴.

[3] متفق عليه: صحيح البخاري ، كتاب العلم ، باب من جعل لأهل العلم أيامًا معلومة ، رقم الحديث ۷۰ ، ۱ / ۱۶۳ ؛ وصحيح مسلم ، كتاب صفات المنافقين وأحكامهم ، باب الاقتصاد في الموعظة ، رقم الحديث ۸۳ (۲۸۲۱) ، ۴ / ۲۱۷۳ ؛ الفاظ حدیث صحیح مسلم کے ہیں۔

''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہمیں ہر جمعرات کو نصیحت فرمایا کرتے تھے۔ ان سے ایک شخص نے عرض کیا: ''یا ابا عبدالرحمٰن! ہم آپ کی گفتگو کو پسند کرتے ہیں اور ہم اس کی خواہش رکھتے ہیں، ہم چاہتے ہیں کہ آپ ہمیں ہر روز وعظ فرمائیں۔''

انہوں نے جواب دیا: ''مجھے تمہیں [روزانہ] وعظ کرنے میں کوئی چیز مانع نہیں مگر تمہارے لیے اکتاہٹ کا سبب بننے کو ناپسند کرتا ہوں۔ رسول اللہ ﷺ اس خیال سے کہ ہم اکتا نہ جائیں، وعظ کے لیے دنوں میں ہمارے حالات کا خیال فرماتے تھے۔''

امام خطابی رحمہ اللہ تعالیٰ شرح حدیث میں تحریر کرتے ہیں:

" اَلْمُرَادُ أَنَّهُ كَانَ يُرَاعِي الْأَوْقَاتَ فِيْ تَعْلِيْمِهِمْ وَوَعْظِهِمْ ، وَلَا يَفْعَلُهُ كُلَّ يَوْمٍ خَشْيَةَ الْمِلَلِ ، وَالتَّخَوُّلِ بِالْعَهْدِ." [1]

''مراد یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ وعظ و تعلیم میں ان کے اوقات کا خیال فرماتے، ان کی اکتاہٹ کے خدشہ اور ان کے احوال کو پیش نظر رکھتے ہوئے ہر روز وعظ نہ کرتے۔''

علامہ طیبی رحمہ اللہ تعالیٰ رقم طراز ہیں:

" اَلْمَعْنَى أَنَّهُ كَانَ يَتَفَقَّدُ بِالْمَوْعِظَةِ فِيْ مَظَانِّ الْقَبُوْلِ ، وَلَا يُكْثِرُ عَلَيْنَا لِئَلَّا نَسْأَمَ" [2]

''معنی یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نصیحت کے لیے ایسے مواقع کی جستجو فرماتے، جن میں قبولیت کی توقع ہوتی اور ہماری اکتاہٹ کے خوف کے پیش نظر زیادہ وعظ نہ فرماتے۔''

امام بخاری نے اپنی کتاب صحیح بخاری میں اس حدیث کو تین مقامات پر درج ذیل عناوین کے ساتھ روایت کیا ہے:

۱۔[بَابُ مَا كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَتَخَوَّلُهُمْ بِالْمَوْعِظَةِ وَالْعِلْمِ كَيْ لَا يَنْفِرُوْا]. [3]

[اس بارے میں باب کہ نبی ﷺ کا نصیحت و تعلیم میں ان [صحابہ] کا خیال رکھنا تا کہ وہ بیزار نہ ہو جائیں۔]

۲۔[بَابُ مَنْ جَعَلَ لِأَهْلِ الْعِلْمِ أَيَّامًا مَعْلُوْمَةً]. [4]

[کسی کے اہل علم کے لیے دن مقرر کرنے کے متعلق باب]

۳۔[بَابُ الْمَوْعِظَةِ سَاعَةً بَعْدَ سَاعَةٍ]. [5]

---

[1] منقول از: فتح الباري ۱۱ / ۳۲۸.
[2] شرح الطيبي ۲/۶۶۷.
[3] صحيح البخاري ، كتاب العلم، ۱/ ۱۶۲.
[4] المرجع السابق، كتاب العلم، ۱/ ۱۶۳.
[5] المرجع السابق ، كتاب الدعوات، ۱۱/ ۳۲۸.

[وقفہ کے ساتھ وعظ و نصیحت کرنا]

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ نے حدیث شریف کی شرح بیان کرتے ہوئے تحریر کیا ہے:

"وَفِيهِ رِفْقُ النَّبِيِّ ﷺ بِأَصْحَابِهِ ، وَحُسْنِ التَّوَصُّلِ إِلَى تَعْلِيمِهِمْ ، وَتَفْهِيمِهِمْ لِيَأْخُذُوا عَنْهُ بِنَشَاطٍ لَا عَنْ ضَجَرٍ وَلَا مَلَلٍ ، وَيُقْتَدَى بِهِ فِي ذٰلِكَ ، فَإِنَّ التَّعْلِيمَ بِالتَّدْرِيجِ أَخَفُّ مَؤُونَةً ، وَأَدْعَى إِلَى الثُّبَاتِ مَنْ اَخْذِهِ بِالْكَد وَالْمُغَالَبَةِ."[1]

"اس سے نبی ﷺ کی صحابہ کے ساتھ شفقت اور اچھے طریقے سے انہیں تعلیم دینا اور سمجھانا [ثابت ہوتا] ہے تاکہ وہ بیزاری اور اکتاہٹ کی بجائے شوق و ذوق سے سیکھیں اور اسی طریقے کو تعلیم میں اپنایا جائے۔ کیونکہ کبیدہ خاطر اور مجبور کر کے دی گئی تعلیم کے مقابلے میں تدریجی تعلیم کا بوجھ نسبتاً خفیف اور پختگی زیادہ ہوتی ہے۔"

۳۔ بعض باتیں مخصوص طلبہ کو بتلانا:

ہمارے نبی کریم ﷺ کا احوالِ طلبہ کو ملحوظِ خاطر رکھنا اس بات سے بھی آشکارا ہوتا ہے کہ آپ ﷺ ہر بات ہر شاگرد سے بیان نہ فرماتے۔ بلکہ بعض باتیں صرف مخصوص طلبہ کو بتلاتے۔ اس حقیقت کے شواہد میں سے ایک حدیث امام بخاری اور امام مسلم رحمہما اللہ تعالیٰ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ:

" أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ، وَمُعَاذٌ رضي الله عنه رَدِيفُهُ عَلَى الرَّحْلِ، قَالَ : "يَا مُعَاذُ بْنَ جَبَلٍ!".

قَالَ : " لَبَّيْكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ! ﷺ وَسَعْدَيْكَ ".

قَالَ : " يَا مُعَاذُ! ".

قَالَ : " لَبَّيْكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ! ﷺ وَسَعْدَيْكَ (ثَلَاثًا) ".

قَالَ : " مَا مِنْ أَحَدٍ يَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا ﷺ رَسُولُ اللّٰهِ صِدْقًا مِنْ قَلْبِهِ إِلَّا حَرَّمَهُ اللّٰهُ عَلَى النَّارِ ".

قَالَ : " يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَفَلَا أُخْبِرُ بِهِ النَّاسَ ، فَيَسْتَبْشِرُوا؟ ".

قَالَ : " إِذًا يَتَّكِلُوا ".

---

[1] فتح الباري ۱۱ / ۳۲۸.

وَأَخْبَرَ بِهَا مُعَاذٌ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عِنْدَ مَوْتِهِ تَأَثُّمًا۔"[1]

"بے شک [ایک دفعہ] معاذ رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کے پیچھے سواری پر تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:"
اے معاذ بن جبل......رضی اللہ عنہ!......"
انہوں نے عرض کیا: "میں حاضر ہوں میں حاضر ہوں یا رسول اللہ ﷺ۔ اور میری حاضری میں میری خوش بختی ہے۔ میری حاضری میں میری خوش بختی ہے۔"
آپ ﷺ نے فرمایا: "اے معاذ رضی اللہ عنہ!"
انہوں نے عرض کیا: "میں حاضر ہوں میں حاضر ہوں یا رسول اللہ ﷺ! میری حاضری میں میری خوش بختی ہے، میری حاضری میں میری خوش بختی ہے۔"
(آپ ﷺ نے تین مرتبہ مخاطب فرمایا اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے تین مرتبہ جواب دیا۔)
آپ ﷺ نے فرمایا: "جو شخص سچے دل سے یہ گواہی دے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یقیناً محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں، تو اللہ تعالیٰ اس کو [جہنم کی] آگ پر حرام کر دیتا ہے۔"
انہوں نے عرض کیا: "یا رسول اللہ ﷺ! کیا میں اس کی خبر لوگوں کو نہ دے دوں تا کہ وہ خوش ہو جائیں؟"
آپ ﷺ نے فرمایا: "تب تو وہ بھروسا کر بیٹھیں گے۔"[2]
انہوں [معاذ رضی اللہ عنہ] نے [حدیث چھپانے کے] گناہ سے ڈرتے ہوئے اپنی موت کے وقت اس کو بیان فرمایا۔"

اس حدیث شریف سے یہ بات واضح ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرتِ معاذ رضی اللہ عنہ کو ایسی بات بتلائی، جس کی دوسرے لوگوں کو خبر دینے کی انہیں اجازت نہ دی۔ اس میں کیا حکمت تھی؟ امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے حدیث شریف کے عنوان میں اس کا جواب دیتے ہوئے تحریر کیا ہے:

[بَابُ مَنْ خَصَّ بِالْعِلْمِ قَوْمًا دُوْنَ قَوْمٍ كَرَاهِيَةَ أَنْ لَا يَفْهَمُوْا].[3]

"[اس بارے میں باب کہ علم کی باتیں سب کے نہ سمجھ سکنے کے اندیشہ کی وجہ سے بعض لوگوں کو

---

[1] متفق عليه: صحيح البخاري، كتاب العلم، باب من خصّ بالعلم قومًا دون قوم كراهية أن لا يفهموا، رقم الحديث ۱۲۸، ۱/ ۲۲۶؛ وصحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب الدليل على أن من مات على التوحيد دخل الجنة قطعًا، رقم الحديث ۵۳ (۳۲)، ۱/ ۶۱. الفاظ حدیث صحیح البخاري کے ہیں۔

[2] یعنی یہ بشارت سن کر اسی پر بھروسہ کر کے بیٹھ جائیں گے اور نیک اعمال چھوڑ دیں گے۔

[3] صحيح البخاري، كتاب العلم، ۱/ ۲۲۵.

بتلانا اور بعض کو نہ بتلانا]"

علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے شرح حدیث میں تحریر کیا ہے:

" فِيهِ أَنَّهُ يَجِبُ أَنْ يُخَصَّ بِالْعِلْمِ قَوْمٌ فِيهِمُ الضَّبْطُ وَصِحَّةُ الْفَهْمِ ، وَلَا يُبْذَلُ الْمَعْنَى اللَّطِيفُ لِمَنْ لَا يَسْتَأْهِلُهُ من الطَّلَبَةِ ، وَمَنْ يَّخَافُ عَلَيْهِ التَّرَخُّصَ ، وَالِاتِّكَالَ لِتَقْصِيرِ فَهْمِهِ. "[1]

"اس [حدیث] سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بات ضروری ہے کہ اہل ضبط اور صحیح فہم والوں ہی کو علم کے لیے مخصوص کیا جائے۔ نااہل شاگردوں، رخصتیں ڈھونڈنے کی جستجو میں لگے رہنے والوں اور اپنی کم فہمی کی بنا پر بھروسا کرنے والوں کے روبرو لطیف معانی بیان نہ کیے جائیں۔"

حدیث شریف میں دیگر فوائد:

اس حدیث شریف میں موجود دیگر متعدد فوائد میں سے تین درج ذیل ہیں:

۱۔ آنحضرت ﷺ کا راستے میں تعلیم دینا۔

۲۔ اپنے شاگرد کو اس کے نام کے ساتھ مخاطب کرنا۔

۳۔ تعلیم سے پیشتر شاگرد کو مکمل طور پر متوجہ کرنے کی غرض سے تین دفعہ پکارنا۔[2]

۴۔ گوناگوں وصیتیں:

ہمارے نبی کریم ﷺ کے طلبہ کے حالات کو پیش نظر رکھنے کے دلائل میں سے ایک بات یہ ہے کہ آپ کی وصیتوں اور نصیحتوں میں گلہائے رنگ رنگ کی طرح تنوع پایا جاتا ہے۔ مختلف اشخاص کو پند و نصیحت فرماتے ہوئے آپ ﷺ ان کی استعداد اور صلاحیت کو ملحوظ رکھتے اور ہر شخص کو اسی بات کی نصیحت فرماتے، جو اس کے لیے مفید ترین ہوتی۔

اس بات کی ایک دلیل وہ حدیث ہے جس کو امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے بیان فرمایا:

"أَوْصَانِي خَلِيلِي بِثَلَاثٍ لَا أَدَعُهُنَّ حَتَّى أَمُوتَ: صَوْمِ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ، وَصَلَاةِ الضُّحَى، وَنَوْمٍ عَلَى وِتْرٍ."[3]

---

[1] عمدة القاري ۲/ ۲۰۸.

[2] اس بارے میں تفصیل کتاب ھذا کے صفحات ۹۲۔۱۰۱ پر ملاحظہ ہو۔

[3] صحيح البخاري، كتاب التهجد، باب صلاة الضحى في الحضر، رقم الحديث ۱۱۷۸، ۳/ ۵۶.

''میرے خلیل ﷺ نے مجھے تین باتوں کی وصیت فرمائی، میں انہیں موت تک نہ چھوڑوں گا۔ ہر ماہ میں تین روزے، نماز چاشت اور وتر پڑھ کر سونا۔''

اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے امام ابن ابی جمرہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ سوال اٹھایا ہے کہ ''نبی ﷺ نے دوسرے صحابہ کی بجائے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو کیوں خصوصی طور پر ان باتوں کی وصیت فرمائی؟''

پھر انہوں نے خود ہی اس سوال کا جواب دیا ہے۔ وہ تحریر کرتے ہیں:

قَدْ كَانَ عَلَيْهِ السَّلاَمُ يُوصِي لِكُلِّ شَخْصٍ بِحَسْبِ مَا يَقْتَضِيهِ حَالُه ، وَمَا هُوَ الْأَقْرَبُ فِي حَقِّهِ ، كَمَا أَوْصَى لِغَيْرِ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ حِينَ سَأَلَهُ فِي الْوَصِيَّةِ: "بِبِرِّ الْوَالِدَيْنِ "، وَكَمَا قَالَ لِلْآخَرِ أَيْضًا حِينَ سَأَلَهُ فِي الْوَصِيَّةِ: " صَلِّ صَلاَةَ مُوَدِّعٍ وَاقْطَعِ الْإِيَاسَ مِمَّا فِي أَيْدِي النَّاسِ " ، وَكَمَا قَالَ فِي عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا : " نِعْمَ الرَّجُلُ لَوْ كَانَ يَقُومُ اللَّيْلَ " إِلَى غَيْرِ ذٰلِكَ. فَخَصَّ أَبَا هُرَيْرَةَ بِهٰذِهِ الْوَصِيَّةِ كَذٰلِكَ ، لِأَنَّ ذٰلِكَ هُوَ الَّذِي يَقْتَضِيهِ حَالُهُ ، لِأَنَّهُ كَانَ مُنْقَطِعًا لِلتَّعَبُّدِ ، وَمَا أَوْصَاهُ هُوَ شِعَارُ الْعُبَّادِ أَبَدًا ، فَأَوْصَاهُ بِمَا كَانَ مِنْ جِنْسِ شِعَارِ التَّعَبُّدِ بِأَقَلِّ مَا يُمْكِنُ مِنْهُ ، لِئَلَّا يَلْتَزِمَ كُلَّ مَا يُؤْمَرُ بِهِ ، وَقَدْ يَكُونُ عَلَيْهِ ذٰلِكَ مَشَقَّةً ، وَلَوْ أَوْصَاهُ بِأَكْثَرَ لَالْتَزَمَ ، ذٰلِكَ ، وَوَاظَبَ عَلَيْهِ كَمَا الْتَزَمَ بِهٰذِهِ الْوَصِيَّةِ.

فَبَيَّنَ لَهُ عَلَيْهِ السَّلاَمُ بِتِلْكَ الْوَصِيَّةِ أَيَّ جِنْسٍ مِنَ الْأَعْمَالِ هُوَ أَقْرَبُ فِي حَقِّهِ ، وَتَرَكَه يَفْعَلُ بِحَسْبِ هِمَّتِهِ وَمَقْدُرَتِهِ ، لِأَنَّهُ حَدَّلَهُ الطَّرَفَ الْوَاحِدَ الَّذِي هُوَ الْأَقَلُّ ، وَسَكَتَ عَنِ الآخَرِ الَّذِي هُوَ الْأَكْثَرُ. وَذٰلِكَ أَنَّ أَفْعَالَ الْبِرِّ لَا يَسْتَوِي فِيهَا النَّاسُ ، فَرُبَّ شَخْصٍ يَكُونُ الْإِنْقِطَاعُ إِلَى التَّعَبُّدِ بِهِ أَوْلَى ، وَآخَرُ تَكُونُ مُجَالَسَةُ الْعُلَمَاءِ وَالدَّرْسُ وَالْقِرَاءَةُ وَالنَّظَرُ بِهِ أَوْلىٰ ، وَآخَرُ فَيَكُونُ السَّفَرُ وَالْجِهَادُ لَهُ أَوْلىٰ الىٰ غَيْرِ ذٰلِكَ. وَلَا يُنْظَرُ إِلَى فَضِيلَةِ الْأَعْمَالِ مِنْ حَيْثُ هِيَ ، وَإِنَّمَا يُنْظَرُ إِلَى الْفَاعِلِ ، لِأَنَّهُ عَلَيْهِ السَّلاَمُ لَمْ يَكُنْ لِيَقْتَصِرَ عَلَى فِعْلٍ وَاحِدٍ ، فَيُوصِيَ بِهِ النَّاسَ عَنْ آخِرِهِمْ ، وَإِنَّمَا يَخْتَارُ لِكُلِّ شَخْصٍ مَا فِيهِ أَهْلِيَّةٌ إِلَيْهِ.[1]

---

[1] بهجة النفوس ۲ / ۲۰۱ ـ ۲۰۲ باختصار.

"آنحضرت ﷺ ہر شخص کو اس کے حسب حال ایسی بات کی وصیت فرماتے، جس کا تعلق اس کے ساتھ سب سے زیادہ ہوتا۔ مثال کے طور پر ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے علاوہ ایک اور شخص نے وصیت کی درخواست کی، تو اس کو [والدین کے ساتھ حسن سلوک] کی وصیت فرمائی۔ ایک اور شخص کی فرمائش وصیت پر فرمایا [دنیا کو الوداع کر کے جانے والے شخص کی نماز ایسی نماز پڑھو اور جو کچھ لوگوں کے ہاتھوں میں ہے اس کے بارے میں امید ختم کر دو] اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے متعلق فرمایا: [وہ اچھا آدمی ہے! اگر وہ رات کو قیام کرے] اور اسی طرح لوگوں کو ان کے حالات کے مطابق وصیتیں فرمائیں۔"

آنحضرت ﷺ نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو خصوصی طور پر یہی وصیت فرمائی کیونکہ ان کے حالات اسی کا تقاضا کرتے تھے۔ وہ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر عبادت کے لیے وقف ہو چکے تھے۔ آپ ﷺ نے انہیں جن باتوں کی وصیت فرمائی، وہ ہمیشہ سے عبادت گزاروں کا امتیازی نشان رہی ہیں۔ آپ ﷺ نے انہیں اس سلسلے میں ممکنہ حد تک قلیل ترین چیزوں کی وصیت فرمائی، کیونکہ اگر آپ اس سے زیادہ کی بھی وصیت فرماتے، تو وہ اس سے چمٹ جاتے اور ویسے ہی اس پر مداوت کرتے، جیسی کہ انہوں نے اس وصیت پر کی اور اس طرح شاید انہیں مشقت پیش آتی۔

آنحضرت ﷺ نے اس وصیت کے ذریعے انہیں کچھ ایسے اعمال بتلا دیے، جو ان کے لیے مناسب ترین تھے اور باقی کا معاملہ ان پر چھوڑ دیا، کہ وہ بقدر ہمت جتنے چاہیں کریں۔ ان اعمال کی ادنیٰ حد مقرر فرما دی اور اعلیٰ حد سے خاموشی اختیار فرمائی۔ بات یہ ہے کہ نیکی کے اعمال میں لوگ برابر نہیں ہوتے۔ بعض کے لیے عبادت کی غرض سے انقطاع بہترین ہوتا ہے اور بعض کے لیے صحبت علماء اور پڑھنا پڑھانا، کچھ دوسروں کے لیے سفر و جہاد بہترین ہے۔ اس سلسلے میں تنہا اعمال کی فضیلت کو نہیں دیکھا جاتا، بلکہ کرنے والے شخص کو بھی پیش نظر رکھا جاتا ہے۔ آنحضرت ﷺ تمام لوگوں کو ایک ہی بات کی وصیت نہیں فرمایا کرتے تھے، بلکہ ہر شخص کو اس کی استعداد کے مطابق وصیت فرماتے تھے۔

۵۔ تعلیم میں تنوع:

نبی کریم ﷺ کی خدمت میں وفود حاضر ہوتے رہتے تھے۔ تعلیم دیتے وقت آپ ﷺ ان کے حالات اور ضروریات کو ملحوظ خاطر رکھتے۔ سیرت طیبہ سے متعدد شواہد اس حقیقت کو واضح کرتے ہیں۔ ایسے ہی

شواہد میں سے دو درج ذیل ہیں:

ا: آنحضرت ﷺ کی خدمت میں وفد عبدالقیس حاضر ہوا، تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کے مطابق آپ ﷺ نے ان سے فرمایا:

"وَأَنْ تُؤَدُّوا إِلَيَّ خُمسَ مَا غَنِمْتُم."[1]

"تمہیں جو غنیمت حاصل ہو، اس کا پانچواں حصہ مجھے ادا کرنا۔"

ب: حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، تو آپ نے ان سے جو عہد لیا، وہ خود جریر رضی اللہ عنہ کے الفاظ میں یوں تھا:

"بَايَعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ عَلَى إِقَامِ الصَّلَاةِ، وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ، وَالنُّصحِ لِكُلِّ مُسْلِمٍ."[2]

"میں نے رسول اللہ ﷺ کی نماز قائم کرنے، زکاۃ ادا کرنے اور ہر مسلمان کی خیر خواہی کرنے پر بیعت کی۔"

حدیث کی شرح کرتے ہوئے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ رقم طراز ہیں:

"وَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ أَوَّلَ مَا يَشْتَرِطُ بَعْدَ التَّوحِيدِ إِقَامَةَ الصَّلَاةِ لِأَنَّهَا رَأْسُ الْعِبَادَاتِ الْبَدَنِيَّةِ، ثُمَّ أَدَاءَ الزَّكَاةِ لِأَنَّهَا رَأْسُ الْعِبَادَاتِ الْمَالِيَّةِ، ثُمَّ يُعَلِّمُ كُلَّ قَوْمٍ مَا حَاجَتُهُمْ إِلَيْهِ أَمَسُّ، فَبَايَعَ جَرِيرًا رضي الله عنه عَلَى النَّصِيحَةِ لِأَنَّهُ كَانَ سَيِّدَ قَوْمِهِ فَأَرْشَدَهُ إِلَى تَعْلِيمِهِمْ بِأَمْرِهِ بِالنَّصِيحَةِ لَهُمْ، وَبَايَعَ وَفْدَ عَبْدِ الْقَيْسِ عَلَى أَدَاءِ الْخُمُسِ لِأَنَّهُمْ كَانُوا أَهْلَ مُحَارَبَةٍ مَعَ مَنْ يَلِيهِمْ مِنْ كُفَّارِ مُضَرَ."[3]

"نبی ﷺ توحید کے بعد نماز قائم کرنے کی شرط ٹھہراتے، کیونکہ وہ بدنی عبادات کی اصل ہے۔ پھر زکاۃ کی ادائیگی کی، کہ وہ مالی عبادات کی اساس ہے۔ پھر ہر قوم کو اسی بات کی تعلیم دیتے، جس کی انہیں شدید ضرورت ہوتی آپ ﷺ نے جریر رضی اللہ عنہ سے [ہر مسلمان کی] خیر خواہی کی بیعت لی، کیونکہ وہ اپنی قوم کے سردار تھے، آپ ﷺ نے ان کی خیر خواہی کا حکم دے کر جریر رضی اللہ عنہ کو انہیں تعلیم دینے کی طرف توجہ دلائی اور آپ ﷺ نے وفد عبدالقیس سے غنیمت کے پانچویں

---

[1] صحيح البخاري، كتاب مواقيت الصلاة، باب ﴿ مُنِيبِينَ إِلَيْهِ وَاتَّقُوهُ وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُشْرِكِينَ ﴾، جزء من رقم الحديث ٥٢٣، ٢/ ٧.

[2] المرجع السابق، باب البيعة على إقام الصلاة، رقم الحديث ٥٢٤، ٢/ ٧.

[3] فتح الباري ٢/ ٧.

حصہ کی ادائیگی کی بیعت لی، کیونکہ وہ اپنے پڑوس والے کافر قبیلہ بنومضر سے برسرِ پیکار تھے۔''

۶۔ معاملہ میں تنوع:

آنحضرت ﷺ صحابہ کرام کے ساتھ معاملہ فرماتے ہوئے ان کے حالات کو پیش نظر رکھتے تھے۔ توفیق الٰہی سے اس حقیقت کی وضاحت کی غرض سے دو واقعات پیش کیے جارہے ہیں:

ا۔ حدیث انس رضی اللہ عنہ:

امام بخاری اور امام مسلم رحمہما اللہ تعالیٰ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ:

" أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ أُتِيَ بِلَبَنٍ قَدْ شِيْبَ بِمَاءٍ، وَعَنْ يَمِيْنِهِ أَعْرَابِيٌّ وَعَنْ شِمَالِهِ أَبُوْبَكْرٍ رضي الله عنه، فَشَرِبَ ثُمَّ أَعْطَى الْأَعْرَابِيَّ، وَقَالَ: " اَلْأَيْمَنَ فَالْأَيْمَنَ ". [1]

''رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پانی ملا دودھ پیش کیا گیا اور [اس وقت] آپ کی دائیں جانب ایک بدو اور بائیں جانب ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے۔ آپ ﷺ نے پی کر (باقی) بدو کو دے دیا اور ارشاد فرمایا: ''دائیں طرف سے پس دائیں طرف سے۔''

ب۔ حدیث سہل بن سعد رضی اللہ عنہ:

" أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ أُتِيَ بِشَرَابٍ فَشَرِبَ مِنْهُ ــ وَعَنْ يَمِيْنِهِ غُلَامٌ، وَعَنْ يَسَارِهِ الْأَشْيَاخُ ــ فَقَالَ لِلْغُلَامِ: " أَتَأْذَنُ لِيْ أَنْ أُعْطِيَ هٰؤُلَاءِ؟ ".

فَقَالَ الْغُلَامُ: " وَاللّٰهِ! يَا رَسُولَ اللّٰهِ! لَا أُوْثِرُ بِنَصِيْبِيْ مِنْكَ أَحَدًا ".

قَالَ: " فَتَلَّهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِيْ يَدِهِ ". [2]

''رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک مشروب پیش کیا گیا، آپ ﷺ نے اسے پیا اور [اس وقت] آپ کی دائیں جانب ایک لڑکا بیٹھا ہوا تھا اور بائیں جانب بڑی عمر کے لوگ تھے۔ آپ ﷺ نے لڑکے سے فرمایا: ''کیا تم مجھے ان کو [پہلے] دینے کی اجازت دیتے ہو؟''

لڑکے نے عرض کیا: ''اللہ تعالیٰ کی قسم! یارسول اللہ ﷺ آپ کے جھوٹے میں سے ملنے والے

---

[1] متفق علیه: صحيح البخاري، كتاب الأشربة، باب الأيمن فالأيمن في الشرب، رقم الحديث ٥٦١٩، ١٠ / ٨٦؛ وصحيح مسلم، كتاب الأشربة، باب استحباب إدارة الماء واللبن ونحوهما عن يمين المبتدئ رقم الحديث ١٢٤ (٢٠٢٩)، ٣/١٦٠٣. الفاظ حدیث صحیح البخاري کے ہیں۔

[2] متفق علیه: صحيح البخاري، كتاب الأشربة، باب هل يستأذن الرجل من عن يمينه في الشرب ليعطي الأكبر؟، رقم الحديث ٥٦٢٠، ١٠ / ٨٦؛ وصحيح مسلم، كتاب الأشربة، باب استحباب إدارة الماء واللبن ونحوهما عن يمين المبتدئ، رقم الحديث ١٢٧ (٢٠٣٠)، ٣ / ١٦٠٤. الفاظ حدیث صحیح البخاري کے ہیں۔

حصہ کے معاملہ میں کسی کو بھی میں اپنے آپ پر ترجیح نہیں دوں گا۔"

راوی نے بیان کیا: "رسول اللہ ﷺ نے اس [یعنی مشروب کے برتن] کو اس کے ہاتھ میں دے دیا۔"

امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں کہ یہ لڑکے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما تھے۔[1]

مذکورہ بالا دونوں حدیثوں سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ آنحضرت ﷺ کا بدو اور لڑکے سے معاملہ ایک دوسرے سے یکسر مختلف تھا۔ دونوں واقعات میں آنحضرت ﷺ کے بائیں جانب بڑی عمر کے لوگ تھے اور دونوں میں سے ایک واقعہ میں دائیں جانب ایک لڑکے اور دوسرے میں ایک بدو تھے۔ آپ ﷺ نے لڑکے سے بائیں جانب بیٹھے ہوئے بڑی عمر کے لوگوں کو دینے کی اجازت چاہی، لیکن بدو سے آپ ﷺ نے بائیں جانب بیٹھے ہوئے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو دینے کی اجازت طلب نہ فرمائی، بلکہ خود ہی بقیہ مشروب بدو کو تھما دیا۔ آنحضرت ﷺ کا دونوں کے ساتھ معاملہ میں یہ اختلاف ان دونوں کے اختلاف احوال کی وجہ سے تھا۔ اللہ تعالیٰ محدثین کرام کو جزائے خیر عطا فرمائے کہ انہوں نے اس حقیقت کو بڑی عمدگی سے واضح فرمایا۔ مثال کے طور پر اس سلسلے میں علامہ قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ نے تحریر کیا ہے کہ:

"وَإِنَّمَا اسْتَأْذَنَ النَّبِيُّ ﷺ الْغُلَامَ، وَلَمْ يَسْتَأْذِنِ الْأَعْرَابِيَّ كَمَا فِي الْحَدِيثِ الْآخَرِ، وَبَدَأَ بِهِ قَبْلَ أَبِي بَكْرٍ رضی اللہ عنہ لِمَا عَلِمَ النَّبِيُّ ﷺ مِنْ حَالِ الْغُلَامِ أَنَّ ذٰلِكَ الْإِسْتِئْذَانَ لَا يُخْجِلُهُ وَلَا يُنَفِّرُهُ لِرِيَاضَتِهِ، وَحُسْنِ خُلُقِهِ، وَلِينِهِ بِخِلَافِ الْأَعْرَابِيِّ؛ فَإِنَّ الْجَفَاءَ وَالنَّفْرَةَ غَالِبَةٌ عَلَى الْأَعْرَابِ، فَخَافَ عَلَيْهِ أَنْ يَصْدُرَ مِنْهُ سُوءُ أَدَبٍ. وَاللّٰهُ تَعَالَى أَعْلَمُ."[2]

"نبی ﷺ نے لڑکے سے اجازت طلب کیا اور دوسری حدیث کے مطابق آپ ﷺ نے بدو سے اجازت نہ مانگی، بلکہ ابوبکر رضی اللہ عنہ سے پہلے ہی اس کو [دودھ] دے دیا۔ آپ ﷺ نے یہ اس لیے کیا کہ آپ کو علم تھا کہ لڑکا اجازت طلب کرنے کی وجہ سے نہ تو خجالت کا شکار ہوگا اور نہ ہی وہ اپنے اعلیٰ اخلاق اور نرم خوئی کی بنا پر متنفر ہوگا۔ جہاں تک بدو کا تعلق تھا، تو ان میں درشتگی اور نفرت کے عناصر کا غلبہ ہوتا ہے، اس لیے آپ کو خدشہ ہوا کہ کہیں [طلب اجازت پر] اُن سے

---

[1] ملاحظہ ہو: رياض الصالحين ص: ٢٦٩.

[2] المفهم ٥ / ٢٩١؛ نیز ملاحظہ ہو: شرح النووي ١٣ / ٢٠١ - ٢٠٢؛ وشرح الطيبي ٩ / ٢٨٨٠؛ وفتح الباري ١٠ / ٨٦ - ٨٧؛ ومرقاة المفاتيح ٨ / ١٠٠ - ١٠١.

بے ادبی کی بات سرزد نہ ہو جائے۔ واللہ تعالیٰ أعلم۔"

۷۔ سائلین کے اختلاف احوال کی بنا پر فتویٰ میں اختلاف:

ہمارے نبی کریم ﷺ فتویٰ دیتے وقت سوال کرنے والوں کے حالات کو پیش نظر رکھتے اور بسا اوقات سائلین کے حالات میں اختلاف کی وجہ سے ایک ہی قسم کے مسئلہ میں جدا جدا فتوی دیتے تھے۔ اس بات کے شواہد میں سے ایک وہ حدیث ہے، جس کو امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ انہوں نے بیان کیا:

"خَطَبَنَا النَّبِيُّ ﷺ يَوْمَ الْأَضْحٰی بَعْدَ الصَّلَاةِ فَقَالَ: " مَنْ صَلّٰی صَلَاتَنَا وَنَسَكَ نُسُكَنَا فَقَدْ أَصَابَ النُّسُكَ، وَمَنْ نَسَكَ قَبْلَ الصَّلَاةِ فَإِنَّهُ قَبْلَ الصَّلَاةِ وَلَا نُسُكَ لَهُ ". فَقَالَ أَبُوْ بُرْدَةَ بْنُ نِيَارٍ خَالُ الْبَرَاءِ رضي الله عنهما: " يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! ﷺ فَإِنِّيْ نَسَكْتُ شَاتِيْ قَبْلَ الصَّلَاةِ، وَعَرَفْتُ أَنَّ الْيَوْمَ يَوْمُ أَكْلٍ وَّشُرْبٍ، وَأَحْبَبْتُ أَنْ تَكُوْنَ شَاتِيْ أَوَّلَ شَاةٍ تُذْبَحُ فِيْ بَيْتِيْ، فَذَبَحْتُ شَاتِيْ وَتَغَدَّيْتُ قَبْلَ أَنْ آتِيَ الصَّلَاةَ".

قَالَ: " شَاتُكَ شَاةُ لَحْمٍ ".

فَقَالَ: " يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! فَإِنَّ عِنْدَنَا عَنَاقًا لَنَا جَذَعَةً هِيَ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ شَاتَيْنِ أَفَتَجْزِيْ عَنِّيْ؟ ".

قَالَ: " نَعَمْ، وَلَنْ تَجْزِيَ عَنْ أَحَدٍ بَعْدَكَ ". [1]

"نبی ﷺ نے عید الاضحیٰ کی نماز کے بعد ہمیں خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: "جس نے ہمارے جیسی نماز پڑھی اور ہمارے جیسی قربانی دی، تو اس کی قربانی درست ہوئی اور جس نے نماز سے پہلے قربانی دی، پس وہ نماز سے پہلے ہی ہے، [حقیقت میں] اس کی کوئی قربانی نہیں۔"

براء کے ماموں ابوبردہ بن نیار رضی اللہ عنہما نے عرض کیا: 'یا رسول اللہ ﷺ! بے شک میں نے اپنی بکری کی قربانی نماز سے پہلے دے لی ہے، میں جانتا تھا کہ آج کھانے پینے کا دن ہے اور میں نے پسند کیا کہ میری بکری میرے گھر کا اولین ذبیحہ بنے، اسی بنا پر میں نے اپنی بکری ذبح کر دی اور نماز کے لیے آنے سے پہلے میں نے اس کا گوشت کھا بھی لیا۔"

---

[1] صحيح البخاري، كتاب العيدين، باب الأكل يوم النحر، رقم الحديث ٩٥٥، ٢/ ٤٤٧- ٤٤٨.

آپ ﷺ نے فرمایا: ''تمہاری بکری تو گوشت کی بکری ہے [یعنی اس کا گوشت کھانے کی غرض سے اس کو ذبح کیا گیا۔]''

انہوں نے عرض کیا: ''یارسول اللہ ﷺ! ہمارے پاس ایک سال کا بکری کا بچہ ہے اور وہ مجھے دو بکریوں سے زیادہ عزیز ہے، کیا اس سے میری قربانی ہو جائے گی؟''

آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں اور تمہارے بعد کسی اور سے [یعنی اس عمر کے بکری کے بچے کی قربانی] کافی نہ ہوگی۔''

جیسا کہ معلوم ہے کہ بکری کے ایک سال کے بچہ کی قربانی درست نہیں۔ بعض حالات میں بھیڑ کے ایک سال کے بچہ کی قربانی کرنے کی اجازت ہے۔ براء رضی اللہ عنہ کے ماموں ابو بردہ رضی اللہ عنہما کے مخصوص حالات کے پیش نظر آنحضرت ﷺ نے عام معمول سے ہٹ کر انہیں ایک سال کے بکری کے بچہ کی قربانی کی اجازت دی اور ساتھ ہی یہ بھی فرمایا: ''وَلَنْ تَجزِي عَنْ أَحَدٍ بَعْدَكَ'' ''تمہارے بعد کسی اور کے لیے یہ [ایک سالہ بکری کا بچہ] کفایت نہ کرے گا۔''

علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے شرح حدیث میں تحریر کیا ہے:

'' (بعدك): أي غيرك، وَذٰلِكَ لِأَنَّهُ لَا بُدَّ فِي تَضحِيَّةِ الْمَعْزِ مِنَ الثَّنِي، وَهٰذَا مِنْ خَصَائِصِ أَبِي بُرْدَةَ رضي الله عنه كَمَا أَنَّ قِيَامَ شَهَادَةِ خُزَيْمَةَ رضي الله عنه مَقَامَ شَهَادَتَيْنِ مِنْ خَصَائِصِ خُزَيْمَةَ رضي الله عنه، وَمِثْلُهُ كَثِيرٌ''[1]

'' (بَعْدَكَ) یعنی تمہارے سوا۔ یہ اس بنا پر کہ قربانی کے لیے بکری کا دو دانت والا ہونا ضروری ہے اور یہ [یعنی بکری کے ایک سالہ بچہ کی قربانی کی اجازت] ابو بردہ رضی اللہ عنہ کی خصوصیات میں سے ہے، جیسا کہ خزیمہ رضی اللہ عنہ کی گواہی کا دو گواہوں کے برابر ہونا، ان کے خصائص میں سے ہے اور اس کی بہت مثالیں ہیں۔''

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ نے فوائد حدیث بیان کرتے ہوئے تحریر کیا ہے:

إِنَّ الْمُفْتِيَ إِذَا ظَهَرَتْ لَهُ مِنَ الْمُسْتَفْتِي أَمَارَةُ الصِّدْقِ كَانَ لَهُ أَنْ يُسَهِّلَ عَلَيْهِ، حَتّٰى لَوِاسْتَفْتَاهُ اثْنَانِ فِي قَضِيَّةٍ وَاحِدَةٍ جَازَ أَنْ يُفْتِيَ كُلًّا مِنْهُمَا بِمَا يُنَاسِبُ حَالَهُ.[2]

---

[1] عمدة القاري ٦/٢٧٨؛ نیز ملاحظہ ہو: المرجع السابق ٦/٢٧٧.

[2] ملاحظہ ہو: فتح الباري ٢/ ٤٤٨.

''جب مفتی کے لیے فتویٰ طلب کرنے والے کی سچائی کی علامت ظاہر ہو، تو وہ اس کے لیے آسانی کر سکتا ہے، حتیٰ کہ اگر ایک ہی قسم کے معاملہ کے بارے میں دو اشخاص سوال کریں، تو مفتی ہر ایک کو اس کے مناسب حال فتویٰ دے سکتا ہے۔''

تنبیہ:

مذکورہ بالا سات پہلوؤں کے علاوہ بھی متعدد گوشوں سے نبی کریم ﷺ کا طلبہ کے حالات کو پیش نظر رکھنا ثابت ہے۔ راقم السطور نے توفیق الٰہی سے اپنی کتاب [''من صفات الداعية : مراعاة أحوال المخاطبين في ضوء الكتاب والسنة و سير الصالحين''] میں سیرت طیبہ کے اُنیس گوشوں میں سے اسی شواہد کے ساتھ اس بات کو واضح کرنے کی کوشش کی ہے۔

تفصیلی معلومات کی خواہش رکھنے والے قارئین کو شاید اس کتاب میں توفیقِ الٰہی سے اپنا مقصود مل جائے۔

(42)

لائق شاگردوں کی عزت افزائی

ہمارے نبی کریم ﷺ اپنے طلبہ کی اچھی باتوں اور عمدہ کاموں کی ان کے سامنے تعریف فرماتے اور ان کی عزت افزائی فرماتے۔ توفیق الٰہی سے استاذ کا ایسا طرزِ عمل شاگردوں کے علم و عمل میں رسوخ پیدا کرنے اور ان میں اضافہ کے لیے سرتوڑ جدو جہد کرنے کا سبب بنتا ہے۔ ذیل میں توفیق الٰہی سے سیرت طیبہ سے اس کے متعلق چند ایک شواہد پیش کیے جا رہے ہیں:

ا۔ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو علم کی مبارک باد:

امام مسلم رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے بیان کیا:

" قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ : " يَا أَبَا الْمُنْذِرِ! أَتَدْرِي أَيُّ آيَةٍ مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ مَعَكَ أَعْظَمُ؟ ".

قَالَ : قُلْتُ : " اَللّٰهُ وَرَسُولُه أَعْلَمُ ".

قَالَ : " يَا أَبَا الْمُنْذِرِ! أَتَدْرِي أَيُّ آيَةٍ مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ مَعَكَ أَعْظَمُ؟ ".

قَالَ : قُلْتُ : " ﴿ اَللّٰهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ﴾ ".

قَالَ : " فَضَرَبَ فِي صَدْرِي ، وَقَالَ : " وَاللّٰهِ! لِيَهْنِئْكَ الْعِلْمُ أَبَاالْمُنْذِرِ! ".[1]

"رسول اللہ ﷺ نے دریافت فرمایا: "اے ابوالمنذر! کیا تمہیں معلوم ہے کہ کتاب اللہ کی کون سی آیت سب سے زیادہ عظمت والی تمہارے پاس موجود ہے؟"

انہوں نے بیان کیا: میں نے عرض کیا: "اللہ تعالیٰ اور ان کے رسول ﷺ زیادہ جانتے ہیں۔"

آپ ﷺ نے [دوبارہ] پوچھا: "اے ابوالمنذر! تمہارے پاس کتاب اللہ کی سب سے زیادہ عظمت والی آیت کون سی ہے؟"

انہوں نے بیان کیا: "میں نے عرض کیا: "(اَللّٰهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ.)"

انہوں نے بیان کیا: "آپ ﷺ نے میرے سینے میں ضرب لگائی اور فرمایا: "اللہ تعالیٰ کی قسم!

[1] صحيح مسلم ، كتاب صلاة المسافرين وقصرها ، باب فضل سورة الكهف وآية الكرسي، رقم الحديث ٢٥٨ (٨١٠)، ١/٥٥٦.

ابوالمنذر! تجھے علم مبارک ہو!''

اس حدیث شریف سے یہ بات واضح ہے کہ جب حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے درست جواب دیا، تو نبی کریم ﷺ نے ان کی بایں الفاظ عزت افزائی فرمائی [اللہ تعالیٰ کی قسم! ابوالمنذر! تجھے علم مبارک ہو۔]

علامہ طیبی رحمہ اللہ تعالیٰ کے بیان کے مطابق: [لِيَهْنِئكَ الْعِلْمُ] سے مراد یہ ہے:

"لِيَكُنِ الْعِلْمُ هَنِيئًا لَكَ ، هٰذَا دُعَاءٌ لَهُ بِتَيْسِيرِ الْعِلْمِ لَهُ ، وَرُسُوخِهِ فِيهِ ، وَإِخْبَارٌ بِأَنَّهُ عَالِمٌ."[1]

''تجھے علم مبارک ہو۔ یہ ان کے لیے حصول علم اور اس میں رسوخ پانے میں آسانی کی دعا ہے اور اس میں ان کے صاحب علم ہونے کی خبر [بھی] ہے۔''

انہوں نے یہ بھی تحریر کیا ہے:

"ظَاهِرُهُ أَمْرٌ لِلْعِلْمِ بِأَنْ يَّكُونَ هَنِيئًا لَهُ ، وَمَعْنَاهُ الدُّعَاءُ، وَحَقِيقَتُهُ إِخْبَارُهُ عَلَى سَبِيلِ الْكِنَايَةِ بِأَنَّهُ رَاسِخٌ فِي الْعِلْمِ وَمَجِيدٌ فِيهِ."[2]

''ظاہری طور پر تو علم کے لیے حکم ہے کہ وہ انہیں مبارک ہو اور مقصود ان کے لیے دعا ہے اور حقیقت میں آنحضرت ﷺ کی جانب سے ان کے بارے میں علم میں راسخ اور ماہر ہونے کی اشارۃً خبر ہے۔''

امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے حدیث شریف کی شرح کرتے ہوئے لکھا ہے:

"وَفِيهِ تَبْجِيلُ الْعَالِمِ فُضَلَاءَ أَصْحَابِهِ ، وَتَكْنِيَتُهُمْ ، وَجَوَازُ مَدْحِ الْإِنْسَانِ فِي وَجْهِهِ إِذَا كَانَ فِيهِ مَصْلِحَةٌ ، وَلَمْ يَخَفْ عَلَيْهِ إِعْجَابَهُ وَنَحْوَهُ لِكَمَالِ نَفْسِهِ ، وَرُسُوخِهِ فِي التَّقْوٰى."[3]

''اس [حدیث] سے عالم کا اپنے باصلاحیت شاگردوں کی توقیر کرنا، ان کی کنیتوں کے ساتھ ان کو مخاطب کرنا، کسی انسان کے روبرو کسی مصلحت کے پیش نظر اس کی تعریف کرنا، جب کہ عظمت اور تقویٰ میں پختگی کی بنا پر اس کے متعلق خود پسندی کا اندیشہ نہ ہو ثابت ہوتا ہے۔''

حدیث شریف میں دیگر فوائد:

حدیث شریف میں موجود دیگر فوائد میں سے دو درج ذیل ہیں:

---

[1] ملاحظہ ہو: شرح الطیبی ٥ / ١٦٤٤ . [2] المرجع السابق ٥ / ١٦٤٤ .
[3] شرح النووي ٦ / ٩٣ ؛ نیز ملاحظہ ہو: شرح الطیبی ٥ / ١٦٤٤ .

۱ آنحضرت ﷺ کا علمی مسئلہ کے بارے میں شاگرد سے استفسار کرنا۔[1]

اس سلسلے میں علامہ طیبی رحمہ اللہ تعالیٰ نے تحریر کیا ہے:

إِنَّ سُؤَالَ الرَّسُولِ ﷺ مِنَ الصَّحَابِيِّ فِي بَابِ الْعِلْمِ إِمَّا أَنْ يَّكُونَ لِلْحَثِّ عَلَى الْاِسْتِمَاعِ لِمَا يُرِيْدُ أَنْ يُلْقِيَ عَلَيْهِ ، أو لِلْكَشْفِ عَنْ مِقْدَارِ فَهْمِهِ وَمَبْلَغِ عِلْمِهِ.[2]

''علم کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کا صحابی سے استفسار یا تو بتلائی جانے والی بات کی طرف بھرپور توجہ کی ترغیب دینے کی خاطر تھا، یا ان کے مقدارِ فہم اور مبلغِ علم کو جانچنے کی غرض سے تھا۔''

۲ آنحضرت ﷺ کا شاگرد کے سینے میں ضرب لگانا۔[3] اس بارے میں ملا علی القاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے تحریر کیا ہے:

"(فَضَرَبَ) أَيِ : النَّبِيُّ ﷺ (فِيْ صَدْرِيْ) أَيْ : مَحَبَّةً."[4]

''یعنی نبی ﷺ نے میرے سینے میں ازراہِ محبت ضرب لگائی۔''

۲۔ ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کی عمدہ تلاوت کی تعریف:

امام بخاری اور امام مسلم رحمہما اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے بیان فرمایا:

"قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ لِأَبِيْ مُوْسٰى : "لَوْ رَأَيْتَنِيْ وَأَنَا أَسْتَمِعُ قِرَاءَتَكَ الْبَارِحَةَ! لَقَدْ أُوْتِيْتَ مِزْمَارًا مِنْ مَزَامِيْرِ آلِ دَاوٗدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ."[5]

''اگر تم مجھے دیکھتے کہ میں گزشتہ شب تمہاری قراءت توجہ سے سن رہا تھا۔ تمہیں تو آل داود علیہ السلام والی بہترین آواز دی گئی۔''

شرح حدیث میں امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ رقم طراز ہیں:

[1] اس بارے میں تفصیل کتاب ھذا کے صفحات ۱۷۱۔۱۷۴ پر ملاحظہ ہو۔

[2] ملاحظہ ہو: شرح الطيبي ٥ / ١٦٤٣.

[3] اس بارے میں تفصیل کتاب ھذا کے صفحات ۱۰۸۔۱۱۱ پر ملاحظہ ہو۔

[4] مرقاة المفاتيح ٤ / ٦٢٩.

[5] متفق عليه : صحيح البخاري ، كتاب فضائل القرآن ، باب حسن الصوت بالقراءة بالقرآن ، رقم الحديث ٥٠٤٨ ، ١٠ / ٩٢ ؛ وصحيح مسلم ، كتاب صلاة المسافرين وقصرها ، باب استحباب تحسين الصوت بالقرآن ، رقم الحديث ٢٣٦ (٧٩٣م) ، ١ / ٥٤٦ ؛ الفاظ حدیث صحیح مسلم کے ہیں۔

" قَالَ الْعُلَمَاءُ: " اَلْمُرَادُ بِالْمِزْمَارِ هُنَا الصَّوْتُ الْحَسَنُ ، وَأَصْلُ الزَّمْرِ الْغِنَاءُ ، وَآلَ دَاوِدَ هُوَ دَاودُ نَفْسُهُ ، وَآلُ فُلَانٍ قَدْ يُطْلَقُ عَلَى نَفْسِهِ ، وَكَانَ دَاودُ عَلَيْهِ السَّلَامُ حَسَنَ الصَّوْتِ جِدًّا."[1]

''علماء نے بیان کیا ہے: ''مزمار'' سے مراد خوبصورت آواز ہے اور ''الزمر'' اصل میں گانے کو کہتے ہیں اور آلِ داود سے خود داود علیہ السلام مراد ہیں۔ بسا اوقات [آلِ فلان] کے الفاظ خود اسی شخص کے لیے استعمال کیے جاتے ہیں اور داود علیہ السلام بہت ہی خوب صورت آواز والے تھے۔''

اس حدیث شریف کے مطابق آنحضرت ﷺ نے حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کی خوبصورت آواز میں تلاوت قرآنِ کریم کی تعریف فرما کر ان کی عزت افزائی کی۔

۳۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی خوب صورت تلاوت کی تعریف:

توفیق الٰہی سے اس سلسلے میں دو حدیثیں ذیل میں پیش کی جا رہی ہیں:

ا۔ امام مسلم کی روایت:

امام مسلم رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے بیان کیا:

" كُنْتُ بِحِمْصَ ، فَقَالَ لِي بَعْضُ الْقَوْمِ : " اِقْرَأْ عَلَيْنَا ".

فَقَرَأْتُ عَلَيْهِمْ سُورَةَ يُوسُفَ. قَالَ: " فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ: " وَاللّٰهِ! مَا هٰكَذَا أُنْزِلَتْ ".

قَالَ: قُلْتُ: " وَيْحَكَ! وَاللّٰهِ! لَقَدْ قَرَأْتُهَا عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ، فَقَالَ لِيْ: " أَحْسَنْتَ ".[2]

''میں حمص میں تھا، تو لوگوں میں سے کسی نے فرمائش کی: ''ہمارے لیے قراءت فرمایئے۔'' تو میں نے ان کے لیے سورۂ یوسف علیہ السلام پڑھی۔'' انہوں نے بیان کیا: ''لوگوں میں سے ایک شخص نے کہا: ''اللہ تعالیٰ کی قسم! یہ ایسے تو نازل نہ ہوئی تھی۔''

انہوں نے بیان کیا: ''میں نے کہا: تجھ پر افسوس! اللہ تعالیٰ کی قسم! بے شک میں نے اس کو رسول اللہ ﷺ کے روبرو پڑھا، تو آپ نے فرمایا: ''تم نے عمدگی سے پڑھا ہے۔''

---

[1] شرح النووي ٦/ ٨٠؛ نیز ملاحظہ ہو: شرح الطیبي ١٢/ ٣٩٢٨؛ وفتح الباري ١٢/ ٩٣.

[2] صحيح مسلم، كتاب صلاة المسافرين وقصرها، باب فضل استماع القرآن، جزء من رقم الحديث ٢٤٩ (٨٠١) ١/ ٥٥١.

اس حدیث شریف کے مطابق آنحضرت ﷺ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت کی تعریف [تم نے عمدگی سے پڑھا] کے الفاظ مبارکہ کے ساتھ فرمائی۔

ب۔ امام احمد کی روایت:

امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ:

" اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَتَاهُ بَيْنَ أَبِي بَكْرٍ وَّ عُمَرَ رضی اللہ عنہما، وَعَبْدُ اللّٰهِ رضی اللہ عنہ يُصَلِّي، فَافْتَتَحَ النِّسَآءَ، فَسَحَلَهَا، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: " مَنْ أَحَبَّ أَنْ يَقْرَأَ الْقُرْآنَ غَضًّا كَمَا أُنْزِلَ فَلْيَقْرَأْهُ عَلَى قِرَاءَةِ ابْنِ أُمِّ عَبْدٍ ".

ثُمَّ تَقَدَّمَ يَسْأَلُ، فَجَعَلَ النَّبِيُّ ﷺ يَقُولُ: " سَلْ تُعْطَهُ، سَلْ تُعْطَه [سَلْ تُعْطَهُ] ".

فَقَالَ فِيمَا سَأَلَ: " اَللّٰهم إِنِّي أَسْأَلُكَ إِيْمَانًا لَا يَرْتَدُّ، وَنَعِيمًا لَا يَنْفَدُ، وَمُرَافَقَةَ نَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ ﷺ فِي أَعْلَى جَنَّةِ الْخُلْدِ ".

قَالَ: " فَأَتَى عُمَرُ عَبْدَ اللّٰهِ لِيُبَشِّرَهُ فَوَجَدَ أَبَا بَكْرٍ رضی اللہ عنہ قَدْ سَبَقَهُ، فَقَالَ: " إِنْ فَعَلْتَ، لَقَدْ كُنْتَ سَبَّاقًا بِالْخَيْرِ ".[1]

" نبی ﷺ ان کے پاس ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کے درمیان [چلتے ہوئے] تشریف لائے اور اس وقت عبداللہ رضی اللہ عنہ نماز ادا کر رہے تھے۔ انہوں نے [سورۃ] النسآء پڑھنی شروع کی اور اس کو خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھا۔ [قرأت سن کر] نبی ﷺ نے فرمایا: " جو قرآن کو اسی طرح تروتازہ پڑھنا چاہے، جیسا کہ نازل ہوا، تو وہ ابن اُمّ عبد[2] جیسی قراءت سے پڑھے۔"

پھر انہوں [ابن مسعود رضی اللہ عنہ] نے دعا کرنی شروع کی، تو نبی ﷺ فرمانے لگے: " تم سوال کرو تمہیں عطا کیا جائے گا، تم سوال کرو تمہیں عطا کیا جائے گا، [تم سوال کرو تمہیں عطا کیا جائے گا۔]"

انہوں نے جو دعا کی تھی، اس میں یہ دعا بھی تھی: " اے اللہ! بے شک میں آپ سے [ایسے] ایمان کا سوال کرتا ہوں [جس کے بعد] ارتداد نہ ہو، اور [ایسی] نعمتوں کا [جو] ختم نہ ہوں اور

---

[1] المسند، رقم الحديث ٤٢٤٣، ٦ / ١٢٨ ـ ١٢٩. شیخ احمد شاکر نے اس کی [اسناد کو صحیح] کہا ہے۔ (ملاحظہ ہو: ہامش المسند ٦ / ١٢٨)۔

[2] ابن ام عبد سے مراد حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہیں۔

آپ کے نبی محمد ﷺ کی دائمی اعلیٰ جنت میں رفاقت کا۔''

انہوں نے بیان کیا: ''عمر رضی اللہ عنہ بشارت دینے کے لیے عبداللہ رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لائے، تو دیکھا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ پہلے سے تشریف فرما ہیں۔ انہوں نے [ان کو دیکھ کر] کہا: ''اگر آپ نے ایسے کیا ہے [یعنی مجھ سے پہلے تشریف لائے ہیں تو اس میں چنداں تعجب نہیں کیونکہ آپ] تو نیکی میں بہت زیادہ سبقت کرنے والے ہیں۔''

اس حدیث شریف سے واضح ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اپنے فرمان [جو قرآن کو اسی طرح تر و تازہ پڑھنا چاہے، جیسا کہ نازل ہوا ہے تو وہ ابن ام عبد رضی اللہ عنہما جیسی قراءت سے پڑھے] کے ساتھ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی تکریم و توقیر فرمائی۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"مَنْ سَرَّهُ أَنْ يَقْرَأَ الْقُرْآنَ رَطْبًا كَمَا أُنْزِلَ فَلْيَقْرَأْهُ عَلَى قِرَائَةِ ابْنِ أُمِّ عَبْدٍ رضی اللہ عنہ".[1]

''جو قرآن کو اسی تازگی کے ساتھ پڑھنا چاہے جیسا کہ نازل ہوا تو وہ ابن ام عبد رضی اللہ عنہما کی قراءت کے مطابق پڑھے۔''

اللہ اکبر! کس قدر بلند و بالا تھی یہ عزت افزائی! کس قدر عظیم الشان تھی یہ تعظیم و تکریم! ناطق وحی رسول کریم ﷺ کی زبانِ مبارک سے اپنے متعلق تعریف و توصیف کے کلمات سننے والے کان کس قدر خوش نصیب اور بخت والے تھے۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ.

ان نیم خواندہ مدرسین پر صد افسوس جو یہ سمجھتے ہیں کہ شاگردوں کی تعریف کرنے سے ان کی اپنی شخصیت کمزور اور ہیبت متاثر ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت دے کہ حق دار کو اس کا حق دینے سے مدرس کی شخصیت کمزور نہیں ہوتی، بلکہ قوی ہوتی ہے اور اس کے اپنے وقار میں اضافہ ہوتا ہے۔

۴۔ عمدہ تلاوت کی بنا پر سالم رضی اللہ عنہ کی تعریف:

امام بزار رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت نقل کی ہے کہ:

" أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ سَمِعَ سَالِمًا مَوْلَى أَبِي حُذَيْفَةَ رضی اللہ عنہما يَقْرَأُ مِنَ اللَّيْلِ، فَقَالَ:
"اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي جَعَلَ فِي أُمَّتِي مِثْلَهُ".[2]

---

[1] ملاحظہ ہو: المسند، رقم الحديث ۱۷۵ عن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ، ۱ / ۲۲۹ - ۲۳۰. اس حدیث کی دو صحیح سندیں ہیں۔ (ملاحظہ ہو: هامش الشيخ أحمد شاكر علي المسند ۱ / ۲۲۹).

[2] منقول از: مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، كتاب المناقب، باب فضل سالم مولى أبي حذيفة رضی اللہ عنہما، ۹ / ۳۰۰. حافظ ہیثمی نے اس کے بارے میں لکھا ہے: ''اس کو البزار نے روایت کیا ہے اور [اس کے روایت کرنے والے صحیح کے روایت کرنے والے ہیں]۔'' (المرجع السابق ۹ / ۳۰۰).

''بے شک نبی ﷺ نے رات کو ابو حذیفہ کے آزاد کردہ غلام سالم رضی اللہ عنہما کو [قرآنِ کریم] پڑھتے ہوئے سنا، تو آپ نے فرمایا: ''سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے کہ جس نے اس جیسے میری امت میں بنائے ہیں۔''

اس حدیث شریف سے واضح ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت سالم رضی اللہ عنہ کی عمدہ تلاوت سن کر ان کی تعریف فرمائی۔

۵۔ سلمان رضی اللہ عنہ کے ہم وطنوں کی تعریف:

امام بخاری اور امام مسلم رحمہما اللہ تعالیٰ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے بیان کیا:

" كُنَّا جُلُوسًا عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ إِذْ نَزَلَتْ عَلَيْهِ سُوْرَةُ الْجُمُعَةِ، فَلَمَّا قَرَأَ ﴿ وَآخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴾، قَالَ رَجُلٌ: "مَنْ هٰؤُلَاءِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ!؟ ".

فَلَمْ يُرَاجِعْهُ النَّبِيُّ ﷺ حَتّٰى سَأَلَهُ مَرَّةً أَوْ مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا، قَالَ: " وَفِيْنَا سَلْمَانُ رضي الله عنه اَلْفَارِسِيُّ ".

قَالَ: " فَوَضَعَ النَّبِيُّ ﷺ يَدَهُ عَلَى سَلْمَانَ رضي الله عنه، ثُمَّ قَالَ: " لَوْ كَانَ الْإِيْمَانُ عِنْدَ الثُّرَيَّا، لَنَالَهُ رِجَالٌ مِنْ هٰؤُلَاءِ ".[1]

''ہم نبی ﷺ کے پاس بیٹھے تھے کہ آپ پر سورۃ الجمعۃ نازل ہوئی۔ آپ ﷺ نے جب [اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد] پڑھا: [اور ان میں سے دوسرے بھی ہیں جو ابھی تک ان [عرب مسلمانوں] سے ملے نہیں اور وہ زبردست بڑی حکمتوں والا ہے۔]، تو ایک شخص نے دریافت کیا: ''یارسول اللہ ﷺ! یہ کون لوگ ہیں؟''

نبی ﷺ نے اس کو کوئی جواب نہ دیا، یہاں تک کہ اس نے ایک دفعہ، یا دو دفعہ، یا تین دفعہ سوال دہرایا، انہوں [ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ] نے بیان کیا: ''اور ہم میں سلمان رضی اللہ عنہ تھے۔'' انہوں نے بیان کیا: ''نبی ﷺ نے اپنا ہاتھ سلمان فارسی رضی اللہ عنہ پر رکھا، پھر فرمایا: ''اگر ایمان ثریا [ستارے] کے

[1] متفق عليه: صحيح البخاري، كتاب التفسير، سورة الجمعة، باب قوله: ﴿وآخرين منهم لما يلحقوا بهم﴾، رقم الحديث ٤٨٧٩، ٨ / ٦٤١؛ وصحيح مسلم، كتاب فضائل الصحابة، باب فضل فارس، رقم الحديث ٢٣١ (٢٥٤٦)، ٤/١٩٧٢-١٧٩٣؛ الفاظ حدیث صحیح مسلم کے ہیں۔

پاس بھی ہو، تو بھی ان میں سے لوگ اس کو پالیں گے۔"

اس حدیث شریف میں آنحضرت ﷺ نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کے ہم وطنوں کی تعریف بیان فرمائی ہے۔ امام ابن حبان رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس حدیث کا عنوان بایں الفاظ ذکر کیا ہے:

[ذِكْرُ شَهَادَةِ الْمُصْطَفٰى ﷺ لِأَهْلِ فَارِسَ بِقَوْلِ الْإِيْمَانِ وَالْحَقِّ].[1]

[مصطفیٰ ﷺ کی اہل فارس کے ایمان وحق کہنے کے متعلق گواہی]

حدیث شریف میں دیگر فوائد:

حدیث شریف میں موجود دیگر فوائد میں سے دو درج ذیل ہیں:

1. آنحضرت ﷺ نے سائل کے پہلی اور دوسری مرتبہ استفسار پر خاموشی اختیار فرمائی، تیسری دفعہ دریافت کرنے پر جواب دیا۔ اس طرز عمل کی سائل اور سامعین کی مکمل توجہ مبذول کروانے میں اہمیت محتاج بیان نہیں۔
2. آنحضرت ﷺ کا اظہار انس اور تعلق کے لیے اپنا دست مبارک حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے اوپر رکھنا۔[2]

اللہ اکبر! زہے نصیب حضرتِ سلمان رضی اللہ عنہ! اے مولائے رحمٰن ورحیم! ہم ناکاروں کو جنت میں اپنے حبیب کریم ﷺ کی صحبت سے محروم نہ رکھنا۔ آمین یا ذا الجلال والاکرام۔

۶۔ ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے صدقہ کرنے پر شاباش:

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے بیان کیا:

"كَانَ أَبُوْ طَلْحَةَ رضي الله عنه أَكْثَرَ الْأَنْصَارِ بِالْمَدِيْنَةِ مَالًا مِنْ نَخْلٍ، وَكَانَ أَحَبَّ مَالِهِ إِلَيْهِ بَيْرُحَاءُ مُسْتَقْبِلَةَ الْمَسْجِدِ وَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَدْخُلُهَا، وَيَشْرَبُ مِنْ مَاءٍ فِيْهَا طَيِّبٍ".

قَالَ أَنَسٌ رضي الله عنه: "فَلَمَّا نَزَلَتْ ﴿ لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ وَ مَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ فَإِنَّ اللّٰهَ بِهِ عَلِيْمٌ ﴾[3]، قَامَ أَبُوْ طَلْحَةَ رضي الله عنه فَقَالَ: "يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ!

---

[1] الإحسان في تقريب صحيح ابن حبان، كتاب إخباره عن مناقب الصحابة، باب الحجاز واليمن والشام وفارس وعمان، ۱۶/ ۲۹۸.

[2] اس سلسلے میں تفصیل کتاب ھذا کے صفحات ۱۰۲-۱۰۷ پر دیکھیے۔

[3] سورة آل عمران / جزء من الآية ۹۲.

إِنَّ اللّٰهَ يَقُولُ: ﴿ لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ﴾، وَإِنَّ أَحَبَّ أَمْوَالِي إِلَيَّ بَيْرُحَاءُ، وَإِنَّهَا صَدَقَةٌ لِلّٰهِ، أَرْجُو بِرَّهَا وَذُخْرَهَا عِنْدَ اللّٰهِ، فَضَعْهَا حَيْثُ أَرَاكَ اللّٰهُ."

فَقَالَ: " بَخْ ذٰلِكَ مَالٌ رَابِحٌ ـ أَوْ رَايِحٌ، شَكَّ ابْنُ مَسْلَمَةَ ـ وَقَدْ سَمِعْتُ مَا قُلْتَ، وَإِنِّي أَرٰى أَنْ تَجْعَلَهَا فِي الْأَقْرَبِينَ. ".[1]

''ابوطلحہ رضی اللہ عنہ انصارِ مدینہ میں سے کھجوروں کے باغات کے اعتبار سے سب سے زیادہ مال دار تھے اور انہیں مسجد کے سامنے والا بیرحاء [باغ] اپنے تمام مالوں سے زیادہ پسند تھا۔ اور نبی ﷺ اس میں تشریف لایا کرتے اور اس کا میٹھا پانی پیا کرتے تھے۔''

انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا: ''پس جب یہ (آیت) نازل ہوئی: (تم ہرگز نیکی نہ پاؤ گے جب تک کہ (اللہ تعالیٰ کی راہ میں) تم اپنا پسندیدہ مال خرچ نہ کرو) تو ابوطلحہ رضی اللہ عنہ اٹھے اور عرض کیا: ''یا رسول اللہ ﷺ! بے شک اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: [تم ہرگز نیکی نہ پاؤ گے، جب تک کہ تم اپنا پسندیدہ مال خرچ نہ کرو۔] اور یقیناً میرے نزدیک میرا سب سے پسندیدہ مال بیرحاء ہے اور بلاشبہ یہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں صدقہ ہے، میں اللہ تعالیٰ سے اس کی نیکی اور ذخیرہ آخرت ہونے کی امید کرتا ہوں، پس آپ اس کو جہاں اللہ تعالیٰ آپ کو سمجھائے خرچ کر دیجیے۔''

آپ ﷺ نے فرمایا: ''آفرین یہ تو فائدہ بخش مال ہے...... یا اجر حاصل کرنے والا مال ہے، ابن مسلمہ کو تردد ہوا......[2] اور جو تم نے کہا ہے میں نے یقیناً اس کو سن لیا ہے۔''

اس حدیث شریف سے یہ بات واضح ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے بیرحاء کا باغ صدقہ کرنے پر اپنی پسندیدگی اور خوشی کا اظہار فرمایا اور انہیں [بخ] کے لفظ سے شاباش دی۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ نے تحریر کیا ہے:

" مَعْنَاهَا تَفْخِيمُ الْأَمْرِ وَالْإِعْجَابُ بِهِ."[3]

''اس کا معنی بات کی عظمت کو ظاہر کرنا اور اس پر اظہارِ خوشی کرنا۔''

علاوہ ازیں حافظ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فوائد حدیث بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:

---

[1] صحيح البخاري، كتاب الوصايا، باب إذا وقف أرضا ولم يبيّن الحدود فهو جائز، وكذلك الصدقة، جزء من رقم الحديث ٢٧٦٩، ٥ / ٣٩٦.

[2] انہیں اس بارے میں تردد ہوا کہ ان کے استاذ نے [رابح] کا لفظ بولا یا [رایح] کا۔

[3] فتح الباري ٥ / ٣٩٧.

"صَوَّبَ رَأْيَهُ، وَشَكَرَ عَنْ رَبِّهِ فِعْلَهُ، وَكَنَّى عَنْ رِضَاهُ بِذٰلِكَ بِقَوْلِ: "بَخِ"[1]

"آنحضرت ﷺ نے ان کے اس اقدام کو درست قرار دیا۔ ان کے رب تعالیٰ کی طرف سے ان کے عمل کی قدر دانی کا اظہار فرمایا اور اپنی خوشنودی کے متعلق [آفریں] فرما کر اشارہ فرمایا۔"

خلاصۂ گفتگو یہ ہے کہ ہمارے نبی کریم ﷺ اپنے لائق شاگردوں کی تکریم وتوقیر فرماتے۔ ان کے اچھے اقوال وافعال کی بنا پر ان کی تعریف کر کے ان کے حوصلوں کو مزید بڑھاتے تھے۔

---

[1] ملاحظہ ہو: فتح الباري ٥/٣٩٨.

(43)

طلبہ پر اپنے اقوال وافعال کے اثرات کو پیشِ نظر رکھنا

ہمارے نبی کریم ﷺ صرف ارشاد وتلقین پر اکتفا نہ فرماتے، بلکہ اپنے ارشادات اور اعمال کے طلبہ پر اثرات کو بھی پیشِ نظر رکھتے تھے۔ جہاں اور جب کبھی شاگردوں کے چہروں سے یہ محسوس فرماتے کہ انہیں تعجب ہو رہا ہے، یا انہیں اپنی بات کے سمجھنے میں کوئی دشواری پیش آ رہی ہے، تو آپ اصل صورتِ حال بیان فرما کر تعجب یا دشواری کو دور فرما دیتے۔ سیرت طیبہ میں موجود متعدد شواہد میں سے پانچ توفیق الٰہی سے ذیل میں پیش کیے جا رہے ہیں:

۱۔ معوذتین کی عظمت کے متعلق تعجب کا ازالہ:

حضرات ائمہ احمد، نسائی اور ابن خزیمہ رحمہم اللہ تعالیٰ نے حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے بیان کیا:

"كُنْتُ أَقُودُ بِرَسُولِ اللّٰهِ ﷺ رَاحِلَتَهُ فِي السَّفَرِ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ:
"يَاعُقْبَةُ! أَلَا أُعَلِّمُكَ خَيْرَ سُورَتَيْنِ قُرِئَتَا؟".
قُلْتُ: بَلَىٰ."
فَعَلَّمَنِي ﴿قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ﴾ و ﴿قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ﴾.
فَلَمْ يَرَنِي سُرِرْتُ بِهِمَا.
فَلَمَّا نَزَلَ لِصَلَاةِ الصُّبْحِ صَلَّى بِهِمَا صَلَاةَ الْغَدَاةِ. فَلَمَّا فَرَغَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ مِنَ الصَّلَاةِ اِلْتَفَتَ إِلَيَّ، فَقَالَ: "يَا عُقْبَةُ! كَيْفَ رَأَيْتَ؟".[1]

''دورانِ سفر میں رسول اللہ ﷺ کی سواری کو چلا رہا تھا، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اے عقبہ! کیا میں تمہیں پڑھی جانے والی دو بہترین سورتیں نہ سکھاؤں؟''

[1] المسند، رقم الحديث ١٧٣٥٠، ٢٨ / ٥٨٣ (ط: موسسة الرسالة)؛ وسنن النسائي، كتاب الاستعاذة، ٨ / ٢٥٣؛ وصحيح ابن خزيمة، كتاب الصلاة، باب قراءة المعوذتين في الصلاة ......، رقم الحديث ٥٣٥، ١ / ٢٦٦. الفاظ حدیث سنن النسائی کے ہیں۔ شیخ البانی نے اس کو [صحیح] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: صحيح سنن النسائي ٣ / ١١٠٦ ، ١١٠٦)؛ اور شیخ ارناؤوط اوران کے رفقاء نے المسند کی [سند کو حسن] کہا ہے۔ (ملاحظہ ہو: هامش المسند ٢٨ / ٥٨٣).

سو آپ ﷺ نے مجھے (قل أعوذ برب الفلق) اور (قل أعوذ برب الناس) سکھائیں۔ آپ ﷺ نے مجھے ان دونوں کے [سیکھنے کے] ساتھ زیادہ خوش نہ دیکھا۔ پس جب آپ ﷺ نمازِ صبح کے لیے اترے، تو آپ نے ان دونوں کے ساتھ لوگوں کو نمازِ صبح پڑھائی۔ جب رسول اللہ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے، تو میری طرف توجہ کر کے فرمایا: ''اے عقبہ! تم نے کیسے دیکھا؟''

اس حدیث سے واضح ہے کہ آنحضرت ﷺ نے صرف [معوذتین] کی قدر و منزلت اور ان کے سکھلانے پر اکتفانہ فرمایا، بلکہ اپنے فرمان اور تعلیم کے اثر کو شاگرد کے چہرے پر پڑھا، جیسا کہ عقبہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا۔ [آپ ﷺ نے مجھے ان دونوں کے سیکھنے پر زیادہ خوش نہ پایا۔] اور امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ کی روایت میں ہے: '' فَلَمْ يَرَنِي أُعْجِبْتُ بِهِمَا '' [آپ ﷺ نے مجھے ان دونوں کے ساتھ [زیادہ] خوش نہ پایا۔]

پھر آنحضرت ﷺ نے اسی پر بس نہ کیا، بلکہ نمازِ صبح میں ان دونوں سورتوں کی تلاوت فرمائی۔ شرح حدیث میں علامہ سندھی رحمہ اللہ تعالیٰ رقم طراز ہیں:

'' أَيْ لِيَعْلَمَ بِذٰلِكَ عُقْبَةُ رضي الله عنه أَنَّهُمَا مَعَ قِلَّةِ حُرُوفِهِمَا تَقُوْمَانِ مَقَامَ السُّوْرَتَيْنِ الطَّوِيْلَتَيْنِ إِذِ الْمُعْتَادُ فِي صَلَاةِ الْفَجْرِ كَانَ هُوَ التَّطْوِيْلَ لِيَفْرَحَ بِهِمَا، وَيُعْطِيَهُمَا غَايَةَ التَّعْظِيْمِ.''[1]

''یعنی تاکہ عقبہ رضی اللہ عنہ کو معلوم ہو جائے کہ وہ دونوں سورتیں اپنے تھوڑے حروف کے باوجود دو لمبی سورتوں کے قائم مقام ہیں۔ کیونکہ فجر میں طویل قرأت کا معمول ہوتا ہے اور اس طرح عقبہ ان دونوں سورتوں [کے سیکھنے] پر خوش ہو جائیں اور ان کی کما حقہ تعظیم کریں۔''

نبی کریم ﷺ پر میرے ماں باپ قربان ہوں! اس پر بھی نہ رکے، بلکہ اپنے شاگرد کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: ''اے عقبہ! تم نے کیسے دیکھا؟'' تاکہ وہ ان دونوں سورتوں کی قدر و منزلت کا مکمل طور پر ادراک کر لیں۔

حدیث شریف میں دیگر فوائد:

حدیث شریف میں موجود دیگر فوائد میں سے چار مندرجہ ذیل ہیں:

---

[1] حاشية الإمام السندي على سنن النسائي ۸/ ۲۵۲-۲۵۳.

1. آنحضرت ﷺ نے شاگرد کو اس کے نام کے ساتھ مخاطب کیا، اظہارِ انس و تعلق اور توجہ مبذول کروانے میں اس کی اہمیت محتاجِ بیان نہیں۔[1]
2. آنحضرت ﷺ نے تعلیم کی ابتدا اسلوبِ استفہام سے فرمائی۔ توجہ مبذول کروانے میں اس کی اہمیت بھی ایک واضح حقیقت ہے۔[2]
3. دورانِ سفر آنحضرت ﷺ نے سلسلۂ تعلیم کو جاری رکھا۔[3]
4. معوذتین کی قدر و منزلت کو آنحضرت ﷺ نے نمازِ فجر میں پڑھ کر مزید نمایاں اور واضح فرمایا۔ بلاشک و شبہ عملی طور پر کسی بات کا بیان زبانی بیان سے زیادہ قوی اور مؤثر ہوتا ہے۔[4]

۲۔ اختلافِ فتویٰ کے اثر کو نوٹ فرمانا:

امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے بیان کیا:

"كُنَّا عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ فَجَاءَ شَابٌّ ، فَقَالَ : " يَا رَسُولَ اللّٰهِ! ﷺ أُقَبِّلُ وَأَنَا صَائِمٌ؟ ".
قَالَ : " لَا ".
فَجَاءَ شَيْخٌ ، فَقَالَ : " أُقَبِّلُ وَأَنَا صَائِمٌ؟ ".
قَالَ : " نَعَمْ ".
قَالَ : فَنَظَرَ بَعْضُنَا إِلَى بَعْضٍ ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ : " قَدْ عَلِمْتُ لِمَ نَظَرَ بَعْضُكُمْ إِلَى بَعْضٍ ، إِنَّ الشَّيْخَ يَمْلِكُ نَفْسَهُ ".[5]

"ہم نبی ﷺ کی خدمت میں تھے، کہ ایک جوان نے حاضر ہو کر عرض کیا: "یا رسول اللہ ﷺ! میں روزہ کی حالت میں بوسہ دے لوں؟"

---

[1] اس بارے میں تفصیل کتاب ھذا کے صفحات ۹۲۔۱۰۱ پر ملاحظہ ہو۔
[2] اس بارے میں تفصیل کتاب ھذا کے صفحات ۱۶۵۔۱۷۰ پر ملاحظہ ہو۔
[3] اس بارے میں تفصیل کتاب ھذا کے صفحات ۵۰۔۵۴ پر ملاحظہ ہو۔
[4] اس بارے میں تفصیل کتاب ھذا کے صفحات ۱۵۲۔۱۵۴ پر ملاحظہ ہو۔
[5] المسند ۲ / ۱۸۵ (ط: المكتب الإسلامي)۔ حافظ ہیثمی نے اس حدیث کے بارے میں لکھا ہے: احمد اور الطبرانی نے اس کو [المعجم] الکبیر میں روایت کیا ہے اور اس میں ابن لہیعہ ہیں، ان کی حدیث حسن ہے [اگرچہ] ان میں کلام ہے۔ (ملاحظہ ہو: مجمع الزوائد ۳ / ۱٦٦) ؛ نیز ملاحظہ ہو: (سلسلة الأحاديث الصحيحة ، رقم الحديث ۱٦٠٦ ، ٤ / ۱۳۸)۔

آپ ﷺ نے فرمایا: ''نہیں۔''

ایک بوڑھا شخص حاضر ہوا اور عرض کیا: ''میں روزہ کی حالت میں بوسہ دے لوں؟''

آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''ہاں۔''

اس پر ہم نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''یقیناً میں جانتا ہوں کہ تم نے ایک دوسرے کی طرف کیوں دیکھا ہے، بے شک بوڑھا آدمی اپنے نفس پر قابو رکھتا ہے۔''

اس حدیث شریف سے واضح ہے کہ آنحضرت ﷺ نے دونوں فتووں کے باہمی اختلاف پر حضراتِ صحابہ کے تعجب کو نوٹ فرماتے ہوئے بایں الفاظ اظہار فرمایا: [مجھے معلوم ہے کہ تم نے ایک دوسرے کی طرف کیوں دیکھا ہے۔]

آنحضرت ﷺ نے اسی پر اکتفانہ فرمایا، بلکہ دونوں فتووں کے باہمی اختلاف کے سبب کو بیان فرما کر ان کے تعجب اور حیرانگی کو دور فرما دیا۔

حدیث شریف کا فائدہ دیگر:

آنحضرت ﷺ نے فتوی دیتے وقت جوان اور بوڑھے دونوں کے حالات کو پیش نظر رکھا اور ہر ایک کو اس کے مناسب حال فتوی دیا۔[1] شیخ البانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس حدیث پر بایں الفاظ عنوان تحریر کیا ہے:

[اَلتَّفْرِيْقُ بَيْنَ الشَّيْخِ وَالشَّابِّ فِي الصِّيَامِ][2]

''[روزوں [کے احکام] میں جوان اور بوڑھے کے درمیان فرق۔]''

۳۔ حرمت شراب کے ذکر پر سرگوشی کا نوٹس:

امام مسلم رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے بیان کیا:

'' إِنَّ رَجُلاً أَهْدٰى لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ رَاوِيَةَ خَمْرٍ، فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: '' هَلْ عَلِمْتَ أَنَّ اللّٰهَ قَدْ حَرَّمَهَا؟ ''.

قَالَ: '' لَا ''.

فَسَارَّ إِنْسَانًا، فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: '' بِمَ سَارَرْتَهُ؟ ''.

فَقَالَ: '' أَمَرْتُهُ بِبَيْعِهَا ''.

---

[1] اس بارے میں تفصیل کتاب ہذا کے صفحات ۲۹۹۔۳۰۱ پر ملاحظہ فرمایئے۔

[2] سلسلة الأحاديث الصحيحة ٤ / ١٣٨.

فَقَالَ: " إِنَّ الَّذِي حَرَّمَ شُرْبَهَا حَرَّمَ بَيْعَهَا ".

قَالَ: " فَفَتَحَ الْمُزَادَةَ حَتَّى ذَهَبَ مَا فِيهَا ".[1]

''ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں شراب سے بھرا مشکیزہ پیش کیا، تو آپ ﷺ نے اس سے فرمایا: ''کیا تجھے معلوم ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے اس کو حرام کر دیا ہوا ہے۔''

اس نے عرض کیا: ''نہیں۔''

اس پر اس نے ایک شخص کے ساتھ سرگوشی کی، تو رسول اللہ ﷺ نے اس سے دریافت فرمایا: ''تم نے اس کے ساتھ کیا سرگوشی کی ہے؟''

اس نے جواب دیا: ''میں نے اس کو حکم دیا ہے کہ اسے فروخت کر دو۔''

آپ ﷺ نے فرمایا: ''یقیناً جس نے اس کا پینا حرام کیا ہے، اس نے اس کا بیچنا بھی حرام کیا ہے۔''

انہوں [راوی] نے بیان کیا: ''اس نے مشکیزے کو کھول دیا، حتی کہ جو کچھ اس میں تھا، وہ بہہ گیا۔''

اس حدیث شریف میں یہ بات واضح ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حرمت شراب کی خبر سن کر سرگوشی کرنے والے کی کیفیت کو نوٹ فرما لیا اور اس سے اس بارے میں استفسار فرمایا۔

نبی کریم ﷺ نے اسی بات پر اکتفانہ فرمایا، بلکہ سرگوشی کرنے والے کی غلط فہمی کا ازالہ بھی فرما دیا۔

حدیث شریف میں فائدہ دیگر:

آنحضرت ﷺ نے شراب کو بطور ہدیہ پیش کرنے والے پر احتساب سے پہلے یہ دریافت فرمایا: ''کیا تجھے علم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے شراب حرام قرار دے دی ہے؟'' اس بارے میں امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے تحریر کیا ہے:

"لَعَلَّ السُّؤَالَ كَانَ لِيَعْرِفَ حَالَهُ، فَإِنْ كَانَ عَالِمًا بِتَحْرِيمِهَا أَنْكَرَ عَلَيْهِ هَدِيَّتَهَا وَإِمْسَاكَهَا وَحَمْلَهَا، وَعَزَّرَهُ عَلَى ذٰلِكَ. فَلَمَّا أَخْبَرَهُ أَنَّهُ كَانَ جَاهِلاً بِذٰلِكَ عَذَرَهُ. وَالظَّاهِرُ أَنَّ هٰذِهِ الْقَضِيَّةَ كَانَتْ عَلَى قُرْبِ تَحْرِيمِ الْخَمْرِ قَبْلَ اشْتِهَارِ ذٰلِكَ."[2]

---

[1] صحيح مسلم، كتاب المساقاة، باب تحريم بيع الخمر، جزء من رقم الحديث ٦٨ (١٥٧٩)، ٣/١٢٠٦.

[2] شرح النووي ١١/٤.

''شاید یہ سوال اس کی حالت کو سمجھنے کی خاطر تھا، کہ اگر وہ اس کی حرمت سے آگاہ تھا، تو شراب کو بطور ہدیہ پیش کرنے، اس کو رکھنے اور اس کے اٹھانے پر اس کا احتساب کیا جاتا اور اس کو سزا دی جاتی۔ [لیکن] جب اس نے اس بارے میں اپنی لاعلمی کا اظہار کیا، تو آپ ﷺ نے اس کو معذور قرار دیا اور ایسے معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ حرمت شراب کے ابتدائی زمانہ اور اس کے حرام ہونے کی خبر کے مشہور ہونے سے پہلے کا ہے۔''

۴۔ تحفہ کی واپسی کے ردعمل کا ملاحظہ فرمانا:

امام بخاری اور امام مسلم رحمہما اللہ تعالیٰ نے صعب بن جثامہ لیثی رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ:

'' أَنَّهُ أَهْدَى لِرَسُولِ اللّٰهِ ﷺ حِمَارَ وَحْشٍ ، وَهُوَ بِالْأَبْوَاءِ أَوْ بِوَدَّانَ ، وَهُوَ مُحْرِمٌ ، فَرَدَّهُ ، قَالَ صَعْبٌ رضی اللہ عنہ : " فَلَمَّا عَرَفَ فِيْ وَجْهِي رَدَّهُ هَدِيَّتِي ، قَالَ : " لَيْسَ بِنَا رَدٌّ عَلَيْكَ ، وَلٰكِنَّا حُرُمٌ ".[1]

''انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک جنگلی گدھا بطور ہدیہ پیش کیا اور اس وقت آپ ﷺ مقام ابواء یا مقام ودان میں حالت احرام میں تھے۔ آپ ﷺ نے وہ واپس کر دیا۔ صعب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا: ''جب آپ ﷺ نے میرے چہرے پر ہدیہ کی واپسی کے اثر کو ملاحظہ کیا، تو فرمایا: ''ہمارے لیے تمہارا ہدیہ واپس کرنا [مناسب] نہ تھا، لیکن ہم تو حالت احرام میں ہیں۔''

اس حدیث شریف کے مطابق آنحضرت ﷺ نے ہدیہ پیش کرنے والے کے چہرے پر ہدیہ کی واپسی کے اثر کو ملاحظہ فرمایا۔ ہدیہ دینے والے نے بایں الفاظ اس کا ذکر کیا: [جب آپ ﷺ نے میرے چہرے پر ہدیہ کی واپسی کے لیے اثر کو ملاحظہ فرمایا] تو آپ ﷺ نے صرف اسی پر اکتفا نہ فرمایا، بلکہ ہدیہ دینے والے کی تسلی اور اطمینان کا اہتمام کرتے ہوئے فرمایا: ''ہمارے لیے تمہارا ہدیہ واپس کرنا [مناسب] نہ تھا، لیکن ہم تو حالت احرام میں ہیں۔''

سبحان اللہ! آپ ﷺ کے اخلاق کس قدر بلند و بالا تھے! آپ اپنے صحابہ کے ساتھ کس قدر متواضع اور مہربان تھے! صَلَوَاتُ رَبِّيْ وَسَلَامُهُ عَلَيْهِ.

---

[1] متفق علیه: صحيح البخاري، كتاب الهبة، رقم الحديث ۲۵۹٦، ۵ / ۲۲۰؛ وصحيح مسلم، كتاب الحج، باب تحريم الصيد للمحرم، رقم الحديث ۵۰ (۱۱۹۳)، ۲ / ۸۵۰. الفاظ حدیث صحیح البخاری کے ہیں۔

اس حدیث شریف پر امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے درج ذیل عنوان تحریر کیا ہے:

[بَابُ مَنْ لَمْ يَقْبَلِ الْهَدِيَّةَ لِعِلَّةٍ].[1]

[کسی علت کے پیش نظر ہدیہ قبول نہ کرنے والے کے متعلق باب]

امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فوائد حدیث بیان کرتے ہوئے تحریر کیا ہے:

" وَفِيْهِ أَنَّهُ يُسْتَحَبُّ لِمَنِ امْتَنَعَ مِنْ قُبُولِ هَدِيَّةٍ وَّنَحْوِهَا لِعُذْرٍ أَنْ يَعْتَذِرَ بِذٰلِكَ إِلَى الْمُهْدِي تَطْيِيبًا لِقَلْبِهِ."[2]

''اس [حدیث] سے یہ بات معلوم ہوتی ہے جو شخص ہدیہ وغیرہ کسی عذر کے سبب قبول نہ کرے، تو مستحب ہے کہ وہ ہدیہ دینے والے کے طیب خاطر کی غرض سے ہدیہ قبول نہ کرنے کا سبب بھی بیان کر دے۔''

۵۔ نماز سے جلدی پلٹنے پر صحابہ کے تعجب کو نوٹ فرمانا:

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عقبہ بن الحارث رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے بیان کیا:

" صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ الْعَصْرَ ، فَلَمَّا سَلَّمَ قَامَ سَرِيْعًا ، دَخَلَ عَلَى بَعْضِ نِسَائِهِ ، ثُمَّ خَرَجَ وَرَأَى مَا فِيْ وُجُوْهِ الْقَوْمِ مِنْ تَعَجُّبِهِمْ لِسُرْعَتِهِ. فَقَالَ:" ذَكَرْتُ ۔ وَأَنَا فِي الصَّلَاةِ ۔ تِبْرًا عِنْدَنَا، فَكَرِهْتُ أَنْ يُمْسِيَ ۔ أَوْ يَبِيْتَ ۔ عِنْدَنَا ، فَأَمَرْتُ بِقِسْمَتِهِ."[3]

''میں نے نبی ﷺ کے ساتھ نماز عصر پڑھی۔ جب آپ ﷺ نے سلام پھیرا، تو تیزی سے اپنی ایک اہلیہ کے ہاں تشریف لے گئے، پھر آپ ﷺ باہر تشریف لائے اور لوگوں کے چہروں پر اپنی جلدی کی بنا پر پیدا ہونے والے تعجب و حیرت کو دیکھ کر فرمایا: ''نماز میں مجھے اپنے ہاں پڑا ہوا سونے کا ایک ڈلا یاد آیا، تو میں نے اس بات کو ناپسند کیا کہ وہ شام تک۔ یا رات کو۔ ہمارے ہاں رہے، اس لیے میں نے اسے تقسیم کرنے کا حکم دے دیا۔''

اس حدیث شریف سے یہ بات واضح ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اپنے تیزی سے نماز سے پلٹنے کے

---

[1] صحيح البخاري ٥ / ٢٢٠.

[2] شرح النووي ٨ / ١٠٧ ؛ نیز ملاحظہ ہو: فتح الباري ٤ / ٣٤.

[3] صحيح البخاري ، كتاب العمل في الصلاة ، باب يفكر الرجل الشيء في الصلاة ، رقم الحديث ١٢٢١ ، ٣ / ٨٩.

متعلق حضرات صحابہ کے تعجب کو ان کے چہروں سے محسوس فرمایا اور پھر اس کا سبب بیان کر کے ان کی حیرت کو دور فرمایا۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ حضراتِ صحابہ پر اپنے اقوال وافعال کے اثرات کا جائزہ لیتے، ان کے ہاں کسی اشکال، الجھاؤ یا حیرت وتعجب کا احساس ہونے پر اس کو دور کرنے کی سعی فرماتے، آپ ﷺ کا طرزِ مبارک ان مدرسین سے یکسر مختلف تھا، جن کا مطمع نظر ادھر اُدھر سے جمع کی ہوئی الٹی سیدھی معلومات کلاس روم میں انڈیلنا ہوتا ہے اور جنہیں اس بات سے کچھ سروکار نہیں ہوتا کہ طلبہ پر ان کی باتوں کے کیا اثرات مرتب ہو رہے ہیں۔ ان میں سے بعض کے اندازِ تدریس کو دیکھ کر خیال ہوتا ہے کہ کلاس روم میں مدرس کی بجائے کوئی ٹیپ ریکارڈر ہے، جس کو آغازِ درس کے وقت چالو کیا گیا اور انتہائے درس پر بند کر دیا گیا ہو۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ایسے لوگوں کی راہ سے دور رکھیں اور اپنے نبی کریم ﷺ کے نقشِ قدم پر چلائیں۔ آمین یا حی یا قیوم۔

(44)

طلبہ کی غیر حاضری کا نوٹس لینا

ہمارے نبی کریم ﷺ اپنے طلبہ کے حضور وغیاب کا بھی نوٹس لیا کرتے تھے۔ غیر حاضر طلبہ کے بارے میں استفسار کرتے، ان کی غیر حاضری کے اسباب جاننے اور پھر انہیں دور کرنے کی سعی فرماتے۔ طلبہ کو مانوس کرنے، انہیں اپنی حیثیت کا احساس دلوانے اور باقاعدگی سے حاضر ہونے میں اس طرز عمل کی اہمیت چنداں محتاج بیان نہیں۔ ذیل میں توفیق الٰہی سے اس بارے میں سیرت طیبہ سے چار شواہد پیش کیے جارہے ہیں۔

ا۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے چپکے سے چلے جانے پر استفسار:

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے بیان کیا:

" لَقِيَنِي رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ وَأَنَا جُنُبٌ ، فَأَخَذَ بِيَدِي ، فَمَشَيْتُ مَعَهُ حَتَّى قَعَدَ ، فَانْسَلَلْتُ ، فَأَتَيْتُ الرَّحْلَ فَاغْتَسَلْتُ ، ثُمَّ جِئْتُ وَهُوَ قَاعِدٌ فَقَالَ: " أَيْنَ كُنْتَ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ؟ ".

فَقُلْتُ لَهُ.

فَقَالَ: " سُبْحَانَ اللّٰهِ! يَا أَبَا هُرَيْرَةَ! إِنَّ الْمُؤْمِنَ لَا يَنْجُسُ ".[1]

"رسول اللہ ﷺ مجھے ملے اور میں اس وقت جنبی تھا، آپ ﷺ نے میرا ہاتھ پکڑ لیا، تو میں آپ کے ساتھ چلنے لگا، یہاں تک کہ آپ ایک جگہ بیٹھ گئے، تو میں چپکے سے نکل کر گھر آ گیا اور غسل کیا، پھر میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ [اس وقت تک] بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ نے پوچھا: "اے ابو ہریرہ! تم کہاں تھے؟"

میں نے [صورتِ حال] بتلائی۔

تو آپ ﷺ نے فرمایا: "سبحان اللہ! اے ابو ہریرہ! مومن نجس نہیں ہوتا۔"

اس حدیث شریف سے واضح ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے آپ ﷺ کی مجلس سے چپکے سے چلے جانے پر آپ ﷺ نے ان سے استفسار فرمایا اور صرف اسی پر اکتفا نہ فرمایا، بلکہ یہ بھی واضح کیا کہ جنابت،

---

[1] صحيح البخاري، كتاب الغسل، باب الجنب يخرج ويمشي في السوق وغيره، رقم الحديث ٢٨٥، ١ / ٣٩١.

جس کی بنا پر وہ چپکے سے چلے گئے تھے، آپ کی مجلس میں بیٹھنے میں رکاوٹ نہیں۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ نے شرح حدیث میں تحریر کیا ہے:

"وَفِيْهِ اِسْتِحْبَابُ تَنْبِيْهِ الْمَتْبُوْعِ لِتَابِعِهٖ عَلَى الصَّوَابِ ، وَإِنْ لَمْ يَسْأَلْهُ." [1]

"اس میں اس بات کا استحباب ہے کہ پیشوا کو اپنے پیروکار کو ٹھیک بات سے آگاہ کرنا چاہیے، اگرچہ وہ اس بارے میں سوال نہ بھی کرے۔"

حدیث شریف میں دیگر فوائد:

حدیث شریف میں موجود دیگر فوائد میں سے دو درج ذیل ہیں:

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے شاگرد کے ہاتھ کو تھامنا۔ علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ رقمطراز ہیں:

"وَفِيْهِ جَوَازُ أَخْذِ الْإِمَامِ وَالْعَالِمِ بِيَدِ تِلْمِيْذِهٖ وَمَشْيِهٖ مُعْتَمِدًا عَلَيْهِ ، وَمُرْتَفِقًا بِهٖ" [2]

"اس میں امام اور عالم کا اپنے شاگرد کے ہاتھ کو پکڑنا اور اس پر ٹیک لگاتے ہوئے چلنا [ثابت ہوتا] ہے۔" [3]

(۲) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اسلوب ندا استعمال فرمانا کہ اس حدیث شریف کے مطابق اسی قصہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو ان کے نام کے ساتھ دو مرتبہ آواز دی۔ [4]

۲۔ ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کی غیر حاضری پر استفسار:

امام مسلم رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے بیان کیا:

" لَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ : ﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوْا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ ﴾ [5] إِلَى آخِرِ الْآيَةِ ، جَلَسَ ثَابِتُ بْنُ قَيْسٍ رضی اللہ عنہ فِيْ بَيْتِهٖ ، وَقَالَ : " أَنَا مِنْ أَهْلِ النَّارِ ". وَاحْتَبَسَ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم ، فَسَأَلَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم سَعْدَ بْنَ مُعَاذٍ رضی اللہ عنہ فَقَالَ : " يَا أَبَا عَمْرٍو ! مَا شَأْنُ ثَابِتٍ ؟ أَشْتَكٰى ؟ ".

---

[1] فتح الباري ۱ / ۳۹۱ ؛ نیز ملاحظہ ہو: عمدة القاري ۳ / ۲٤۰ .

[2] المرجع السابق ۳/۲٤۱ .

[3] اس بارے میں تفصیل کتاب ھذا کے صفحات ۱۰۲۔۱۰۷ پر ملاحظہ ہو۔

[4] اس بارے میں تفصیل کتاب ھذا کے صفحات ۹۲۔۱۰۱ پر ملاحظہ ہو۔

[5] سورة الحجرات / الآية ۲ .

قَالَ سَعْدٌ رضی اللہ عنہ: "إِنَّهُ لَجَارِي، وَمَا عَلِمْتُ لَهُ بِشَكْوَى".

قَالَ: "فَأَتَاهُ سَعْدٌ رضی اللہ عنہ، فَذَكَرَ لَهُ قَوْلَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ، فَقَالَ ثَابِتٌ رضی اللہ عنہ: "أُنْزِلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ، وَلَقَدْ عَلِمْتُمْ أَنِّي مِنْ أَرْفَعِكُمْ صَوْتًا عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ، فَأَنَا مِنْ أَهْلِ النَّارِ".

فَذَكَرَ ذٰلِكَ سَعْدٌ رضی اللہ عنہ لِلنَّبِيِّ ﷺ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: "بَلْ هُوَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ".[1]

''جب یہ آیت نازل ہوئی [اے ایمان والو! اپنی آوازوں کو نبی ﷺ کی آواز سے بلند نہ کرو...... آیت کے آخر تک] تو ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ اپنے گھر میں بیٹھ گئے اور کہا: ''میں جہنمی ہوں۔'' اور نبی ﷺ [کی مجلس میں جانے] سے رُک گئے۔''

نبی ﷺ نے [ان کے بارے میں] سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ سے استفسار کرتے ہوئے فرمایا: ''اے ابوعمرو! ثابت کیسے ہیں؟ کیا وہ بیمار ہو گئے ہیں؟''

سعد رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: ''بے شک وہ میرے پڑوسی ہیں، مجھے تو ان کی بیماری کا علم نہیں۔''

انہوں [راوی] نے بیان کیا: ''سعد رضی اللہ عنہ ان کے ہاں تشریف لے گئے اور ان سے نبی ﷺ کے استفسار کا ذکر کیا، تو ثابت رضی اللہ عنہ کہنے لگے: ''یہ آیت نازل ہوئی ہے اور بے شک تمہیں معلوم ہے کہ میری آواز رسول اللہ ﷺ کی آواز کے مقابلے میں تم سب کی آوازوں سے بلند ہے، اسی لیے میں تو جہنمی ہوں۔''

سعد رضی اللہ عنہ نے یہ [بات] نبی ﷺ سے ذکر کی، تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''بلکہ وہ تو جنتیوں میں سے ہیں۔''

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کی روایت کردہ حدیث میں ہے:

"أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ افْتَقَدَ ثَابِتَ بْنَ قَيْسٍ رضی اللہ عنہ، فَقَالَ رَجُلٌ: "يَا رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ! أَنَا أَعْلَمُ لَكَ عِلْمَهُ". الحديث"[2]

''یقیناً نبی ﷺ نے ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کی غیر حاضری کے بارے میں پوچھا، تو ایک شخص نے عرض کیا: ''یا رسول اللہ ﷺ! میں آپ کو اس کے بارے میں خبر لا کر عرض کرتا ہوں۔'' الحدیث

---

[1] صحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب مخافة المؤمن أن يحبط عمله، رقم الحديث ۱۸۷ (۱۱۹) ۱/ ۱۱۰.

[2] صحيح البخاري، كتاب المناقب، باب علامات النبوة في الإسلام، جزء من رقم الحديث ۳۶۱۳، ۶/ ۶۲۰.

اس حدیث شریف سے واضح ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اپنے صحابی ثابت رضی اللہ عنہ کی غیر حاضری کا نوٹس لیا اور ان کے متعلق ان کے پڑوسی سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ سے پوچھا۔ امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے شرح حدیث میں لکھا ہے:

"وَفِيهِ أَنَّهُ يَنبَغِي لِلْعَالِمِ وَكَبِيرِ الْقَوْمِ أَنْ يَتَفَقَّدَ أَصْحَابَهُ، وَيَسْأَلَ عَمَّنْ غَابَ مِنْهُمْ."[1]

"اس [حدیث] سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ عالم اور قوم کے سربراہ کو چاہیے کہ وہ اپنے رفقاء کی غیر حاضری کا نوٹس لے اور غیر موجود اشخاص کے متعلق [دوسروں] سے پوچھے۔"

نبی کریم ﷺ نے حضرت ثابت رضی اللہ عنہ کی غیر حاضری کے بارے میں استفسار کرنے اور ان کے احوال سے آگاہی پر اکتفانہ فرمایا، بلکہ انہیں یہ پیغام بھی بھیجا کہ مجلس مبارک سے غیر حاضری کے سبب کے متعلق ان کی رائے قطعی طور پر غلط تھی۔ امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کی روایت میں ہے:

" فَقَالَ مُوسَى بْنُ أَنَسٍ رضي الله عنه: " فَرَجَعَ الْمَرَّةَ الْآخِرَةَ بِبِشَارَةٍ عَظِيمَةٍ، فَقَالَ: " اِذْهَبْ إِلَيْهِ، فَقُلْ لَهُ: " إِنَّكَ لَسْتَ مِنْ أَهْلِ النَّارِ، وَلٰكِنْ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ."[2]

"موسیٰ بن انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا: "دوسری بار وہ عظیم بشارت کے ساتھ پلٹے، آپ ﷺ نے فرمایا: "ان کی طرف جایئے اور ان سے کہیے: "یقیناً تم جہنمی نہیں ہو، بلکہ جنتی ہو۔"

۳۔ بیٹے کے غم میں غیر حاضر رہنے والے کے متعلق استفسار:

امام نسائی رحمہ اللہ تعالیٰ نے معاویہ بن قرہ سے روایت کی ہے اور انہوں نے اپنے باپ رضی اللہ عنہ سے کہ انہوں نے بیان کیا:

"كَانَ نَبِيُّ اللّٰهِ ﷺ إِذَا جَلَسَ، يَجْلِسُ إِلَيْهِ نَفَرٌ مِنْ أَصْحَابِهِ، وَفِيهِمْ رَجُلٌ لَهُ ابْنٌ صَغِيرٌ، يَأْتِيهِ مِنْ خَلْفِ ظَهْرِهِ، فَيُقْعِدُهُ بَيْنَ يَدَيْهِ، فَهَلَكَ فَامْتَنَعَ الرَّجُلُ أَنْ يَحْضُرَ الْحَلْقَةَ لِذِكْرِ ابْنِهِ، فَحَزِنَ عَلَيْهِ.

فَفَقَدَهُ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ: "مَالِيَ لَا أَرَى فُلَانًا؟"

---

[1] شرح النووي ۲ / ۱۳۴.

[2] صحيح البخاري، كتاب المناقب، باب علامات النبوة في الإسلام، جزء من رقم الحديث ۳۶۱۳، ۶ / ۶۲۰.

قَالُوا: " يَا رَسُولَ اللّٰهِ! بُنَيَّهُ الَّذِي رَأَيْتَهُ هَلَكَ ".

فَلَقِيَهُ النَّبِيُّ ﷺ ، فَسَأَلَهُ عَنْ بُنَيِّهِ ، فَأَخْبَرَهُ أَنَّهُ هَلَكَ ، فَعَزَّاهُ عَلَيْهِ ، ثُمَّ قَالَ: " يَا فُلَانُ! أَيُّمَا كَانَ أَحَبَّ إِلَيْكَ: أَنْ تَمَتَّعَ بِهِ عُمُرَكَ أَوْ لَا تَأْتِي غَدًا إِلَى بَابٍ مِنْ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ إِلَّا وَجَدْتَهُ قَدْ سَبَقَكَ إِلَيْهِ ، يَفْتَحُهُ لَكَ ".

قَالَ: " يَا نَبِيَّ اللّٰهِ! بَلْ يَسْبِقُنِي إِلَى بَابِ الْجَنَّةِ ، فَيَفْتَحُهَا لِي ، لَهُوَ أَحَبُّ إِلَيَّ ".

قَالَ: " فَذَاكَ لَكَ ".[1]

جب نبی ﷺ تشریف فرما ہوتے، تو آپ کے ساتھ صحابہ کی ایک جماعت بھی بیٹھتی۔ انہیں میں سے ایک چھوٹے بچے والا شخص تھا، جو کہ اس کے پیچھے سے آتا، تو وہ اس کو اپنے آگے بٹھا دیتا۔ وہ بچہ فوت ہو گیا، تو اس شخص نے بچے کی یاد کے غم میں حلقہ میں حاضر ہونا چھوڑ دیا۔

نبی ﷺ نے اس کی غیر حاضری کا نوٹس لیا، اور دریافت فرمایا: ''کیا بات ہے میں فلاں شخص کو (مجلس میں) نہیں دیکھ رہا؟''

لوگوں نے بتلایا: ''یا رسول اللہ ﷺ! اس کا وہ چھوٹا بیٹا [پیارا سا] جسے آپ [مجلس میں] دیکھتے تھے، وہ فوت ہو گیا ہے۔''

چنانچہ نبی ﷺ نے اس سے ملاقات فرمائی اور اس سے اس کے چھوٹے بیٹے کے متعلق دریافت فرمایا۔ اس نے بتلایا کہ وہ فوت ہو چکا ہے، تو آپ ﷺ نے اس کو تسلی دی۔ پھر آپ نے اس سے فرمایا: ''اے فلان! تجھے [دونوں میں سے] کون سی بات زیادہ پسند ہے: اپنی ساری عمر اس سے فائدہ اٹھاتا، یا کل جنت کے دروازوں میں سے کسی دروازے پر تم آؤ، تو وہاں وہ تم سے پہلے پہنچا ہو اور جنت کے دروازے کو تمہارے لیے کھولے؟''

اس نے عرض کیا: ''اے اللہ تعالیٰ کے نبی ﷺ! مجھے یہ زیادہ پسند ہے کہ وہ جنت کے دروازے پر مجھ سے پہلے پہنچے اور اس کو میرے لیے کھولے۔''

آپ ﷺ نے فرمایا: ''پس یہ [جزا] تیرے لیے ہے۔''

---

[1] سنن النسائي ، كتاب الجنائز ، في التعزية ، ٤ / ١١٨. شیخ البانی نے اس حدیث کو [صحیح] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: صحيح سنن النسائي ٢ / ٤٤٩)، اور امام احمد اور حاکم نے اس کو قدرے اختصار کے ساتھ روایت کیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: المسند ، رقم الحديث ١٥٥٩٥ ٢٤ / ٣٦١ ؛ والمستدرك على الصحيحين ، كتاب الجنائز ١ / ٣٨٤). امام حاکم نے اس کو [صحیح] کہا ہے اور حافظ الذہبی نے ان کی تائید کی ہے۔ (ملاحظہ ہو: المرجع السابق ١ / ٣٨٤ ؛ والتلخيص ١ / ٣٨٤) ؛ شیخ ارناؤوط اور ان کے رفقاء نے المسند کی [اسناد کو صحیح] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: هامش المسند ٢٤ / ٣٦١).

اس حدیث شریف کے مطابق آنحضرت ﷺ نے اپنے حلقہ سے ایک شخص کی غیر حاضری کا نوٹس لیا، غیر حاضری کا سبب دریافت فرمایا اور سبب معلوم ہونے پر اس کا ازالہ فرمایا۔ صَلَوٰتُ رَبِّیْ وَسَلَامُهُ عَلَیْهِ.

حدیث شریف میں دیگر فوائد:

حدیث شریف میں موجود دیگر فوائد میں سے تین درج ذیل ہیں:

۱۔ بچے کے باپ کے ساتھ حلقہ میں حاضر ہونے پر آنحضرت ﷺ کا اعتراض نہ فرمانا۔ ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے بچے کے والد سے پوچھا: " أَتُحِبُّهُ؟ " " کیا تم اس سے پیار کرتے ہو؟ " اس نے عرض کیا: " یا رسول اللہ ﷺ ! أَحَبَّكَ اللّٰهُ كَمَا أُحِبُّهُ. "[1]

" یا رسول اللہ ﷺ ! اللہ تعالیٰ آپ سے اسی طرح محبت کرے جیسے کہ میں اس سے محبت کرتا ہوں۔ "

۲۔ آنحضرت ﷺ نے غمگین شخص کو بات سمجھانے کا آغاز اسلوب ندا سے فرمایا۔[2]

۳۔ آنحضرت ﷺ نے دورانِ تعلیم اسلوب استفہام اختیار فرمایا۔[3]

۴۔ غیر حاضر ہونے والے انصار کے متعلق استفسار:

امام حاکم رحمہ اللہ تعالیٰ نے عبداللہ بن بریدہ، اور انہوں نے اپنے باپ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے بیان کیا:

" كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَتَعَهَّدُ الْأَنْصَارَ ، وَيَعُوْدُهُمْ ، وَيَسْأَلُ عَنْهُمْ. "[4]

" رسول اللہ ﷺ انصار کا خیال رکھتے، ان [میں سے بیمار ہونے والوں] کی عیادت فرماتے اور ان [میں سے غائب ہونے والوں] کے متعلق سوال فرماتے۔ "

خلاصہ کلام یہ ہے کہ ہمارے نبی کریم ﷺ اپنے طلبہ کی غیر حاضری کا نوٹس لیتے، غیر حاضری کے اسباب کے بارے میں پوچھ گچھ فرماتے اور ان کے ازالے کے لیے سعی فرماتے۔ افسوس کہ ہمارے بعض مدرسین اس سنت کو فراموش کرچکے ہیں۔ ان کے ہاں بعض طلبہ ہفتہ، بلکہ مہینہ، بلکہ بسا اوقات نصف تعلیمی سال [Semester] بھی غائب رہیں، تب بھی ان کے کانوں پر جوں تک نہیں رینگتی۔ إِلَى اللّٰهِ الْمُشْتَكٰى وَهُوَ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا يَفْعَلُوْنَ.

---

[1] المسند، جزء من رقم الحديث ۱۵۵۹۵، ۲۴/ ۳۶۰. شیخ ارناؤوط اور ان کے رفقاء نے اس کی [اسناد کو صحیح] کہا ہے۔ (ملاحظہ ہو: هامش المسند ۲۴/ ۳۶۰).

[2] اس بارے میں تفصیل کتاب ھذا کے صفحات ۹۲۔۱۰۱ پر ملاحظہ ہو۔

[3] اس بارے میں تفصیل کتاب ھذا کے صفحات ۱۶۵۔۱۷۰ پر ملاحظہ ہو۔

[4] المستدرك على الصحيحين، كتاب الجنائز، ۱/ ۳۸۴. امام حاکم نے اس حدیث کی [اسناد کو صحیح] کہا ہے اور حافظ الذہبی نے ان کی تائید کی ہے۔ (ملاحظہ ہو: المرجع السابق ۱/ ۳۸۴؛ والتلخيص ۱/ ۳۸۴).

(45)

آسانی کرنے والے معلم

ہمارے نبی کریم ﷺ کی بحیثیت سیرت طیبہ میں ایک اہم بات یہ تھی کہ آپ اپنے شاگردوں کو مشقت میں نہ ڈالتے تھے، بلکہ ان کے لیے آسانی کی راہیں کھولتے تھے۔ آپ ﷺ نے خود ہی اپنے اس وصف کو بیان فرمایا ہے۔ امام مسلم رحمہ اللہ نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے، اور انہوں نے نبی ﷺ سے روایت نقل کی ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا:

"إِنَّ اللّٰهَ لَمْ يَبْعَثْنِي مُعَنِّتاً وَلَا مُتَعَنِّتاً، وَلٰكِنْ بَعَثَنِي مُعَلِّماً مُيَسِّرًا."[1]

"یقیناً مجھے اللہ تعالیٰ نے لوگوں پر سختی کرنے والا، عیب چین بنا کر نہیں بھیجا، بلکہ مجھے آسانی کرنے والا معلم بنا کر مبعوث فرمایا۔"

سیرت طیبہ میں اس بات کے کثیر تعداد میں شواہد ہیں۔ ان میں سے پانچ توفیق الٰہی سے ذیل میں پیش کیے جا رہے ہیں:

ا۔ چھوٹے کپڑے والے کے لیے سہولت:

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے بیان کیا:

"خَرَجْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِي بَعْضِ أَسْفَارِهِ، فَجِئْتُ لَيْلَةً لِبَعْضِ أَمْرِي، فَوَجَدْتُهُ يُصَلِّي، وَعَلَيَّ ثَوْبٌ وَاحِدٌ، فَاشْتَمَلْتُ بِهِ، وَصَلَّيْتُ إِلَىٰ جَانِبِهِ.

فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ: "مَا السُّرَى يَا جَابِرُ؟".

فَأَخْبَرْتُهُ بِحَاجَتِي، فَلَمَّا فَرَغْتُ، قَالَ: "مَا هٰذَا الْإِشْتِمَالُ الَّذِي رَأَيْتُ؟".

قُلْتُ: "كَانَ ثَوْبٌ (يَعْنِي ضَاقَ)".

قَالَ: "فَإِنْ كَانَ وَاسِعًا فَالْتَحِفْ بِهِ، وَإِنْ كَانَ ضَيِّقًا فَاتَّزِرْ بِهِ".[2]

"میں نبی ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں گیا۔ ایک رات میں اپنی کسی ضرورت کے پیش نظر [آپ

---

[1] صحيح مسلم، كتاب الطلاق، باب بيان أن تخيير امرأة لا يكون طلاقاً إلا بالنية، رقم الحديث ٢٩ (١٤٧٨)، ١١٠٥/٢.

[2] صحيح البخاري، كتاب الصلاة، باب إذا كان الثوب ضيقًا، رقم الحديث ٣٦١، ٤٧٢/١.

کے پاس] آیا، تو میں نے آپ کو نماز میں مشغول پایا، اس وقت میرے بدن پر ایک ہی کپڑا تھا، میں نے اسے لپیٹ لیا، اور آپ کے پہلو میں نماز پڑھی۔

جب آپ ﷺ [نماز سے] فارغ ہوئے، تو فرمایا: ''اے جابر! رات کو [اس وقت] تم کیسے آئے ہو؟''

میں نے اپنی حاجت بتلائی۔ جب میں فارغ ہوگیا، تو آپ ﷺ نے پوچھا: ''یہ لپیٹنا جو میں دیکھ رہا ہوں، کیسا ہے؟''

میں نے عرض کیا: ''ایک ہی کپڑا تھا یعنی تنگ تھا۔''

آپ ﷺ نے فرمایا: ''اگر وہ کشادہ ہو، تو اس کو لپیٹ لو اور اگر تنگ ہو تو اس کو تہبند کے طور پر باندھ لیا کرو۔''

اور صحیح مسلم کی روایت میں ہے:

" فَقَامَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ لِيُصَلِّيَ ، وَكَانَتْ عَلَيَّ بُرْدَةٌ ، ذَهَبْتُ أَنْ أُخَالِفَ بَيْنَ طَرَفَيْهَا ، فَلَمْ تَبْلُغْ بِي. وَكَانَتْ لَهَا ذَبَاذِبُ ، فَنَكَّسْتُهَا ، ثُمَّ خَالَفْتُ بَيْنَ طَرَفَيْهَا ، ثُمَّ تَوَاقَصْتُ عَلَيْهَا، ثُمَّ جِئْتُ حَتّٰى قُمْتُ عَنْ يَسَارِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ. فَأَخَذَ بِيَدِي فَأَدَارَنِي حَتّٰى أَقَامَنِي عَنْ يَمِينِهِ ....

فَلَمَّا فَرَغَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ قَالَ : " يَا جَابِرُ ".

قُلْتُ : " لَبَّيْكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ! ".

قَالَ : " إِذَا كَانَ وَاسِعًا فَخَالِفْ بَيْنَ طَرَفَيْهِ ، وَإِذَا كَانَ ضَيِّقًا فَاشْدُدْهُ عَلَى حِقْوِكَ ".[1]

''رسول اللہ ﷺ نماز پڑھنے کی غرض سے اٹھے، اور مجھ پر ایک چادر تھی، میں نے اس کی مخالف سمتوں کے دونوں کناروں کو [اپنی گردن] میں جمع کرنے کی کوشش کی، لیکن وہ [چادر] پوری نہ آئی، اس کے بٹے ہوئے کنارے تھے، میں نے انہیں کھولا، پھر مخالف سمتوں کے دونوں کناروں کو ملایا، اور اس [چادر] کو اپنی گردن کے ساتھ لپیٹ لیا، پھر میں رسول اللہ ﷺ کے بائیں جانب آ کھڑا ہوگیا۔ نبی ﷺ نے میرے ہاتھ کو پکڑا اور مجھے گھما کر دائیں جانب کرلیا......

---

[1] صحيح مسلم ، كتاب الزهد والرقائق، باب حديث جابر ﷺ الطويل وقصة أبي اليسر ، جزء من رقم الحديث ٧٤ (٣٠١٠)، ٤/ ٢٣٠٥-٢٣٠٦.

جب رسول اللہ ﷺ [نماز سے] فارغ ہوئے تو فرمایا: ''اے جابر!''

میں نے عرض کیا: ''میں حاضر ہوں یا رسول اللہ ﷺ! میں حاضر ہوں۔''

آپ ﷺ نے فرمایا: ''جب وہ [کپڑا] کشادہ ہو تو اس کی مخالف سمتوں کے کناروں کو ملاؤ اور اگر وہ تنگ ہو، تو اس کو اپنی کمر پر باندھ لو۔''

اس حدیث شریف میں یہ بات واضح ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے لیے آسانی فرمائی۔ آپ ﷺ نے انہیں اس بات سے آگاہ فرمایا کہ جب کپڑا تنگ ہو، تو نماز کے لیے اس کی مخالف سمتوں کے کناروں کو گردن سے تھامنے جھکنے کی مشقت اٹھانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ ایسی صورت میں چادر کو بطور تہبند استعمال کر کے نماز ادا کر لی جائے۔

حدیث شریف میں دیگر فوائد:

حدیث شریف میں موجود دیگر فوائد میں سے دو درج ذیل ہیں:

☆ آنحضرت ﷺ کی اپنے شاگردوں کے لیے تواضع کہ انہیں اپنی ضرورت کے سلسلے میں رات کو بھی آپ کی خدمت میں حاضری کی اجازت تھی۔[1]

☆ آنحضرت ﷺ کا تعلیم سے قبل اپنے شاگرد کو اس کا نام لے کر ندا دینا۔ اظہار انس اور شاگرد کی کلی توجہ مبذول کروانے میں اس طرز عمل کی اہمیت چنداں محتاج بیان نہیں۔[2]

۲۔ نمازی کے لیے سترہ کے سلسلہ میں آسانی:

حضرات ائمہ احمد، ابوداود، ابن ماجہ، اور ابن حبان رحمہم اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ:

"أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: " إِذَا صَلَّى أَحَدُكُمْ فَلْيَجْعَلْ تِلْقَاءَ وَجْهِهِ شَيْئًا، فَإِنْ لَمْ يَجِدْ فَلْيَنْصِبْ عَصًا، فَإِنْ لَمْ يَكُنْ مَعَهُ عَصًا، فَلْيَخْطُطْ خَطًّا، ثُمَّ لَا يَضُرُّهُ مَا مَرَّ أَمَامَهُ ".[3]

---

[1] اس بارے میں تفصیل کتاب ھذا کے صفحات ۲۵۰۔۲۵۶ پر ملاحظہ ہو۔

[2] اس بارے میں تفصیل کتاب ھذا کے صفحات ۹۲۔۱۰۱ پر ملاحظہ ہو۔

[3] المسند ۲ / ۲۴۹ (ط: المکتب الإسلامي)؛ وسنن أبي داود، کتاب الصلاة، رقم الحدیث ۶۸۹، ۲ / ۲۷۰؛ وسنن ابن ماجة، أبواب إقامة الصلاة، باب ما یستر المصلي، رقم الحدیث ۹۳۰، ۱ / ۱۷۰؛ والإحسان في تقریب ⇦⇦⇦

''بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے، تو اپنے سامنے کوئی چیز رکھ لے۔ اگر اسے کوئی چیز نہ ملے، تو چھڑی نصب کر لے، اگر یہ بھی نہ ہو تو پھر [زمین پر] ایک لکیر ہی کھینچ لے، پھر اس کے آگے سے گزرنے والا اسے نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔''

آنحضرت ﷺ نے سترہ کے سلسلے میں امت پر کس قدر آسانی فرمائی! یہ سہولت درج ذیل دو صورتوں میں نمایاں ہے:

۱۔ سترہ کے لیے کسی مخصوص چیز کو متعین نہیں کیا گیا، بلکہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اپنے آگے کوئی چیز رکھ لے اور کچھ میسر نہ ہو، تو اپنی چھڑی ہی نصب کرے۔ اس سلسلے میں علامہ عظیم آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ نے تحریر کیا ہے:

" فِيهِ أَنَّ السُّتْرَةَ لَا تَخْتَصُّ بِنَوْعٍ ، بَلْ كُلُّ شَيْءٍ يَنْصِبُهُ الْمُصَلِّي تِلْقَاءَ وَجْهِهِ يَحْصُلُ بِهِ الْإِمْتِثَالُ."[۱]

''اس میں یہ [بات] ہے کہ سترہ کسی خاص چیز کے ساتھ مخصوص نہیں، بلکہ نمازی اپنے آگے جو چیز بھی نصب کرے گا، اس سے [آنحضرت ﷺ کے] حکم کی تعمیل ہو جائے گی۔''

۲۔ کسی بھی چیز کے موجود نہ ہونے کی حالت میں آنحضرت ﷺ نے زمین پر نمازی کے آگے کھینچے ہوئے خط ہی کو سترہ قرار دے دیا۔ امام ابوداود رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس حدیث پر بایں الفاظ عنوان تحریر کیا:

[بَابُ الْخَطِّ إِذَا لَمْ يَجِدْ عَصًا].[۲]

[جب چھڑی میسر نہ ہو تو خط کھینچنے کے متعلق باب]

اور امام ابن حبان رحمہ اللہ تعالیٰ نے درج ذیل عنوان تحریر کیا:

"ذِكْرُ إِجَازَةِ الْإِسْتِتَارِ لِلْمُصَلِّي فِي الْفَضَاءِ بِالْخَطِّ عِنْدَ عَدَمِ الْعَصَا وَالْعَنَزَةِ."[۳]

[کھلی جگہ میں چھڑی اور نیزہ کی عدم موجودگی میں نمازی کا لکیر کو سترہ بنانے کا جواز کا ذکر]

⇐⇐⇐صحیح ابن حبان ، کتاب الصلاة ، باب مایکرہ للمصلي وما لا یکرہ ، رقم الحدیث ۲۳۷۶ ، ۶ / ۱۳۸ . الفاظ حدیث سنن أبي داود کے ہیں۔ حافظ ابن حجر نے اس کے بارے میں لکھا ہے: ''اس کو احمد اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے اور ابن حبان نے [صحیح] کہا ہے۔ جس نے اس کو [مضطرب] سمجھا ہے اس کی رائے درست نہیں، بلکہ یہ [حدیث حسن] ہے۔'' بلوغ المرام ص ۴۷).

[۱] عون المعبود ۲ / ۲۷۰ . [۲] سنن أبي داود ، کتاب الصلاة ، ۲ / ۲۷۰ .

[۳] الإحسان في تقریب صحیح ابن حبان ، کتاب الصلاة، باب ما یکرہ للمصلي و ما لا یکرہ ، ۶/۱۳۸ .

۳۔ قرآن سے کچھ نہ پڑھ سکنے والے نمازی کے لیے سہولت:

امام ابوداود اور امام ابن حبان رحمہما اللہ تعالیٰ نے حضرت عبداللہ بن اَبی اوفی رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے:

"جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: إِنِّي لَا أَسْتَطِيعُ أَنْ آخُذَ مِنَ الْقُرْآنِ شَيْئًا فَعَلِّمْنِي مَا يُجْزِئُنِي مِنْهُ".

فَقَالَ: "قُلْ: سُبْحَانَ اللّٰهِ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ، وَلاَ إِلٰهَ إِلاَّ اللّٰهُ، وَاللّٰهُ أَكْبَرُ، وَلاَ حَوْلَ وَلاَ قُوَّةَ إِلاَّ بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ".

قَالَ: "يَا رَسُولَ اللّٰهِ! هٰذَا لِلّٰهِ فَمَا لِي؟".

قَالَ: "قُلِ: اَللّٰهُمَّ ارْحَمْنِي وَارْزُقْنِي وَعَافِنِي وَاهْدِنِي".

فَلَمَّا قَامَ، قَالَ هٰكَذَا بِيَدِهِ [بيديه]، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: "أَمَّا هٰذَا فَقَدْ مَلَأَ يَدَهُ[يديه] مِنَ الْخَيْرِ".[1]

"ایک شخص نے نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا: "میں قرآن سے کچھ بھی اخذ کرنے کی استطاعت نہیں رکھتا۔ مجھے وہ چیز بتلائیے جو مجھے اس سے [دورانِ نماز] کفایت کر جائے۔"

آپ ﷺ نے فرمایا: "تم کہو: سبحان الله، والحمدلله، ولا إله إلا الله، والله اکبر، ولا حول ولا قوة إلا بالله العلي العظيم."

اس نے عرض کیا: "یارسول اللہ ﷺ! یہ [سب کچھ] تو اللہ تعالیٰ کے لیے ہے، میرے لیے کیا ہے؟"

آپ ﷺ نے فرمایا: "تم کہو: اَللّٰهُمَّ ارْحَمْنِي وَارْزُقْنِي وَعَافِنِي وَاهْدِنِي".[2]

پس جب وہ اٹھا، تو اس نے اپنے ہاتھ [یا اپنے دونوں ہاتھوں] سے اس طرح کہا: [اس موقع پر]

---

[1] سنن أبي داود، کتاب الصلاة، رقم الحدیث ۸۳۲، ۳ / ۴۲ - ۴۳؛ والإحسان في تقریب صحیح ابن حبان، کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، رقم الحدیث ۱۸۰۹، ۵ / ۱۱۶ الفاظ حدیث سنن اَبی داود کے ہیں۔ شیخ البانی نے اس کو [حسن] کہا ہے۔ (ملاحظہ ہو: صحیح سنن أبی داود ۱/۱۵۷) اور شیخ ارناؤوط نے اس کی [اسناد کو حسن] کہا ہے۔ (ملاحظہ ہو: هامش الإحسان ۵ / ۱۱۶).

[2] ["یعنی اے اللہ! مجھ پر رحم فرمائیے، مجھے رزق دیجیے، مجھے عافیت دیجیے اور مجھے ہدایت دیجیے۔"]

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اس نے تو اپنے ہاتھ [یا دونوں ہاتھوں] کو خیر سے بھر لیا ہے۔''

اس حدیث شریف کے مطابق نبی کریم ﷺ نے قرآنِ کریم میں سے نماز میں کچھ بھی نہ پڑھ سکنے والے کے لیے کس قدر سہولت اور آسائش فرما دی، کہ وہ صرف [سبحان الله ، والحمدلله، ولا إله إلا الله ، والله اكبر ، ولا حول ولا قوة إلا بالله العلي العظيم] پڑھ لے۔

امام ابوداود رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس حدیث شریف پر درج ذیل عنوان تحریر کیا ہے:

[بَابُ مَا يُجزِئُ الْأُمِّيَّ وَالْأَعْجَمِيَّ مِنَ الْقِرَاءَةِ].[1]

[ان پڑھ اور غیر عربی سے قرأت سے کفایت کرنے والی چیز کے متعلق باب]

امام ابن حبان رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس حدیث شریف کو اپنی کتاب [الصحیح] میں ایک سے زیادہ بار روایت کیا ہے۔ ایک مقام پر انہوں نے اس پر درج ذیل عنوان لکھا ہے:

[ذِكْرُ الْإِخْبَارِ عَمَّا يَعْمَلُ الْمُصَلِّيُ فِيْ قِيَامِهِ عِنْدَ عَدَمِ قِرَاءَةِ فَاتِحَةِ الْكِتَابِ].[2]

[حالت قیام میں سورۃ فاتحہ نہ پڑھنے کی صورت میں نمازی کے عمل کے بارے میں احادیث کا ذکر]

ایک دوسرے مقام پر حضرت امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے درج ذیل عنوان تحریر کیا ہے:

[ذِكْرُ الْأَمْرِ بِالتَّسْبِيحِ وَالتَّحْمِيدِ وَالتَّهْلِيلِ وَالتَّكْبِيرِ فِي الصَّلَاةِ لِمَنْ لَا يُحْسِنُ قِرَاءَةَ فَاتِحَةِ الْكِتَابِ].[3]

[جو شخص نماز میں ٹھیک طریقے سے سورۃ فاتحہ نہ پڑھ سکے اس کے لیے تسبیح، تحمید، تہلیل، تکبیر کے حکم کا ذکر]

تنبیہ:

یہ اجازت فوری وقتی ضرورت کے پیش نظر ہے۔ مستقل اور دائمی طور پر یہ طریقہ اختیار کرنے کی اجازت نہیں، کیونکہ جو شخص مذکورہ بالا کلمات پڑھ سکتا ہے، وہ کچھ عرصے میں سورۃ الفاتحہ اور پھر اس کے بعد سورۃ الکوثر، العصر اور اخلاص بھی ان شاء اللہ تعالیٰ سیکھ لے گا۔ شیخ محمد شمس الحق عظیم آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ نے شرح حدیث میں بعض علماء کا قول بایں الفاظ نقل کیا ہے:

---

[1] سنن أبي داود ، كتاب الصلاة ، ۳ / ٤١.

[2] الإحسان في تقريب صحيح ابن حبان ، كتاب الصلاة ، باب صفة الصلاة ، ٥ / ١١٤.

[3] المرجع السابق ٥ / ١١٦.

" اِعْلَمْ أَنَّ هٰذِهِ الْوَاقِعَةَ لَا تَجُوزُ أَنْ تَكُونَ فِي جَمِيعِ الْأَزْمَانِ لِأَنَّ مَنْ يَقْدِرُ عَلَى تَعلُّمِ هذهِ الْكلماتِ لا مُحَالَةَ يَقدِرُ عَلَى تَعلُّمِ الْفَاتِحَةِ ، بَلْ تَأْوِيلُهُ لَا أَسْتَطِيعُ أَنْ أَتَعَلَّمَ شَيْئًا مِنَ الْقُرْآنِ فِيْ هٰذِهِ السَّاعَةِ ، وَقَدْ دَخَلَ عَلَيَّ وَقْتُ الصَّلَاةِ ، فَإِذَا فَرَغَ مِنْ تِلْكَ الصَّلَاةِ لَزِمَهُ أَنْ يَتَعَلَّمَ."[1]

"جان لو کہ یہ بات تمام زمانوں کے لیے نہیں، کیونکہ جو شخص یہ کلمات سیکھ لیتا ہے وہ فاتحہ سیکھنے کی بھی لازماً استطاعت رکھتا ہوگا۔ درحقیقت معنی یہ ہے کہ مجھ پر وقت نماز آ چکا ہے اور میں فوری طور پر قرآن سے کچھ سیکھنے کی استطاعت نہیں رکھتا۔ نماز سے فارغ ہو کر اس پر سیکھنا لازم ہے۔"

۴۔ بھول کر نماز چھوڑنے والے کے لیے آسانی:

امام بخاری اور امام مسلم رحمہما اللہ تعالیٰ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ:

" أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: " مَنْ نَسِيَ صَلَاةً فَلْيُصَلِّهَا إِذَا ذَكَرَهَا ، لَا كَفَّارَةَ لَهَا إِلَّا ذٰلِكَ ".[2]

"یقیناً رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "جو شخص نماز [پڑھنا] بھول جائے، تو جب بھی اس کو یاد آئے پڑھ لے، اس کے سوا اس پر اور کوئی کفارہ نہیں۔"

اس حدیث شریف کے مطابق آنحضرت ﷺ نے بھول کر نماز نہ پڑھنے والے کے لیے سہولت اور آسانی فرما دی۔ اور یہ آسانی درج ذیل دو پہلوؤں سے ہے:

۱۔ جب بھی بھولی ہوئی نماز یاد آئے، ادا کر لے۔

۲۔ ادائیگی نماز کے علاوہ اس کے ذمہ اور کوئی کفارہ نہیں۔ امام خطابی رحمہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کے ارشادِ گرامی: [لَا كَفَّارَةَ لَهَا إِلَّا ذٰلِكَ] کی شرح میں تحریر کیا ہے:

" هٰذَا يَحْتَمِلُ وَجْهَيْنِ: أَحَدُهُمَا: أَنَّهُ لَا يُكَفِّرُهَا غَيْرُ قَضَائِهَا ، وَالْآخَرُ أَنَّهُ لَا يَلْزَمُهُ فِيْ نِسْيَانِهَا غَرَامَةٌ وَلَا صَدَقَةٌ وَ لَا زِيَادَةُ تَضْعِيفٍ لَهَا ، إِنَّمَا يُصَلِّي مَا تَرَكَ."[3]

---

[1] عون المعبود ۳ / ٤٣.

[2] متفق عليه: صحيح البخاري ، كتاب مواقيت الصلاة ، باب من نسي صلاة فليصل إذا ذكرها ، ولا يعيد إلا تلك الصلاة ، رقم الحديث ٥٩٧ ، ٢ / ٧٠ ؛ وصحيح مسلم ، كتاب المساجد ومواضع الصلاة ، باب قضاء الصلاة الفائتة واستحباب تعجيل قضائها ، رقم الحديث ٣١٤ (٦٨٤) ، ١ / ٤٧٧ ؛ الفاظ حدیث صحیح مسلم کے ہیں۔

[3] منقول از: عمدة القاري ٥ / ٩٣.

''اس میں دو باتوں کا احتمال ہے: پہلی بات یہ ہے کہ ادائیگی نماز کے علاوہ اور کوئی چیز اس کا کفارہ نہیں بن سکتی اور دوسری بات یہ ہے کہ نماز بھولنے کی بنا پر اس کے ذمہ کوئی اور جرمانہ، یا صدقہ، یا زیادہ نماز نہیں۔ وہ صرف چھوڑی ہوئی نماز ہی ادا کرے۔''

۵۔ روزہ میں ازدواجی تعلقات کے کفارہ میں آسانی:

امام بخاری اور امام مسلم رحمہما اللہ تعالیٰ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے بیان کیا:

" جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ، فَقَالَ: "هَلَكْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ!".

قَالَ: " وَمَا أَهْلَكَكَ؟ ".

قَالَ: " وَقَعْتُ عَلَى امْرَأَتِي فِي رَمَضَانَ ".

قَالَ: " هَلْ تَجِدُ مَا تُعْتِقُ رَقَبَةً؟ ".

قَالَ: " لَا ".

قَالَ: " فَهَلْ تَسْتَطِيعُ أَنْ تَصُومَ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ؟ ".

قَالَ: " لَا ".

قَالَ: " فَهَلْ تَجِدُ مَا تُطْعِمُ سِتِّينَ مِسْكِينًا؟ ".

قَالَ: " لَا ".

قَالَ: " ثُمَّ جَلَسَ، فَأُتِيَ النَّبِيُّ ﷺ بِعَرَقٍ فِيهِ تَمْرٌ، فَقَالَ: "تَصَدَّقْ بِهٰذَا ".

قَالَ: " أَفْقَرَ مِنَّا؟ فَمَا بَيْنَ لَا بَتَيْهَا أَهْلُ بَيْتٍ أَحْوَجَ إِلَيْهِ مِنَّا ".

فَضَحِكَ النَّبِيُّ ﷺ حَتَّى بَدَتْ أَنْيَابُهُ، ثُمَّ قَالَ: " اِذْهَبْ فَأَطْعِمْهُ أَهْلَكَ ".[1]

''ایک شخص نے نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: ''یا رسول اللہ ﷺ! میں تو تباہ ہو گیا۔''

آپ ﷺ نے دریافت فرمایا: ''تجھے کس چیز نے تباہ کیا؟''

اس نے عرض کیا: ''میں نے رمضان [یعنی حالت روزہ] میں اپنی بیوی سے ازدواجی تعلقات قائم

[1] متفق عليه: صحيح البخاري، كتاب الصوم، باب إذا جامع في رمضان ولم يكن له شيء فتُصُدِّق عليه فليكفِّر، رقم الحديث ١٩٣٦، ٤ / ١٦٣؛ وصحيح مسلم، كتاب الصيام، باب تغليظ تحريم الجماع في نهار رمضان على الصائم، ......، رقم الحديث ٨١ (١١١١)، ٢ / ٧٨٠؛ الفاظ حدیث صحیح مسلم کے ہیں۔

کر لیے۔"

آپ ﷺ نے پوچھا: "کیا تم غلام آزاد کرنے کی استطاعت رکھتے ہو؟"

اس نے عرض کیا: "نہیں۔"

آپ ﷺ نے استفسار فرمایا: "کیا تم مسلسل دو ماہ کے روزے رکھ سکتے ہو؟" اس نے عرض کیا: "نہیں۔"

آپ ﷺ نے دریافت کیا: "کیا ساٹھ مسکینوں کو کھانے کھلانے کی طاقت ہے؟"

اس نے عرض کیا: "نہیں۔"

انہوں [حضرت انس رضی اللہ عنہ] نے بیان کیا: "پھر وہ بیٹھ گیا۔ نبی ﷺ کے پاس کھجور کا ایک تھیلہ آیا، تو آپ ﷺ نے فرمایا: "اس کو صدقہ کردو۔"

اس نے عرض کیا: "کیا ہم سے زیادہ فقیر کوئی ہے؟ اس [مدینہ طیبہ] کے دونوں اطراف میں سیاہ پتھریلی زمین کے درمیان اس [صدقہ] کی کسی گھر والوں کو ہم سے زیادہ ضرورت نہیں۔"

نبی ﷺ [اس قدر] ہنسے، یہاں تک کہ آپ کی ڈاڑھیں ظاہر ہوگئیں، پھر آپ ﷺ نے فرمایا: "جاؤ! اپنے گھر والوں [ہی] کو کھلا دو۔"

اس حدیث شریف سے یہ بات واضح ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اس شخص کے لیے کفارہ کی ادائیگی میں انتہائی سہولت اور آسائش فرمادی۔ گردن آزاد کرنے سے شروع ہو کر بات اس حد تک پہنچ گئی کہ وہ صدقہ کی کھجوروں کا تھیلہ ہی اپنے اہل خانہ کو کھلا دے۔ صَلَوَاتُ رَبِّيْ وَسَلَامُهُ عَلَيْهِ. امت کے لیے آپ ﷺ کس قدر شفیق و مہربان تھے! جَزَاهُ اللّٰهُ تَعَالٰى خَيْرَ مَاجَزٰى نَبِيًّا عَنْ أُمَّتِهِ.

حدیث شریف میں دیگر فوائد:

حدیث شریف میں موجود دیگر فوائد میں سے دو درج ذیل ہیں:

(۱) آنحضرت ﷺ کی شاگرد کے ساتھ نرمی، اور سمجھانے میں شفقت و عنایت۔[1]

(۲) کفارہ کی ادائیگی میں تنگ دست ساتھی کی اعانت۔ امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ایک مقام پر اس حدیث پر بایں الفاظ عنوان تحریر کیا ہے:

[بَابُ مَنْ أَعَانَ الْمُعْسِرَ فِي الْكَفَّارَةِ].[2]

---

[1] اس بارے میں تفصیل کتاب ھذا کے صفحات ۲۵۷۔۲۶۵ پر ملاحظہ ہو۔

[2] صحيح البخاري، كتاب كفارات الأيمان، ۱۱/ ۵۹۶.

[کفارہ (کی ادائیگی) میں تنگ دست کی اعانت کرنے والے کے متعلق باب]

تنبیہ:

آنحضرت ﷺ نے اسی قسم کی آسائش کا معاملہ سلمہ بن صخر الزرقی رضی اللہ عنہ سے بھی کیا۔ جب کہ انہوں نے اپنی بیوی سے ظہار کیا، پھر کفارہ دینے سے پہلے اس سے ازدواجی تعلقات قائم کرلیے، اور نبی کریم ﷺ کے آسانی والے معاملہ کے بعد اپنی قوم کے پاس آئے تو ان سے کہا:

" وَجَدْتُ عِنْدَكُمُ الضِّيقَ وَسُوْءَ الرَّأْيِ ، وَوَجَدْتُ عِنْدَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ السَّعَةَ وَالْبَرَكَةَ ، قَدْ أَمَرَ لِي بِصَدَقَتِكُمْ ، فَادْفَعُوهَا لِيْ ".

قَالَ : " فَدَفَعُوْهَا إِلَيَّ ".[1]

''میں نے تمہارے پاس تنگی اور بری رائے پائی، اور رسول اللہ ﷺ کے ہاں کشادگی اور برکت پائی۔ انہوں نے حکم دیا ہے کہ تم اپنا صدقہ مجھے دو۔''

انہوں نے بیان کیا: ''انہوں نے مجھے [اپنا صدقہ] دے دیا۔''

خلاصہ گفتگو یہ ہے ہمارے نبی کریم ﷺ اپنے شاگردوں کے ساتھ آسانی، آسائش والا عمل اختیار فرماتے، انہیں مصیبت اور مشقت میں نہ ڈالتے۔ صَلَوَاتُ رَبِّيْ وَسَلَامُهُ عَلَيْهِ.

---

[1] ملاحظہ ہو: المسند ، رقمي الحديثين ١٦٤١٩ و ١٦٤٢١ ، شیخ ارناؤوط اوران کے رفقاء نے دونوں میں سے ہر ایک حدیث کے متعلق کہا ہے: اپنی [متعدد] اسانید اور شواہد کے ساتھ یہ حدیث [صحیح] ہے اور [یہ اسناد ضعیف] ہے۔(هامش المسند ٢٦ / ٣٤٧ و ٣٤٩)؛ (نیز ملاحظہ ہو: فتح الباري ٤ / ١٦٤).

(46)

حسب استطاعت علم سیکھنے کی ترغیب

ہمارے نبی کریم ﷺ نے حصولِ تعلیم کے لیے کوئی مخصوص مقدار یا کیفیت مقرر فرما نہ رکھی تھی، کہ اس سے کم مقدار یا ادنیٰ کیفیت کے ساتھ علم کا حاصل کرنا ممنوع ہو، بلکہ آپ ﷺ کا طرزِ مبارک تو یہ تھا کہ معلوماتِ ضروریہ کے بعد ہر شاگرد جس قدر، اور جس درجہ کی تعلیم حاصل کر سکے، کرے۔ سیرتِ طیبہ سے اس بارے میں دو مثالیں درج ذیل ہیں:

ا۔ حسب استطاعت قرآنِ کریم سیکھنے کی ترغیب:

امام مسلم اور امام ابن حبان رحمہما اللہ تعالیٰ نے حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے بیان کیا:

" خَرَجَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ وَنَحْنُ فِي الصُّفَّةِ فَقَالَ: " أَيُّكُمْ يُحِبُّ أَنْ يَغْدُوَ كُلَّ يَوْمٍ إِلَى بُطْحَانَ أَوْ إِلَى الْعَقِيقِ فَيَأْتِيَ مِنْهُ بِنَاقَتَيْنِ كَوْمَاوَيْنِ فِي غَيْرِ إِثْمٍ وَلَا قَطْعِ رَحِمٍ؟ ".

فَقُلْنَا: " يَا رَسُولَ اللّٰهِ! نُحِبُّ ذٰلِكَ ".

قَالَ: " أَفَلَا يَغْدُو أَحَدُكُمْ إِلَى الْمَسْجِدِ فَيَعْلَمُ أَوْ يَقْرَأُ آيَتَيْنِ مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ خَيْرٌ لَهُ مِنْ نَاقَتَيْنِ، وَثَلَاثٌ خَيْرٌ لَهُ مِنْ ثَلَاثٍ، وَأَرْبَعٌ خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَرْبَعٍ، وَمِنْ أَعْدَادِهِنَّ مِنَ الْإِبِلِ ". [1]

"رسول اللہ تشریف لائے اور [اس وقت] ہم صفہ میں تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "تم میں سے کون پسند کرتا ہے کہ بطحان یا عقیق کی طرف جائے اور اونچی کوہانوں والی دو اونٹنیاں گناہ اور قطع رحمی کے بغیر ہانک لائے؟"

ہم نے عرض کیا: "یارسول اللہ ﷺ! ہم اس کو پسند کرتے ہیں۔"

---

[1] صحيح مسلم، كتاب صلاة المسافرين وقصرها، باب فضل قراءة القرآن وتعلّمه، رقم الحديث ۲۵۱ (۸۰۳)، ۱/ ۵۵۲؛ والإحسان في تقريب صحيح ابن حبان، كتاب العلم، رقم الحديث ۱۱۵، ۱/ ۳۲۱. الفاظ حدیث صحیح مسلم کے ہیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے ایک مسجد کی طرف کیوں نہیں جاتا، تاکہ [وہاں] اللہ عزوجل کی کتاب کی دو آیتیں سیکھے یا پڑھے اور [ایسا کرنا] اس کے لیے دو اونٹنیوں سے بہتر ہے، اور تین [کا سیکھنا یا پڑھنا] اس کے لیے تین سے بہتر ہے اور چار کا اس کے لیے چار سے بہتر ہے، اور اسی قدر اونٹوں کی تعداد سے بھی۔''

اس حدیث شریف میں آنحضرت ﷺ نے حسب استطاعت قرآنِ کریم سیکھنے اور پڑھنے کی ترغیب دی ہے۔ آپ ﷺ نے سیکھنے اور پڑھنے کے لیے یہ شرط نہیں لگائی کہ سارا ہی پڑھو، وگرنہ نہ پڑھو۔ امام ابن حبان رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس حدیث شریف پر درج ذیل عنوان تحریر کیا ہے:

[ذِكْرُ الْحَثِّ عَلَى تَعْلِيمِ كِتَابِ اللّٰهِ ، وَإِنْ لَمْ يَتَعَلَّمِ الْإِنْسَانُ بِالتَّمَامِ].[1]

[اللہ تعالیٰ کی کتاب کو سیکھنے کی ترغیب کا ذکر اگرچہ انسان مکمل نہ سیکھے]

۲۔ کمزور قرأت والے کو پڑھائی جاری رکھنے کی ترغیب:

امام مسلم رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے بیان کیا:

''قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ : " اَلْمَاهِرُ بِالْقُرْآنِ مَعَ السَّفَرَةِ الْكِرَامِ الْبَرَرَةِ ، وَالَّذِي يَقْرَأُ الْقُرْآنَ وَيَتَتَعْتَعُ فِيهِ ، وَهُوَ عَلَيْهِ شَاقٌّ ، لَهُ أَجْرَانِ ".[2]

''قرآن کا ماہر پیغام رساں معزز نیکوکار فرشتوں کے ساتھ ہوگا اور جو شخص قرآن پڑھتا ہے اور [اپنے کمزور حافظہ کی بنا پر] اس میں اٹکتا ہے اور اس پر پڑھنا گراں ہے، اس کے لیے دوہرا اجر ہے۔''

بلاشبہ اسلام میں قرآن کریم کو خوب پختگی سے حفظ کرنے، اور عمدگی سے تلاوت کرنے کی شان وعظمت اور قدر ومنزلت بہت زیادہ ہے، لیکن اگر کسی شخص میں ایسا کرنے کی استطاعت ہی نہ ہو، تو کیا وہ تلاوت قرآنِ کریم ترک کر دے؟ رب کعبہ کی قسم! ہرگز نہیں۔ ہمارے نبی رحمت ﷺ نے ایسے شخص کو اس بات کی ترغیب دی کہ وہ اپنی بساط اور ہمت کے بقدر تلاوت جاری رکھے اور اس کے لیے دگنا اجر وثواب ہے۔ ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ شرح حدیث میں رقم طراز ہیں:

" لَهُ أَجْرَانِ ". " أَيْ أَجْرٌ لِقِرَاءَتِهِ ، وَأَجْرٌ لِتَحَمُّلِ مَشَقَّتِهِ ، وَهٰذَا تَحْرِيضٌ عَلَى

---

[1] الإحسان في تقريب صحيح ابن حبان ۱/۳۲۱.

[2] صحيح مسلم ، كتاب صلاة المسافرين وقصرها ، باب فضل الماهر بالقرآن والذي يتتعتع فيه ، رقم الحديث ۲۴۴ (۷۹۸)، ۱/ ۵۴۹ ـ ۵۵۰.

تَحْصِيلِ الْقِرَاءَةِ". [1]

"یعنی ایک اجر اس کے پڑھنے کا، اور دوسرا اجر اس کے مشقت برداشت کرنے کا اور یہ قرأت جاری رکھنے کی ترغیب ہے۔"

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ ہمارے نبی کریم ﷺ اپنے شاگردوں کو اس بات کی ترغیب دیتے کہ معلوماتِ ضروریہ کے بعد جس قدر، اور جس درجہ اور کیفیت سے تعلیم حاصل کرسکو، کرو۔ فَصَلَوَاتُ رَبِّي وَسَلَامُهُ عَلَيْهِ.

---

[1] مرقاة المفاتيح ٤ / ٦١٨.

حرفِ آخر

ہر قسم کی حمد وثنا اللہ عزوجل کے لیے کہ انہوں نے مجھ جیسے حقیر، ضعیف اور گناہ گار بندے کو اپنے خلیل و حبیب امام الأنبیاء قائد المرسلین حضرت محمد ﷺ کی سیرت طیبہ کے ایک عظیم گوشے: [آپ ﷺ بحیثیت معلم] کے متعلق یہ کتاب مرتب کرنے کی توفیق سے نوازا۔ فَلَهُ الْحَمْدُ عَدَدَ مَا خَلَقَ فِي السَّمَاءِ ، وَعَدَدَ مَا خَلَقَ فِي الْأَرْضِ ، وَعَدَدَ مَا خَلَقَ بَيْنَ ذٰلِكَ ، وَعَدَدَ مَا هُوَ خَالِقٌ سُبْحَانَهُ وَتَعَالٰى.

اب اللہ تعالیٰ ہی سے انتہائی عاجزانہ التجا ہے کہ اس معمولی کاوش کو اپنی رحمت بے پایاں سے شرف قبولیت عطا فرمادیں، اور اس کو میرے والدین محترمین، میرے، اہل اسلام، بلکہ انسانیت کے لیے خیر، برکت اور رحمت کا سبب بنادیں، اور اس میں موجود خلل، نقص، اور غلطی کو معاف فرمادیں۔ إِنَّهُ جَوَادٌ كَرِيمٌ.

نتائج کتاب:

اس کتاب کی تیاری کے دوران توفیق الٰہی سے متعدد باتیں اجاگر ہوئیں، ان میں سے کچھ درج ذیل ہیں:

۱۔ اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی کریم ﷺ کو معلم بنا کر مبعوث فرمایا۔

۲۔ آنحضرت ﷺ کے سینۂ اطہر میں لوگوں کو تعلیم دینے کا عظیم جذبہ اور شدید تڑپ تھی۔ آپ ہر مناسب وقت اور موزوں جگہ میں تعلیم دیتے اور ہر قسم کے لوگوں کو دولت علم سے آراستہ و پیراستہ کرنے کی سعی فرماتے۔ آپ نے مردوں، عورتوں، جوانوں، بچوں، قرابت داروں، دوستوں، بدوؤں، اور نئے مسلمانوں کو تعلیم دی۔ علاوہ ازیں آپ ﷺ تعلیم کے لیے میسر آنے والے ہر موقع سے فائدہ اٹھانے کا خصوصی اہتمام فرماتے۔

۳۔ آنحضرت ﷺ دورانِ تعلیم شاگردوں کو اپنی طرف متوجہ کرنے کا خاص خیال رکھتے۔ انہیں اپنے قریب کرتے، کامل خاموشی اور مکمل دھیان سے سننے کا حکم دیتے۔ اپنا چہرہ مبارک ان کی طرف کرتے اور انہیں اپنی طرف متوجہ ہونے کا حکم دیتے۔

۴ آپ ﷺ اپنے طلبہ کے دلوں میں خوشی پیدا کرنے کے لیے کوشش فرماتے، اپنے اور ان کے مابین الفت ومودت کی فضا مہیا کرنے کا اہتمام فرماتے۔ اس غرض کے لیے ان کی حاضری پر انہیں خوش آمدید کہتے، ان کے ناموں اور کنیتوں سے انہیں ندا دیتے، ان کے جسموں پر اپنا دست مبارک رکھتے، اپنے دست شفقت اور قدم پاک سے انہیں ٹھوکر لگاتے اور ان کے لیے دعا فرماتے۔

۵ آنحضرت ﷺ اس بات کا غایت درجہ اہتمام فرماتے کہ آپ کی گفتگو مکمل طور پر سمجھی جائے، مقصود نکھر جائے اور بتلائی ہوئی معلومات ذہن نشین ہو جائیں۔ اس سلسلے میں آپ ﷺ اپنی گفتگو میں استعمال کردہ الفاظ کو جدا جدا کر کے زبان مبارک سے ادا فرماتے۔ بات کو دہراتے، اشارات کا استعمال فرماتے،، مسائل کی وضاحت کے لیے شکلیں بناتے، حقائق کو مثالوں کے ساتھ بیان فرماتے، متضاد اشیاء اور باتوں کے باہمی فرق کو اجاگر کرنے کے لیے اسلوب تقابل کا استعمال فرماتے، معلومات کو دلوں میں جاگزیں کرنے کی خاطر گن گن کران کا تذکرہ کرتے۔ طلبہ کو زبانِ مبارک سے دی ہوئی تعلیم کا چلتا پھرتا کامل نمونہ اپنی سیرت طیبہ کی صورت میں پیش فرماتے۔ اعمال شرعیہ کی کمال درجہ زبانی تصویر کشی کے ساتھ ساتھ انہیں عملی طور پر طلبہ کو کر کے دکھاتے، تاکہ ان کی کیفیتِ ادائیگی میں معمولی الجھاؤ، اور ادنیٰ تردد باقی نہ رہ جائے۔

۶ آپ ﷺ شاگردوں کو شریک درس فرماتے۔ اس غرض کے لیے اسلوب استفہام کثرت سے استعمال فرماتے۔ علاوہ ازیں دورانِ تعلیم ان سے علمی مسائل کے بارے میں پوچھتے۔

۷ قابل شرم باتوں کا ذکر کنایۃً فرماتے، لیکن شرم کے سبب ضروری باتوں کی تعلیم کو ترک نہ فرماتے۔

۸ آپ ﷺ طلبہ کو سوال کرنے کی اجازت دیتے، اچھے سوال کی تعریف کر کے سائل کی حوصلہ افزائی فرماتے، بوقت ضرورت سوال سے زیادہ جواب دیتے۔ بسا اوقات اپنے جواب کی وضاحت اور سائل کی تسلی کی خاطر تشبیہ اور قیاس استعمال فرماتے، سوال کا جواب معلوم نہ ہونے کی صورت میں خاموش رہتے، البتہ بے کار اور باعث مشقت سوال پر ناراض ہوتے۔

۹ افہام وتفہیم کی غرض سے آپ ﷺ نے اپنے شاگردوں کو مناقشہ ومباحثہ اور سوال وجواب کی اجازت دے رکھی تھی۔ خود بھول جانے کی صورت میں انہیں یاددہانی کرانے کا حکم دے رکھا تھا۔ مزید برآں اپنی موجودگی میں باصلاحیت شاگردوں کو دوسروں کو سمجھانے کی اجازت دیتے۔ اسی طرح آپ ﷺ نے شاگرد کی خواہش پر سکھایا ہوا سبق اس سے سنا۔

۱۰ طلبہ کے ساتھ تواضع، نرمی اور ان کی ضروریات کو اپنی اور اپنے اہل کی ضروریات پر ترجیح دینے میں انتہائے کمال پر پہنچے ہوئے تھے، البتہ کسی شخص کی غیر متوقع غلطی اور سمجھ دار شخص کا عام فہم بات کا ادراک نہ کرنے پر خفا ہوتے۔

۱۱ آپ ﷺ اپنے شاگردوں کی صلاحیتوں سے خوب آگاہ تھے۔ دورانِ تعلیم ان کے حالات کو پیش نظر رکھتے، اپنے لائق اور باصلاحیت طلبہ کی عزت افزائی فرماتے۔ شاگردوں پر اپنے اقوال وافعال کے اثرات کا دھیان رکھتے اور بوقت ضرورت بیان طلب معاملے کے بارے میں وضاحت فرمادیتے۔ علاوہ ازیں ان میں سے غائب ہونے والوں کے بارے میں پوچھتے، اسباب غیاب معلوم ہونے پر بقدر امکان ان کا ازالہ فرماتے۔

۱۲ آپ ﷺ آسانی اور آسائش مہیا کرنے والے معلم تھے۔ حصولِ علم کے لیے آپ نے کوئی لازمی حد اور درجہ مقرر نہ کر رکھا تھا، بلکہ ہر شخص کو اپنی بساط کے مطابق علم حاصل کرنے کی ترغیب دیتے۔

اپیل:

راقم السطور اس موقع کو غنیمت جانتے ہوئے اپیل کرتا ہے:

۱۔ روئے زمین کے تمام اہل اسلام، بلکہ تمام بنی نوع انسان سے کہ وہ نبی کریم ﷺ کی سیرت طیبہ کو پڑھیں، اس پر غور وفکر کریں۔ قیامت تک آنے والی پوری انسانیت کے لیے اس میں رشد وہدایت اور دنیا وآخرت کی سعادت اور کامیابی ہے، کیونکہ خود اللہ رب العالمین نے انہیں [اسوۂ حسنہ] یعنی بہترین نمونہ قرار دیا ہے۔

۲۔ مشرق ومغرب کے ارباب تعلیم اپنے کلیات تربیۃ (Colleges of Education) میں [نبی کریم ﷺ بحیثیت معلم] کو بطور مضمون [Subject] شامل کریں۔

۳۔ دنیا کے تمام معلّمین اور معلّمات اپنی تعلیمی زندگی میں نبی کریم ﷺ کے اسوۂ حسنہ کو اپنائیں، کیونکہ وہ مخلوق میں اعلیٰ ترین معلم ہیں۔

رَبّ حَيٌّ وَقَيُّوْمٌ سے عاجزانہ التجا ہے کہ وہ مجھ ناکارے اور تعلیم سے وابستہ تمام حضرات وخواتین کو نبی کریم ﷺ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ إِنَّهٗ سَمِيْعٌ مُجِيْبٌ.

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَأَصْحَابِهٖ وَأَتْبَاعِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ،
وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ.

قائمة المصادر والمراجع

١ـ "الأحاديث المختارة" للإمام أبي عبدالله محمد بن عبدالواحد المقدسي، تحقيق الشيخ عبدالملك بن عبدالله بن دهيش،الطبعة الاولىٰ ١٤١٢هـ، بدون اسم الناشر.

٢ـ "الاحتساب على الأطفال" لـ فضل إلهي،ط: إدارة ترجمان الإسلام جحرانواله باكستان، الطبعة الأولىٰ ١٤١٩هـ.

٣ـ "الاحتساب على الوالدين مشروعيته ودرجاته وآدابه" لـ فضل إلهي،ط: إدارة ترجمان الإسلام جحرانواله، باكستان، الطبعة الأولىٰ ١٤١٨هـ.

٤ـ "الإحسان في تقريب صحيح ابن حبان" للأمير علاء الدين الفارسي،.ط: مؤسسة الرسالة بيروت،الطبعة الأولى ١٤٠٨هـ، بتحقيق الشيخ شعيب الأرناؤوط.

٥ـ "الأدب المفرد" للإمام البخاري ، ط: عالم الكتب بيروت ، الطبعة الثانية١٤٠٥هـ، بترتيب وتقديم ١ . كمال يوسف الحوت.

٦ـ "إعلام الموقعين عن رب العالمين" للإمام ابن القيم، بتحقيق للشيخ محمد محيي الدين عبدالحميد ، ط: دار الفكر بيروت ١٣٩٧هـ.

٧ـ "إنجاز الحاجة شرح سنن ابن ماجة" للشيخ محمد علي جانباز،ط: المكتبة القدوسية لاهور،الطبعة الأولى١٤٢١هـ.

٨ـ "بلوغ الأماني من أسرار الفتح الرباني" للشيخ أحمد عبدالرحمن البناء، ط: دار الشهاب بالقاهرة ، بدون الطبعة و سنة الطبع.

٩ـ "بلوغ المرام من أدلة الأحكام" للحافظ ابن حجر العسقلاني، ط: مؤسسة الكتب الثقافية بيروت ، الطبعة الأولى ١٤٠٧هـ، بتحقيق الشيخ محمد حامد الفقي.

١٠ـ "بهجة النفوس وتحليها بمعرفة ما لها و ما عليه" (شرح مختصر صحيح البخاري) المسمّى بـ (جمع النهاية في بدء الخير والنهاية) للإمام ابن أبي جمرة الأندلسي، ط: دار الجيل بيروت، الطبعة الثانية١٩٧٩م.

١١ - "تحفة الأحوذي" شرح جامع الترمذي للشيخ محمد عبدالرحمن المباركفوري، ط: دار الكتب العلمية بيروت ، الطبعة الأولى ١٤١٠هـ.

١٢ - "الترغيب والترهيب" للحافظ المنذري، ط: دار الفكر بيروت، سنة الطبع ١٤١٠هـ، بتحقيق الشيخ مصطفى محمد عمارة.

١٣ - "تفسير البيضاوي" للقاضي ناصر الدين البيضاوي ، ط: دار الكتب العلمية للنشر بيروت ، بدون الطبعة : سنة الطبع ١٣٩٩هـ.

١٤ - "تفسير التحرير والتنوير" للشيخ محمد الطاهر ابن عاشور ، ط: الدار التونسية للنشر تونس ، بدون الطبعة ، سنة الطبع ١٣٩٩هـ.

١٥ - "التفسير الكبير" المسمّى: بـ"مفاتيح الغيب" للعلّامة فخر الدين الرازي، ط: دار الكتب العلمية طهران ، الطبعة الثالثة ، بدون سنة الطبع.

١٦ - "تفسير ابن كثير" المسمّي بـ "تفسير القرآن العظيم" للحافظ ابن كثير،ط: دار الفيحاء دمشق و دار السلام الرياض ، الطبعة الأولى ١٤١٣هـ ، بتقديم الشيخ عبدالقادر الأرناؤوط.

١٧ - "تفسير الكشاف " المسمّى بـ "الكشاف عن حقائق التنزيل وعيون الأقاويل من وجوه التنزيل" للعلامة أبي القاسم الزمخشري ، ط: دار المعرفة بيروت ، بدون الطبعة و سنة الطبع.

١٨ - "التلخيص" للحافظ الذهبي، ط: دار المعرفة بيروت ، بدون الطبعة و سنة الطبع.

١٩ - "جامع الترمذي" (المطبوع مع تحفة الأحوذي)،للإمام أبي عيسى الترمذي ، ط: دار الكتب العلمية بيروت ، الطبعة الأولى ١٤١٠هـ [أو ط: دار الكتب العربي بيروت ، بدون الطبعة وسنة الطبع].

٢٠ - "حاشية السندي على سنن النسائي" للشيخ أبي الحسن السندي ، ط: دار الفكر بيروت ، الطبعة الأولى ١٣٤٨هـ.

٢١ - "الحرص على هداية الناس" لـ فضل إلهي ، ط: إدارة ترجمان الإسلام جحرانواله باكستان ، الطبعة الخامسة ١٤١٩هـ.

٢٢ - "روح المعاني في تفسير القرآن العظيم والسبع المثاني" للعلامة محمود الألوسي ، ط : دار إحياء التراث العربي بيروت ، الطبعة الرابعة ١٤٠٥هـ.

٢٣ - "رياض الصالحين " للإمام النووي،ط : دار الفيحاء دمشق ودار السلام الرياض، الطبعة الثالثة عشر ١٤١٢هـ،بتحقيق الشيخين عبدالعزيز رباح وأحمد يوسف الدقاق.

٢٤ - "زاد المسير في علم التفسير" للحافظ ابن الجوزي،ط : المكتب الإسلامي بيروت ، الطبعة الأولى ١٩٨٤م.

٢٥ - "سبل السلام شرح بلوغ المرام" للعلاّمة محمد الأمير الصنعاني،ط : دار الكتب العلمية بيروت ، الطبعة الاولى ١٤٠٨هـ،بتحقيق الشيخ محمد عبدالقادر أحمد عطا.

٢٦ - "سلسلة الأحاديث الصحيحة" للشيخ محمد ناصر الدين الألباني، ط : المكتب الإسلامي ،الطبعة الثانية ١٣٩٩هـ.

٢٧ - "سلسلة الأحاديث الضعيفة" للشيخ ناصر الدين الألباني،ط : دار الكتب الإسلامي ، الطبعة الخامسة ١٤٠٥هـ.

٢٨ - "السلوك وأثره في الدعوة إلى الله تعالىٰ" لـ فضل إلهي،ط : دارابن حزم ، بيروت ، الطبعة الأولى ١٤٢٠هـ.

٢٩ - "سنن الدارمي" للإمام أبي محمد عبدالله بن عبدالرحمن الدارمي، ط : حديث اكادمي فيصل آباد باكستان ، بدون الطبعة ، سنة الطبع ١٤٠٤هـ.

٣٠ - "سنن أبي داود" (المطبوع مع عون المعبود) للإمام سليمان بن الأشعث السجستاني ، ط : دار الكتب العلمية بيروت ، الطبعة الاولى ١٤١٠هـ.

٣١ - "السنن الكبرى" للإمام البيهقي،ط : دار الكتب العلمية بيروت ، الطبعة الاولى ١٤١٤هـ.

٣٢ - "السنن الكبرى" للإمام النسائي،ط : مؤسسة الرسالة بيروت، الطبعة الأولى ١٤٢١هـ، بتحقيق الشيخ حسن عبدالمنعم شلبي.

٣٣ - "سنن ابن ماجة" للإمام أبي عبدالله القزويني ابن ماجه، ط : شركة الطباعة العربية السعودية،الطبعة الثانية ١٤٠٤هـ، بتحقيق د.محمد مصطفى الأعظمي.

٣٤ - "سنن النسائي" (المطبوع مع شرح السيوطي و حاشية السندي) للإمام أبي عبدالرحمن

أحمد بن شعيب النسائي،ط: دار الفكر بيروت، الطبعة الأولى ١٣٤٨هـ.

٣٥ ـ "**شرح السنة**" للإمام البغوي،ط: المكتب الإسلامي،الطبعة الأولى ١٣٩٠هـ، بتحقيق الشيخين شعيب الأرناؤوط وزهير الشاويش.

٣٦ ـ "**شرح الطيبي على مشكاة المصابيح**" للإمام شرف الدين الطيبي، ط: مكتبة نزار مصطفى الباز مكة المكرمة ، الطبعة الأولى ١٤١٧هـ، بتحقيق د.عبدالحميد هنداوي.

٣٧ ـ "**شرح النووي على صحيح مسلم**" للإمام النووي،ط: دار الفكر بيروت ، بدون الطبعة ، سنة الطبع ١٤٠١هـ.

٣٨ ـ "**الصحاح تاج اللغة وصحاح العربية**" للإمام اسماعيل بن حماد الجوهري، ط: دار العلم للملايين بيروت ، الطبعة الثالثة ، ١٤٠٤هـ، بتحقيق الأستاذ أحمد عبدالغفور عطّار.

٣٩ ـ "**صحيح الأدب المفرد**" للإمام البخاري بقلم الشيخ محمد ناصر الدين الألباني ، نشر: دار الصديق الجبيل ، الطبعة الأولى ١٤٢١هـ.

٤٠ ـ "**صحيح البخاري**" (المطبوع مع فتح الباري) للإمام محمد بن إسماعيل البخاري، نشر و توزيع : رئاسة إدارة البحوث العلمية والإفتاء والدعوة والإرشاد بالمملكة العربية السعودية ، بدون الطبعة و سنة الطبع.

٤١ ـ "**صحيح الترغيب والترهيب**" تحقيق الشيخ محمد ناصر الدين الألباني، ط: مكتبة المعارف الرياض ، الطبعة الثالثة ١٤٠٩هـ.

٤٢ ـ "**صحيح الجامع الصغير وزيادته**" اختيار الشيخ محمد ناصر الدين الألباني،ط: المكتب الإسلامي ، الطبعة الثالثة١٤٠٢هـ.

٤٣ ـ "**صحيح ابن خزيمة**" للإمام ابن خزيمة ، ط: المكتب الإسلامي ، الطبعة الأولى ١٣٩١هـ، بتحقيق د.محمد مصطفى الأعظمي.

٤٤ ـ "**صحيح سنن الترمذي**" اختيار الشيخ محمد ناصر الدين الألباني، نشر: مكتب التربية العربي لدول الخليج الرياض ، الطبعة الأولى ١٤٠٩هـ، بإشراف الشيخ زهير الشاويش.

٤٥ ـ "**صحيح سنن أبي داود**" صحّح أحاديثه الشيخ محمد ناصر الدين الألباني ، ط: مكتب التربية العربي لدول الخليج الرياض ، الطبعة الأولى ١٤٠١هـ، بإشراف الشيخ زهير

الشاويش.

٤٦ - "صحيح سنن ابن ماجه" صحّح أحاديثه الشيخ محمد ناصر الدين الألباني ، ط: مكتب التربية العربي لدول الخليج الرياض ، الطبعة الثالثة ١٤٠٨هـ، بإشراف الشيخ زهير الشاويش.

٤٧ - "صحيح سنن النسائي" صحّح أحاديثه الشيخ محمد ناصر الدين الألباني ، ط: مكتب التربية العربي لدول الخليج الرياض ، الطبعة الأولى ١٤٠٩هـ، بإشراف الشيخ زهير الشاويش.

٤٨ - "صحيح مسلم" للإمام مسلم بن الحجاج القشيري، بتحقيق الشيخ محمد فؤاد عبدالباقي، نشر و توزيع : رئاسة إدارة البحوث العلمية والإفتاء والدعوة والإرشاد بالمملكة العربية السعودية،بدون الطبعة، سنة الطبع ١٤٠٠هـ.

٤٩ - "صحيح موارد الظمآن إلى زوائد ابن حبان" للشيخ محمدناصر الدين الألباني ، ط: دار الصميعي الرياض، الطبعة الأولى ١٤٢٢هـ.

٥٠ - "عمدة القاري" للعلّامة بدر الدين العيني ، ط: دار الفكر بيروت، بدون الطبعة و سنة الطبع.

٥١ - "عون المعبود شرح سنن أبي داود" للعلّامة أبي الطيب العظيم آبادي، ط: دار الكتب العلمية بيروت ، الطبعة الأولى ١٤١٠هـ.

٥٢ - "فتح الباري" للحافظ ابن حجر ، نشر و توزيع: رئاسة إدارة البحوث العلمية والإفتاء والدعوة والإرشاد بالمملكة العربية السعودية،بدون الطبعة وسنة الطبع.

٥٣ - "الفتح الرباني لترتيب مسند الإمام أحمد بن حنبل" للشيخ أحمد عبدالرحمن البنا ، ط: دار الشهاب القاهرة ، بدون الطبعة وسنة الطبع.

٥٤ - "فيض القدير شرح الجامع الصغير" للعلّامة عبدالرؤف المناوي، ط: دار المعرفة بيروت، الطبعة الثانية ١٣٩١هـ.

٥٥ - "الكواكب الدراري في شرح صحيح البخاري" للإمام الكرماني، ط: دار إحياء التراث العربي بيروت ، الطبعة الثانية ١٤٠١هـ.

٥٦ـ "مجمع الزوائد و منبع الفوائد" للحافظ نور الدين الهيثمي، ط: دار الكتاب العربي بيروت ، الطبعة الثالثة ١٤٠٢هـ.

٥٧ـ "مختصر الشمائل المحمدية" للإمام الترمذي، اختصره وحقّقه الشيخ محمد ناصر الدين الألباني ، ط: المكتبة الإسلامية عمان و مكتبة المعارف الرياض، الطبعة الثانية ١٤٠٦هـ.

٥٨ـ "مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح" للعلّامة الملا علي القاري ، ط: المكتبة التجارية مكة المكرمة ، بدون الطبعة وسنة الطبع، بتحقيق الأستاذ صدقي محمد جميل عطار.

٥٩ـ "المستدرك على الصحيحين" للإمام أبي عبدالله الحاكم ، ط: دار الكتاب العربي بيروت ، بدون الطبعة وسنة الطبع.

٦٠ـ "المسند" للإمام أحمد بن حنبل ، ط: المكتب الإسلامي ، بدون الطبعة وسنة الطبع [أو : ط: دار المعارف مصر ، الطبعة الثالثة ١٣٦٨هـ.] [أو: ط: مؤسسة الرسالة، بيروت ، الطبعة الأولى ١٤١٧هـ.]

٦١ـ "مسند أبي داود الطيالسي" ط: دار هجر ، الطبعة الأولى ١٤١٩هـ، بتحقيق د. محمد بن عبدالمحسن التركي.

٦٢ـ "مسند أبي يعلى الموصلي" للإمام أحمد بن علي بن المثني التميمي ، ط: دار المأمون للتراث دمشق ، الطبعة الأولى ١٤٠٤هـ، بتحقيق الأستاذ حسين سليم أسد.

٦٣ـ "مشكاة المصابيح" للعلّامة محمد بن عبدالله الخطيب التبريزي ، ط: المكتب الإسلامي ، الطبعة الثانية ١٣٩٩هـ، بتحقيق الشيخ محمد ناصر الدين الألباني.

٦٤ـ "مصباح الزجاجة في زوائد ابن ماجه" للحافظ أحمد بن أبي بكر الكناني البوصيري ط: دار الجنان بيروت ، الطبعة الأولى ١٤٠٦هـ، بدراسة و تقديم الأستاذ كمال يوسف الحوت.

٦٥ـ "المصنف " للحافظ ابن أبي شيبة ، ط: الدار السلفية بومباي الهند، الطبعة الأولى ١٣٩٠، بتحقيق الشيخ مختار أحمد الندوي.

بتحقيق الشيخ مختار أحمد الندوي.

٦٦ـ "**المصنف**" للإمام عبدالرزاق الصنعاني ، ط: المجلس العلمي بجنوب افريقيا، الطبعة الأولى ١٣٩٠، بتحقيق الشيخ حبيب الرحمن الأعظمى.

٦٧ـ "**المفهم لما أشكل من تلخيص كتاب مسلم**" للحافظ أبى العباس أحمد القرطبي، ط: دار ابن كثير و دار الكلم الطيب ، الطبعة الأولى ١٤١٧هـ، بتحقيق الشيخ محي الدين ديب مستو ورفقائه.

٦٨ـ "**المقالة الحسنى في سنية المصافحة باليد اليمنى**" للعلّامة محمد عبدالرحمن المباركفوري، ط: الجامعة الإبراهيمية سيالكوت باكستان ، سنة الطبع ١٩٨٠م.

٦٩ـ "**المنتخب من مسند عبد بن حميد**" بتحقيق و تعليق أبي عبدالله مصطفى بن العدوي ، ط: دار بلنسية الرياض ، الطبعة الثانية ١٤٢٣هـ.

٧٠ـ "**من صفات الداعية: اللين والرفق**" لـ فضل إلهي،ط: إدارة ترجمان الإسلام جحرانواله باكستان، الطبعة الخامسة ، سنة الطبع١٤٢١هـ.

٧١ـ "**من صفات الداعية : مراعاة أحوال المخاطبين**" لـ فضل إلهي،ط: إدارة ترجمان الإسلام جحرانواله باكستان، الطبعة الخامسة ، سنة الطبع١٤١٩هـ.

٧٢ـ "**موارد الظمآن إلى زوائد ابن حبان**" للحافظ نور الدين الهيثمي، ط: دار و مكتبة الهلال بيروت ، بدون سنة الطبع، بتحقيق الشيخ عبدالرزاق حمزة.

٧٣ـ "**نزهة النظر في توضيح نخبة الفكر**" للحافظ ابن حجر ، ط: قرآن محل كراتشيباكستان، بدون الطبعة و سنة الطبع.

٧٤ـ "**النهاية في غريب الحديث والأثر**" للإمام ابن الأثير ، الناشر: المكتبة الإسلامية بيروت ، بدون الطبعة وسنة الطبع، بتحقيق الأستاذين طاهر أحمد الزاوي ود. محمود محمد الطناحي.

٧٥ـ "**هامش الإحسان في تقريب صحيح ابن حبان**" للشيخ شعيب الأرناؤوط ، ط: مؤسسة الرسالة بيروت ، الطبعة الأولى ١٤٠٨هـ.

٧٦ـ "**هامش شرح السنة للبغوي**" للشيخين محمد زهير الشاويش وشعيب الأرناؤوط ، ط:

٧٧ـ "**هامش صحيح مسلم**" للشيخ محمد فؤاد عبدالباقي ، نشر و توزيع: رئاسة إدارة البحوث العلمية والإفتاء والدعوة والإرشاد بالمملكة العربية السعودية، بدون الطبعة ، سنة الطبع ١٤٠٠هـ.

٧٨ـ "**هامش المسند**" للشيخ أحمد محمد شاكر ، ط: دار المعارف مصر ، الطبعة الثانية ١٣٦٨هـ.

٧٩ـ "**هامش المسند**" للشيخ شعيب الأرناؤوط ورفقائه ، ط: مؤسسة الرسالة بيروت ، الطبعة الأولى ١٤١٧هـ.

٨٠ـ "**هامش مسند أبي داود الطيالسي**" للدكتور محمد بن عبدالمحسن التركي، ط: دار هجر ، الطبعة الأولى ، سنة الطبع ١٤١٩هـ.

٨١ـ "**هامش مسند أبي يعلى الموصلي**" للأستاذ حسين سليم أسد، ط: دار المأمون للتراث دمشق ، الطبعة الأولى ١٤٠٤هـ.

٨٢ـ "**هامش مشكاة المصابيح**" للشيخ محمد ناصر الدين الألباني ط: المكتب الإسلامي بيروت ، الطبعة الثانية ، سنة الطبع ١٣٩٩هـ.

مصنف کے قلم سے

حضرت ابراہیم عَلَیہِ السَّلام بحیثیت والد

کتاب کا مرکزی موضوع:

درج ذیل تین سوالات کے جوابات:

:۱ حضرت ابراہیم عَلَیہِ السَّلام نے اپنی اولاد کے لیے کیا پسند فرمایا؟

:۲ انہوں نے کن چیزوں سے اپنی اولاد کو بچانا چاہا؟

:۳ انہوں نے اولاد کے بارے میں اپنے عزائم کی تکمیل کے لیے کیا کیا؟

کتاب کے امتیازی خصائص:

- مذکورہ بالا سوالات کا قرآن وسنت کی روشنی میں ۲۳ عنوانوں کے ضمن میں جواب
- آیات واحادیث سے استدلال میں تفاسیر اور شروح حدیث سے راہ نمائی
- غیر ثابت شدہ احادیث اور اسرائیلی روایات سے مکمل اجتناب

مصنف کے قلم سے

نیکی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے میں

خواتین کی ذمہ داری

کتاب کے بنیادی موضوعات:

- احتساب کے متعلق خواتین کی ذمہ داری
- خواتین کے احتساب کرنے کی اہمیت
- خواتین کے احتساب کرنے کے واقعات:

عام لوگوں، اقربا اور معارف پر ۶۰ واقعات

علماء وطلبہ پر ۲۰ واقعات

اہل اقتدار پر ۶ واقعات

- عورت کی بازار میں بحیثیت محتسبہ تقرری کی ممانعت کے دلائل
- اس بارے میں پیش کردہ شبہات کی حقیقت

کتاب کے امتیازی خصائص:

- اساسِ کتاب قرآن وسنت
- آیات واحادیث سے استدلال میں تفاسیر اور شرح حدیث سے راہ نمائی
- واقعات احتساب سے حاصل شدہ دروس کا عام طور پر ساتھ ساتھ اختصار سے بیان

مصنف کے قلم سے

نیکی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے کے متعلق

شبہات کی حقیقت

کتاب کا مرکزی موضوع:

امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے متعلق درج ذیل پانچ شبہات کی حقیقت کا بیان:

۱: امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا شخصی آزادی سے تصادم

۲: دوسروں کی گم راہی کا ہم پر گناہ نہ ہونا

۳: اپنی کوتاہی کی بنا پر احتساب کو چھوڑنا

۴: خوف فتنہ کی بنا پر احتساب ترک کرنا

۵: لوگوں کے نہ ماننے پر احتساب نہ کرنا

کتاب کے نمایاں اوصاف:

✵ اساس کتاب قرآن وسنت

✵ نصوص سے استدلال میں حضرات مفسرین ومحدثین سے راہ نمائی

✵ رد شبہات میں علمائے اُمت کے اقوال اور عقلی دلائل سے استفادہ

النبي الكريم ﷺ معلماً
باللغة الأردية